مزارات پر گنبد بنانے کے بارے میں اکابر علماءِ اہلسنّت کی تحقیقات

مزارات پر گنبد

امام المفسرین حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ
صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مفتی اعظم حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

مسلم کتابوی لاہور

مزارات پر گنبد بنانے کے بارے
میں اکابر علماءِ اہلسنّت کی
تحقیقات

مزارات پر گنبد

امام المفسرین حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ
صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مفتی اعظم حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

مسلم کتابوی لاہور

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَا

نَحۡنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَا

نام کتاب	--------	مزارات پر گنبد
موضوع	--------	دعوت فکر و اصلاح
تحقیق	--------	مزارات پر گنبد بنانے کے بارے میں اکابر علماءِ اہلسنّت کی تحقیقات
صفحات	--------	۳۲۰
تاریخ اشاعت	--------	بدھ ۲/ جمادی الاوّل ۱۴۳۲ھ مطابق ۶/ اپریل ۲۰۱۱ء
طابع	--------	اکبر ندیم پریس' لاہور
تعداد	--------	گیارہ صد
ناشر	--------	مسلم کتابوی' لاہور
قیمت	--------	250/- روپے

ملنے کا پتا

مسلم کتابوی دربار مارکیٹ' لاہور

042-37225605-0321-4477511

Email:raza_muneer@yahoo.com

Muslimkitabevi@gmail.com

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا
نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

مجموعہ رسائل

(۱) اَلْقُبَّۃُ الصُّغرٰی لِلْمُستفیضین عن الْاَوْلیاء
(۲) اسواطُ العذاب علی قوامعِ الْقُبَّاب
(۳) اِثباتِ بناء قُبّہ جات
(۴) پکی قبر اور اُس پر گنبد بنانے کا حکم شرعی
(۵) ہاں! ہمارے لیے اللہ عزوجل کافی ہے۔

مصنفین

(۱) حضرت علامہ سیّد محمد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ
(۲) حضرت علامہ سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ
(۳) حضرت علامہ اَبوالبرکات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
(۴) حضرت سیّد ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
(۵) حضرت علامہ مولانا محمد شکیل احمد سبحانی

ملنے کا پتا

مسلم کتابوی دربار مارکیٹ' لاہور

042-37225605-0321-4477511

Email:raza_muneer@yahoo.com

Muslimkitabevi@gmail.com

القبۃ الصغریٰ

لِلمُستفیضین عن الاولیاء

موضوع

دلائل اِثباتِ قبّہ جات

بر قبورِ اولیاء و صلحاء

برائے راحتِ زائرین و امتیاز مشاہد مقدّسہ

فخر العلماء استاذ العصر حضرت علامہ مولانا ابو محمد
سید محمد دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(بانی دار العلوم حزب الاحناف لاہور)

مسلم کتابوی دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقابر و مقامات و مساجد کا ڈھا دینا وہابیہ ہند کے نزدیک قابلِ الزام نہیں

ابن سعود نے سرزمین حرم میں جو مظالم کئے ہیں۔ انہوں نے مسلمانانِ عالم کو تڑپا دیا ہے، لیکن تعجب ہے کہ اُس کے حامی باوصف دعویٰ علم وفضل اُس کی ذلیل ترین حرکات پر پردے ڈالنے بلکہ اس کے خبیث افعال کو جائز ٹھہرانے کے لیے ہر قسم کی طاقتیں صرف کر رہے ہیں۔ اخباروں میں فتووں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ مولوی محمد رفیع۔ مولوی کفایت اللہ۔ مولوی عبدالحلیم۔ مولوی ولایت احمد۔ مولوی عبدالحیّ کے فتوے چھاپے گئے ہیں۔ اُن میں یہ زور دیا گیا ہے کہ مزارات پر قبّے بنانا شرعًا ناجائز اور قابلِ انہدام ہے۔ بلکہ بعضوں نے اُس کا ڈھانا واجب کہا ہے۔ اِس سے مُدعا یہ ہے کہ ابن سعود نے جو اکابر صحابہ کے مزارات کے ساتھ گستاخیاں کی ہیں۔ اُن سب کو جائز قرار دیا ہے، لیکن ان کی اس جانکاہی سے بھی مُدعا حاصل نہیں ہوتا۔

ابن سعود نامسعود نے کیا کیا خباثتیں کی ہیں

کیونکہ ابن سعود نے قبروں اور مزاروں کے قبے ہی ڈھانے پر اکتفا نہیں کیا ہے۔ اُس نے مسجدیں بھی

شہید کی ہیں۔ بے گناہوں کو قتل بھی کیا ہے۔ مسجدوں اور مزاروں کے مقام پر نجاستیں بھی ڈالی ہیں، امکنہ متبرکہ کو گدھوں کی لیدوں سے بھی بھر دیا ہے۔ قبروں پر پیٹرول ڈال کر آگ بھی لگائی ہے۔ مسجدوں کی کڑیاں بازاروں میں بکوائی ہیں۔ اگر ابن سعود کو بری کرنا منظور ہے تو ان تمام افعال کو بھی جائز کہیے۔ اتنے فتوے ترتیب دے دیئے جاتے ہیں اور اخباروں کے صفحات کے صفحات اُن سے لبریز ہوتے ہیں، لیکن کہیں یہ فتویٰ نہیں لکھا جاتا کہ مسجد ڈھانے والے کا کیا حکم ہے۔ اُس کو سلطان غازی کہنا۔ اُس کی فتح و نصرت کے لیے دُعا کرنا کیسا ہے۔ باوجود نجدی کے ان افعال کے اور باوجود اِس کے کہ مسلمان اُس سے مقابلہ کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ طائف و مکۂ مکرمہ میں لوگوں نے بے روک ٹوک اُس کو داخل ہونے دیا۔ اس پر لوٹ مار قتل و غارت خونریزی بے حرمتی کے جو واقعات اُس سے ظہور میں آئے۔ یہ وہابی علماء اُس سے چشم پوشی کر لیتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ وہ اُس کے تمام افعال کے حامی ہیں۔ حتیٰ کہ اُس کے لشکر کی نصرت کی دُعائیں کی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ لشکر کفّار کے مقابلہ میں کبھی نہیں آئے اُن کے ظلم کی تلوار مسلمان علماء، سادات، باشندگان بیت الحرام کی گردنوں پر چلتی رہی ہے اور اس کے لشکر اُنہیں پر ظلم و ستم توڑتے رہے ہیں۔ پھر اُس کی نصرت و تائید کی دُعا بتہ دیتی ہے کہ یہ قتل و غارت مفتی صاحب کے نزدیک عین اسلام کے مطابق ہوا اور ہندوستان کے وہابی مفتی بھی نجدی کی طرح تمام مسلمانانِ عالم کو کافر مشرک واجب القتل مباح الدّم جانتے ہیں حتیٰ کہ اس دُعا میں یہ کلمات بھی ہیں:۔ داحق

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

بسیفہ رقاب الطائفۃ الباغیۃ الکفرۃ الظلمۃ۔ یعنی یا رب باغی کافر ظالم گروہ کی گردنیں اُس کی تلوار سے مٹا دے۔ تو اب جو مکہ مکرمہ اور طائف میں بے گناہ مارے گئے یا مارے جارہے ہیں یا مدینہ طیبہ کے حملے میں مارے جائیں یہ تمام دیندار مسٹر محمد علی صاحب کے جامعہ ملیہ کے مُفتی صاحب کے نزدیک کافر فاجر ظالم ہیں۔ یہ عجیب ظلم ہے کہ کسی پر چڑھ کر نہیں گئے۔ اپنی جانوں کی حفاظت تک نہ کرسکے مگر پھر بھی کافر فاجر ظالم باغی ہوئے۔

عجیب واقعہ ہست غریب حادثہ ایست ہیں انا اصطبرت قتیلاً و قاتلے شاکی

جمعیۃ العلماء کے مفتی کفایت اللہ نے تمام اُمّت اسلامیہ صحابہ کرام سے اب تک سارے اہل اسلام کو شرک و کفر کا نشانہ بنایا ہے

جمعیۃ العلماء کے مفتی مولوی کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں :-

اُونچی اُونچی قبریں بنانا ـــــ قبریں پُختہ بنانا ـــــ قبروں پر گنبد اور قبے اور عمارتیں بنانا ـــــ غلاف ڈالنا ـــــ چادریں چڑھانا ـــــ نذریں ماننا ـــــ طواف کرنا ـــــ سجدہ کرنا ـــــ یہ تمام امُور منکرات شرعیہ میں داخل ہیں۔ شریعت مقدسہ اسلامیہ نے ان امُور سے صراحۃً منع فرمایا ہے۔ احادیث صحیحہ میں اس قسم کے امُور کی ممانعت وارد ہے جو شرک یا مفضی الی الشرک ہیں۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) **فائدہ**: حامیان ابن سعود مردود کا کید ہے کہ اس کے اور اخبث افعال سے چشم پوشی کرتے اور قبوں کی بحث لے دوڑتے ہیں۔ ہندوستانی وہابی نجدی ندوی بھی تمام مسلمانانِ عالم کو کافر مشرک جانتے ہیں۔ علماء و مشائخ و سادات و عام اہل اسلام کا قتل

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ان مفتی صاحب نے مذکورۂ بالا تمام امور کو شرک یا مفضی الی الشرک بتا کر تمام اُمّتِ اسلامیہ کو جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی ہیں شرک کا نشانہ بنا دیا اور اس شرک کے احاطہ سے کسی قرن کے مسلمان باہر نہیں جا سکتے۔ ان مفتی صاحب نے یہ بھی تصریح کر دی کہ ابن سعود کے عقائد و اعمال میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جس کو قابلِ الزام قرار دے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جمعیۃ العلماء کے یہ مفتی صاحب نجدی عقائد ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے کسی فعل کو قابلِ الزام بھی نہیں جانتے۔ اب جس قدر بھی مظالم اور مساجد و مقابر کی توہین اور عورتوں کی بے حُرمتی اور بوڑھوں اور بچوں کا قتل وغیرہ جتنے افعال شنیعہ نجدی نے کیے ہیں۔ ان میں سے کوئی ان مفتی صاحب کے نزدیک قابلِ الزام نہیں۔ پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ ابن سعود اور اس کے ہوا خواہ یہ وعدہ کس طرح کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں کوئی خلافِ شرع امر آزار دینے والا کام نہ کیا جائے گا اور ہندوستان کے وہابی اور نجدی کے ہندی قافلہ سالار لیڈران مسلمانوں کو کس طرح بتاتے ہیں کہ اب وہ آئندہ کسی مزار کی توہین نہ کرے گا اور اُس سے کوئی ظلم وقوع میں نہ آئے گا۔ جب اُس کا ظلم اور توہین قابلِ الزام بھی نہ ہو تو اُس کا یہ وعدہ کہ وہ کوئی کام خلافِ شرع نہ کرے گا اور مدینہ طیبہ کا احترام رکھے گا۔ یہ مزارات متبرکہ اور مشاہد مقدسہ اور مساجد کے حفظ و احترام کے معنی میں کس طرح آ سکتا ہے اور مسلمانوں کو اس کی طرف سے مطمئن کرنا یہی معنی رکھتا ہے کہ آج انہیں مغالطہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اور سعودی خباثتیں ان مفتیان وہابی بلکہ ان دونوں کے نزدیک عین اسلام ہے۔ (حاشیہ صفحہ موجودہ) جمعیۃ العلماء کے مفتیوں نے کیوں کہا؟

ڈالا جاتا ہے اور کل اس کے شدید توہین آمیز مظالم پر وہ اعتراض کریں تو انہیں بیوقوف بنایا جائے کہ یہ تو ہم پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ اس کا کوئی فعل قابلِ الزام نہیں ہے جو کچھ وہ کر چکا اس کے ماسوا کوئی اور کام اس نے کیا ہو تو اعتراض کرو۔ ان میں سے تو کوئی بات قابلِ گرفت نہیں ہے۔ اس پر نظر کرتے ہوئے ان فتووں کے جواب کی طرف التفات کرنا میں کچھ ضروری نہ سمجھتا تھا کیونکہ جو لوگ تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک جانتے ہوں اور جن کے مذہب میں مسجدیں ڈھانا تک جائز نا قابلِ الزام ہو۔ اس گروہ کا فتویٰ مسلمانوں کی نظر میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا۔ علاوہ بریں وہ تعصّب کے رنگ میں اس قدر ڈوب کر لکھا گیا ہے کہ عاقل متیقظ اُسی تحریر پہ نظر ڈال کر اُس سے متنفر ہو سکتا ہے۔ یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ نجدی کے افعال کے بعض نجدی کے کمزور حامی یہ قابلِ مضحکہ توجیہ کر دیا کرتے ہیں کہ یہ مظالم اُس کے لشکر نے کیے ہیں۔ اُن سادہ لوحوں کے خیال میں کسی بادشاہ کی طرف وہی فعل منسوب ہو سکتے ہیں جو وہ اپنے ہاتھ سے کرے۔ قلعہ بنانا ــــ مُلک فتح کرنا ــــ مارنا ــــ قتل کرنا کون بادشاہ اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ یہ سب کام اُس کے خُدام لشکری ہی انجام دیتے ہیں۔

حامیانِ ابن سعود مردُود کی ایک قابلِ مضحکہ توجیہ کا ردّ

مگر یہ عجیب قسم کی محبت ہے کہ ابن سعود کے بُرے افعال خادموں کی طرف منسوب کر دیئے جائیں گو اُس کے زبردست حامی جیسے یہ علمائے وہابیہ ہیں۔ وہ اس توجیہ کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ جرأت کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس کے افعال قابلِ الزام نہیں۔ ان بزرگواروں سے میری یہ استدعا ہے کہ جہاں

اُنہوں نے قبوں کی حُرمت اور اُن کے قابل انہدام ہونے پر فتویٰ دے کر ان الزاموں سے نجدی کو بری کرنا چاہا ہے۔ وہاں وہ خُون ریزی اور ہدم مساجد کی اباحت بلکہ وجوب پر اپنا زور قلم صرف کر کے نجدی کی پوری پوری اعانت کریں اور جرأت کے ساتھ اپنے عقیدے اور مذہب کو دُنیا کے سامنے پیش کر دیں۔ چونکہ میرے محترم کرم فرمانے ان فتووں کے جواب لکھنے کے لیے مجھے ایما فرمایا ہے۔ اس لیے میں ان تمام فتووں کو زیر نظر رکھ کر مسئلہ کی اصلی صُورت پیش کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حق بولنے حق لکھنے کی توفیق دے اور تعصب وطرفداری اور سخن پروری کی آفات سے بچائے آمین حسبنا اللہ ونعم المولیٰ ونعم المعین ؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰلہ الطیبین واصحابہ الطاھرین۔ مذکورہ بالا اصحاب کے تمام فتوے میرے زیر نظر ہیں۔ انہوں نے اپنے مُدعا کی تائید میں جس قدر عبارات پیش کی ہیں اُن سب کا مدار چند احادیث پر ہے۔ میں انہیں پہلے ذکر کر دوں۔ اور اس کے بعد ان کے معانی سے بحث کروں کہ بعون اللہ حق واضح ہو جائے۔

ان تمام احادیث کا ذکر جنہیں مخالفین نے اپنی سند بنایا ہے

حدیث نمبر ۱ : لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا	(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائی جنہوں نے انبیاء کی

فائدہ : وہابی وندوی علماء خونریزی وہدم مساجد وغیرہ کے وجوب پر اپنا زورِ قلم صرف کریں ؛

قبور انبیائهم مساجد (بخاری ومسلم)

حدیث نمبر ۲: عن ابن عباس لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج۔ (ابو داؤد۔ ترمذی ونسائی)

حدیث نمبر ۳: عن ابی هیاج الاسدی قال قال لی علی الا ابعثك علی ما بعثنی علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ان لا تدع تمثالا الا طمسته ولا قبرا مشرفا الا سویته (مسلم)

حدیث نمبر ۴: عن جندب قال سمعت النبی صلی الله تعالی علیه وسلم یقول الا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائهم وصالحیهم مساجد الا ولا تتخذوا القبور مساجد انی انهاکم من ذلك ۵ (مسلم)

حدیث نمبر ۵: عن عائشة

جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مسجدیں بنانے اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی۔

۳۔ ابو ہیاج اسدی سے روایت ہے کہ مجھ سے علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ میں تجھے اُس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ وہ یہ کہ تو کسی تصویر کو بے مٹائے نہ چھوڑے اور نہ کسی قبر بلند کو بے برابر کئے۔

۴۔ جندب سے مروی ہے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے خبردار جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے انبیاء و صالحین کی قبروں کو مسجد بناتے تھے۔ خبردار تم قبروں کو مسجد نہ بنانا۔ میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔

۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان ام حبیبة و ام سلمة ذکرتا کنیسة رائیتھا بالحبشة فیھا تصاویر فذکرتا ذلک للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ان اولئک اذا کان فیھم الرجل الصالح فمات بنوا علی قبرہ مسجد وصوروا فیہ تلک الصور اولئک شرار الخلق عند اللہ یوم القیمہ۔

(فتح الباری ص۱۱ ج۲ پ۴)

سے مروی ہے کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک کنیسہ کا ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔ اس میں تصویریں ہیں تو حضور سے یہ ذکر کیا حضور نے فرمایا اُن لوگوں کی یہ حالت تھی کہ جب اُن میں کوئی مرد صالح انتقال فرماتا۔ اُس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے اور اُس میں تصویریں بناتے وہ اللہ کے نزدیک روز قیامت بدترین خلق ہیں۔

حدیث نمبر ۶: اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذ قبور انبیائھم مساجد۔

(رواہ مالک مرسلا مشکوٰۃ ص۷۲)

الٰہی میری قبر کو بُت نہ بنا کہ پوجی جائے۔ اللہ کا غضب اس قوم پر بہت سخت ہے جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔

حدیث نمبر ۷: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبور وان یکتب علیھا وان توطاء (ترمذی مشکوٰۃ ص۴۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ قبروں پر گچ کیا جائے اور ان پر کتابت کی جائے انہیں روندا جائے۔

مسطورہ بالا احادیث اور اُن کے ہم معنی خواہ وہ کتنی ہی ہوں۔ بس یہی

سرمایہ ہے جس پر مفتیان جمعیۃ العلماء جامعہ ملیہ وغیرہ کو اعتماد ہے اور جس کے بھروسہ پر وہ اکابر اسلام کے مزارات منہدم کرنے کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ باقی تمام عبارات جو انہوں نے نقل کی ہیں۔ اُن میں بھی انہیں حدیثوں سے تمسک کیا گیا ہے۔ لہٰذا اب ہمیں یہ تحقیق کرنا ہے کہ آیا احادیث مذکورۂ بالا سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح ہے یا نہیں۔

حدیث نمبر ۱، ۲، ۴، ۵، ۶ میں یہود و نصاریٰ پر انبیاء و صلحاء کی قبروں کو مسجد بنانے کی وجہ سے لعنت فرمائی گئی ہے۔ حدیث نمبر ۳ میں بلند قبر کو برابر کرنے کا ذکر ہے۔ حدیث نمبر ۷ میں قبروں کو پختہ کرنے سے نہی ہے۔

ان احادیث کو بزرگان دین، صلحاء اور انبیاء کے مزارات سے کیا تعلق

ان احادیث کو بزرگانِ دین، صلحاء و انبیاء کے قبہائے مزار سے کیا تعلق ہے۔ اتنا تو اُردو جاننے والا بھی محض ترجمہ سے سمجھ سکتا ہے یہود و نصاریٰ پر انبیاء و صلحاء کی قبروں کو مسجد بنا لینے پر جو لعنت فرمائی گئی ہے اُس کا سبب کیا ہے۔ احادیث کے شروح کی طرف ہاتھ بڑھانے سے قبل پانچویں اور چھٹی حدیث پر نظر کرنے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے۔

پانچویں حدیث پر نظر سے کیا معلوم ہوا

پانچویں حدیث میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اُن لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب ان میں کوئی مرد صالح انتقال فرماتا تو وہ اُس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے اور اُس میں اُن کی تصویریں بناتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزِ قیامت بدترین خلق ہیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اُن کا قبور انبیاء پر مسجد بنانا۔ ان قبور یا تصویر کی عبادت کے

لیے تھا اور یہ بے شک مستحق لعنت ہے۔

چھٹی حدیث کا کیا مطلب ہے

چھٹی حدیث میں اس سے بھی زیادہ صراحت ہے کہ ارشاد فرمایا یارب میری قبر کو بُت نہ بنا کہ پُوجی جائے۔ اللہ کا سخت غضب ہے اس قوم پر جس نے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنایا۔ اس حدیث نے بتادیا کہ قبروں کو مسجد بنانے کے یہ معنیٰ ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے یا کم از کم انہیں قبلہ بنا کر اُن کی طرف نماز پڑھی جائے جیسا کہ ابو مرثد غنوی کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

لا تجلسوا علی القبور ولا تقبلوا الیھا۔ | کہ قبروں پر نہ بیٹھو نہ ان کی طرف کو نماز ادا کرو۔

اس سے خاص قبر کے اوپر نماز بھی ممنوع ہوئی کہ اس میں جُلوس علی القبر ہوگا۔ اور قبر حقِ مقبور ہے والقبر حق للقبور اور اسی وجہ سے حضور نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی اور اس سے اپنی اُمت کو متنبہ فرمایا۔ ہر مسلمان کا ایمان ہے اور ہر مومن قبر کی عبادت کو شرک جانتا ہے ـــــ معاذ اللہ کون مومن ہوگا کہ قبر کو معبود بنائے۔ مسلمانوں پر یہ افتراء ملک گیری کے لیے انہیں مشرک ٹھہرا کر اُن پر جہاد کرنے اور ان کے مِلک و مال لوٹنے کا ذریعہ ہے اور بس۔ جن احادیث میں بناء کی ممانعت ہے ان سے بھی یہی بناء مراد ہے۔ یہ حدیث ان کی بہترین شرح ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ احادیثِ مذکورہ بالا سے قبہ کی حُرمت تو کیا ثابت ہوتی، جس کا ذکر تک ان میں نہیں ہے۔ اور مسجد کی حُرمت بھی ثابت نہیں ہوتی جو قبر کے نزدیک عبادتِ الٰہی کے لیے بنائی گئی ہو۔ آئمہ محدثین

نے بھی اِن احادیث کا یہی مطلب سمجھا ہے۔

محدثین نے ان احادیث کا کیا مطلب سمجھا؟

شیخ العصر اوحد الحفاظ

قاضی القضاۃ علامہ ابو الفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، فتح الباری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں:-

قال البیضاوی لما کانت الیھود والنصاریٰ یسجدون لقبور الانبیاء تعظیماً لشانھم ویجعلونھا قبلۃ یتوجھون فی الصلوٰۃ نحوھا واتخذوھا اوثانا لعنھم و منع المسلمین عن مثل ذلک قال من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منہ لا التعظیم لہ والتوجہ نحوہ فلا یدخل فی ذلک الوعید[2]

بیضاوی نے کہا جبکہ یہود ونصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو بہ نیت تعظیم سجدہ کرتے تھے اوران قبور کو قبلہ بنا کر نماز میں اُن کی طرف مُنہ کرتے تھے اور اُنہیں بُت بنا کر پوجتے تھے تو اللہ ورسول نے اُن پر لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا لیکن جس شخص نے کسی صالح کے مزار کے قریب بقصد تبرک مسجد بنائی اور بہ نیت تعظیم نماز اسکی طرف نہ پڑھی وہ اس وعید میں داخل نہیں۔[1]

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب تبرک کی نیت سے مسجد بنانا جائز ہے اور حدیث میں اس کی ممانعت نہیں۔ اس سے قبوں کا جواز مستفاد ہوتا ہے کیونکہ مخالفین کے نزدیک مسجد وقبہ کا ایک حکم ہے چنانچہ انہوں نے مسجد کے عدم جواز سے قبوں کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے تو مزور مسجد کا جواز قبوں کے جواز کی دلیل ہوا - ۱۲

[2] فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۱

وجه التعليل ان الوعيد على ذلك متناول من اتخذ قبورهم مساجد تعظيما و مغالاة كما صنع اهل الجاهلية جرهم ذلك الى عبادتهم ويتناول من اتخذ امكنة و قبورهم مساجد بان تنابش وترمى عظامهم فهذا يختص بالانبياء ويلحق بهم اتباعهم واما الكفرة فانه لاحرج فى نبش قبورهم اذلاحرج فى اهانتهم۔[1]

وجہ تعلیل یہ ہے کہ یہ وعید اُن لوگوں کو شامل ہے جنہوں نے انبیاء وصالحین کی قبروں کو تعظیماً مسجد بنایا جیسا کہ اہل جاہلیت کا عمل تھا جس میں بڑھتے بڑھتے وہ اُن کی عبادت ہی کرنے لگے اور یہ وعید ان کو بھی شامل ہے جو صالحین کی قبریں اکھاڑ کر اُن کی جگہ مسجدیں بنائیں یہ ممانعت انبیاء اور اُن کے متبعین کے ساتھ خاص ہے۔ کفار کی قبریں کھودنے میں حرج نہیں کیونکہ ان کی اہانت میں حرج نہیں۔

نیز اس میں ہے:—

وما يكره من الصلاة فى القبور يتناول ما اذا وقعت الصلاة على القبر اوالى القبر او بين القبرين وفى ذلك حديث رواه مسلم من طرق الى مرثد الغنوى مرفوعا لاتجلسوا على القبور ولاتقبلوا اليها او عليها قلت وليس هو على

قبروں میں نماز کی کراہت جب ہے کہ نماز قبر کے اُوپر یا قبر کی طرف یا دو قبروں کے درمیان واقع ہو اور اس مسئلہ میں ابو مرثد غنوی کی حدیث امام مسلم نے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قبروں پر نہ بیٹھو۔ ان کی طرف یا ان کے اوپر نماز نہ پڑھو۔ امام ابن حجر

[1] فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ ؎

شرط البخاری فاشار الیہ فی الترجمۃ واورد معہ اثر عمر الدال علی ان النھی عن ذلک لا یقتضی فساد الصلوٰۃ۔[1]

فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر نہیں۔ اس لیے ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا اور اس کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر وارد کیا جو دلالت کرتا ہے کہ یہ نہی نماز کے فساد کی مقتضی نہیں۔

ایسا ہی امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرمایا اور ایسا ہی حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں تحریر فرمایا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:۔

والمتخذین علیھا المساجد والسرج لعنت کردہ است رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسانے را کہ میگیرند بر قبور مسجد ہا یعنی سجدہ برندگان بجانب قبر بقصد تعظیم[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو قبروں کے اوپر مسجد بناتے ہیں۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو قبر کی طرف بقصدِ تعظیم سجدہ کریں۔

قبور کے سامنے مساجد ٹھہرا لینے سے کیا مراد ہے؟

مدارج النبوۃ میں ہے:—

---

[1] فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ [2] اشعۃ اللمعات صفحہ ۲۶۶

مراد از اتخاذ قبور مساجد سجده کردن بجانب قبور است و این ہر دو تقدیر متصور است یکے آں کہ سجدہ بقبور رانند و مقصود عبادت آں دارند چنانکہ بُت پرستاں یعنی پرستند۔

دوم آنکہ مقصود و منظور عبادت مولیٰ تعالیٰ دارند ولیکن اعتقاد کنند کہ توجہ بمقبور ایشاں در نماز و عبادت موجب قرب و رضائے وے تعالیٰ است و موقع عظیم ست تر وحق تعالیٰ از جہت اشتمال وے۔ عبادت و مبالغہ در تعظیم انبیائے وے ایں ہر دو طریق نامرضی و نامشروع ست اول خود شرک جلی و کفر صریح ست و ثانی نیز حرام و ممنوع از اشتمال بر شرک خفی و بر ہر تقدیر لعن متوجہ است۔

و نماز کردن بجانب قبر نبی یا مرد صالح بقصد تبرک و تعظیم

قبروں کو مسجد بنانے سے قبروں کی طرف سجدہ کرنا مُراد ہے اُس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ خاص قبروں کو سجدہ کیا جائے اور ان کی عبادت مقصود ہو۔ جیسے بُت پرست کرتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ مقصود تو عبادت الٰہی ہو لیکن اعتقاد یہ ہو کہ نماز و عبادت میں ان قبور کی طرف منہ کرنا قرب و رضائے الٰہی کا موجب ہے اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک اُس کا بڑا مرتبہ ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کی عبادت اور انبیاء کی غایت تعظیم پر مشتمل ہے یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں۔ پہلا شرک جلی اور کفر خالص ہے اور دوسرا شرک خفی پر مشتمل ہے اور ان میں سے ہر تقدیر پر لعن متوجہ ہے۔

اور انبیاء و صالحین کی قبروں کی طرف تعظیم و تبرک کے ارادہ سے

حرام ست و ہیچ کس را از علماء در آں خلاف نیست اما اگر قریب قبر ایشاں مسجدے بنا کنند تا نماز گزارند تو جہ بجانب آں تا بہ برکت مجاورت بآں موضع کہ مدفنِ جسد مطہر ایشاں ست و نوریت بامداد نورانیت روحانیت ایشاں عبادت کمال و قبول یابد محظورے دریں جا لازم نمی آید وہا کے ندارد ؛

نماز پڑھنا حرام ہے اور علماء میں سے اس میں کسی کو خلاف نہیں لیکن اگر اُن کی قبر کے نزدیک نماز کے لیے کوئی مسجد بنائیں بغیر اس کے کہ نماز میں ان قبروں کی طرف مُنہ کریں۔ اس لیے کہ وہ جگہ جو ان کے جسدِ مطہر کا مَدفن ہے۔ اس کی برکت سے اور اُن کی روحانیت و نورانیت کی امداد سے ہماری عبادت کامل و مقبول ہو۔ اس میں کوئی حرج اور کچھ مضائقہ نہیں ؛

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مفتیانِ جدت طراز نے جو مطلب احادیث سے نکالنا چاہا، وہ صحیح نہیں۔ اور انہیں ان احادیث سے استدلال نہیں پہنچتا۔ درمختار میں ہے :-

ولا یجصص للنھی عنہ ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وھو المختار کما فی کراھۃ السراجیۃ ؛

اور گچ نہ کریں۔ کہ منع ہے چونہ نہ کریں۔ بلند عمارت نہ بنائیں بعض نے فرمایا حرج نہیں اور یہی مختار ہے اسی طرح سراجیہ میں ہے۔

تحقیقِ حدیث نمبر ۳

جس میں حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی اس روایت کا بیان ہے کہ حضور علیہ السّلام نے مجھے مامور فرمایا کہ میں جو تصویر پاؤں محو کردوں

اور جو قبر بلند پاؤں اس کو برابر کر دوں۔

اس حدیث سے استدلال کرنے سے قبل مفتی صاحبان پہ لازم تھا کہ وہ یہ ثابت کرتے کہ وہ قبور مسلمانوں کی تھیں۔

دوم یہ کہ برابر کرنے سے کیا مراد ہے۔ آیا بالکل زمین سے ہموار کر دینا کہ نشان بھی باقی نہ رہے تو یہ سُنّتِ مُتوارثہ سے معارض ہے۔

تیسرے یہ کہ تصاویر کا ذکر قبروں کے ساتھ کیا مناسبت رکھتا ہے۔

جب ان امور کو صاف کر لیتے تب انہیں استدلال کی گنجائش تھی۔ اب میں بالاختصار عرض کر دوں۔ یہ بات تو ہر مومن کے لیے یقینی ہے کہ زمانۂ اقدس میں مسلمانوں کی جو قبور بنیں وہ حضور کے علم و اجازت سے کہ عادت شریف دفن میں شرکت کی تھی اور اپنے نیازمندوں کو اپنی شرکت سے محروم نہیں فرماتے تھے۔ تو جس قدر قبور زمانۂ اقدس میں بنیں صحابہ نے بنائیں حضور کی موجودگی میں بنائیں اور موجودگی نہ بھی ہوتی تو صحابہ کوئی کام بے دریافت کیئے کب کرتے تھے۔ وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو ناجائز طور پر اونچی بن گئی تھیں اور ان کے مٹانے کا حکم دیا۔ یہ بات بالکل عقل سے باہر ہے۔ البتہ کفار کی قبریں بہت بہت اونچی بنائی جاتی تھیں۔ جیسا کہ اب بھی نصاریٰ کی قبریں دیکھی جاتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ڈھانے کا حکم دیا۔ کما فی الصحاح اور کفار کی قبریں ڈھانا جائز بھی ہے۔ مسلمانوں کی قبریں ڈھانا توہین ہے۔

بخاری کی حدیث سے اس کا ثبوت کہ مشرکوں کی قبریں ڈھانے کا حکم سنایا تھا

بخاری شریف میں ہے:
امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بقبور المشرکین فنبشت[1] یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کے لیے حکم فرمایا وہ اکھاڑ دی گئی۔

یہ کہاں سے کہا جاتا ہے کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو مسلمانوں کی قبروں کے لیے حکم تھا یا مشرکین کا حکم مسلمانوں پر چسپاں کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن حجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ میں فرماتے ہیں:-

مسلمانوں کے مقابر محترم ہیں انہیں ڈھانا یا انہیں تصرّف کرنا حرام ہیں	ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ

ای دون غیرھا من قبور الانبیاء واتباعھم لما فی ذلک من الاھانۃ لھم بخلاف المشرکین فانھم لاحرمۃ لھم۔

کیا مشرکین جاہلیت کی قبور اکھاڑ دی جائیں یہ جائز ہے۔ عنوان بات یہ تھی علامہ فرماتے ہیں یعنی ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں ان کی اہانت ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

وفی الحدیث جواز تصرف فی المقبرۃ مملوکۃ بالھبۃ والبیع وجواز نبش قبور الدارسۃ اذالم یکن محترمۃ۔

بخلاف مشرکین کے کہ ان کی کوئی حرمت نہیں۔ یعنی حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ جو مقبرہ ہبہ و بیع سے ملک میں آگیا ہو اسمیں تصرف کیا جائے اور پرانی بوسیدہ قبریں اکھاڑ دی جائیں بشرطیکہ محترمہ نہ ہوں۔

---

[1] فتح الباری جلد ثانی صفحہ ۲۶۱

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی قبریں محترم ہیں۔ اُن کو ڈھانا، اُن میں تصرف کرنا ناجائز اور اُن کی اہانت ہے۔ قبریں اکھاڑنے کا حکم مشرکین کی قبروں کے لیے ہے۔ یہ بالاجمال وَالاقتصار اُن تمام فتووں کی حقیقت ہے جو اخبار "الجمعیۃ" اور "ہمدرد" میں چھپے ہیں۔

مولوی سلیمان ندوی کی تحریر کا ردّ

ایک تحریر مولوی سلیمان صاحب ندوی کی اخبار "زمیندار" میں چھپی ہے۔ اُنہوں نے قبّوں کے جواز و عدم جواز سے تو بحث نہیں کی مگر وہ اس کے درپے ہیں کہ قبّے اکثر مفروض ہیں، لیکن ان کی یہ تحریر نجدی کو جرم سے بَری نہیں کرتی کیونکہ نجدیوں نے مساجد بھی شہید کی ہیں۔ مولوی صاحب نے یہ بھی بحث فرمائی ہے کہ مسجد جس میں سورۂ جنّ نازل نہیں ہوئی تھی اور مسجد انا اعطینا میں سورۂ اعطینا نازل نہیں ہوئی تھی۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ بحث چہ معنی دارد۔ اگر یہی فرض کر لیا جائے تو کیا اُن مساجد کا ڈھانا جائز ہو گیا۔ ہندوستان کی کسی مسجد میں کوئی سورت نازل نہیں ہوئی تو کیا یہاں کی تمام مسجدیں شہید کر دی جائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی قبر کا کسی زمانہ میں واقع ہونا آیا یہ مسائل دینیہ اور احکامِ شرعیّہ میں سے کوئی ایسا مسئلہ ہے جس کے لیے حدیث صحیحُ الاَسناد ضروری ہو اور اگر ایسی حدیث نہ ملے تو وہ قبر بھی ثابت نہ ہو۔ ہندوستان میں لاکھوں اولیاء کے مزار ہیں۔ حدیث کے قاعدہ سے کسی کی اسناد محفوظ و مکتوب نہیں تو کیا یہ ان بزرگوں کی قبریں نہیں ہیں۔ اس سے اُن کا ڈھانا جائز ہو جائے گا۔ مسلمانوں کا نسلاً بعد نسل ایک چیز کی

نسبت خبر دینا کیا مسلمان کے وثوق و اطمینان کے لیے کافی نہیں ہے۔ اگر مولوی صاحب ایسا فرمائیں تو صدہا مثالیں ایسی پیش کی جا سکیں گی جہاں مولوی صاحب محض نقل و شہرت پر اعتماد فرما کر احکام شرعی جاری کرتے ہوں۔ البتہ جہاں نقل و مخالف موجود ہو وہاں عذر کی حاجت ہوتی ہے۔ اُس میں بھی جب تک قبر ہونے کا بطلان یقینی نہ ہو جائے۔ اُس کو ڈھانے کا جواز محض ادعا ہے جس کی کوئی سند مولوی صاحب کے پاس نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مقام ابواء میں بنائی گئی۔ یہ مسلّم لیکن اس حدیث پر بھی تو نظر رہے جو طبرانی اور ابن شاہین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نزل بالجعول کیشیا حزینا وفی روایت وھو باک حزین فاقام بہ ماشاء اللہ ثم رجع مسرورا قال یخاطب عائشۃ رضی اللہ عنہا سالت ربی فاحیا لی امی فامنت بی ثم ردھا۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جعول میں ایک اُونچی جگہ ٹھہرے اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم غمگین تھے اور گریہ فرماتے تھے۔ وہاں کچھ دیر قیام فرمایا اور پھر مسرور واپس تشریف لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خطاب فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی اُس نے میرے لئے والدہ کو زندہ کیا

پھر وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ پھر انہیں واپس کردیا۔ جحُول مکہ مکرمہ کا قبرستان ہے جس کو جنت المعلیٰ کہتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مکہ مکرمہ میں ہے۔ اس میں علماء نے اس طرح تطبیق دی ہے۔

وقیل جمعا بین الروایتین انها دفنت اولاً بالابواء ثم نبشت ونقلت الی مکة ودفنت بالجحول۔	کہ پہلے اَبوَاء میں دفن کی گئیں۔ پھر وہاں سے مکہ کی طرف نقل کر کے جحُول میں دفن کی گئیں[1]

حرمین طیبین کی طرف اموات کو نقل کرنا، وہاں کے برکات حاصل کرنے کے لیے سلف میں بہت ہوا ہے۔ اب اس قبر کا انکار اور اس پر مضحکہ اپنا ہی مضحکہ ہے۔

مقام میلادِ اقدس

مکانِ میلاد کی نسبت مولوی صاحب نے بہت تہذیب کے خلاف دل آزار الفاظ استعمال کیے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ کا تذکرہ ان لفظوں میں کیا ہے "کہ یہ مقام ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شکمِ مادر سے گر کر اس سطحِ خاکی کو مشرف فرمایا تھا؟" (نقلِ کفر کفر نباشد) گرنے کا لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کرنا ایماندار سے کس طرح متصور ہو۔ کیا جرأت ہے کہ یہ کلمہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کیا گیا۔ یہ ایمان ہو تو آثارِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹانا کچھ تعجب

---

[1] آثارِ محمدیہ وسیرۃ نبویہ للعلامہ سید احمد زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ۔

نہیں۔ مولدِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان بزرگانِ اسلام اور علماءِ دین کی زیارت گاہ رہا ہے۔ اور وہ اس سے تبرّک حاصل کرتے رہے ہیں۔

مولوی صاحب کا تمسخر اس کی تکذیب کے لیے نص نہیں ہوسکتا وہ کہتے ہیں کہ سِیَر کی کتابوں میں تذکرہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سِیَر کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ ان میں خوب تذکرہ ہے نہ ملے تو مجھ سے دریافت کریں، میں حوالہ بتاؤں گا۔ افسوس تعصب میں یہ حال ہے کہ ایسے زبردست واقعات کا انکار کر دیا جاتا ہے۔ آپ نے ابن سعود کی تائید میں بہت زور کی جو بات کہی وہ یہ ہے کہ ان کو یعنی مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھ کر ابن سعود کے بدّو افسروں کا نہیں بلکہ پیکرِ اسلام محیٔ سنت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑیں۔ جنہوں نے شجرۂ رضوان، جس کے نیچے بیٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں بیعت رضوان لی تھی۔ کلہاڑی چلائی اور اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔

کیا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصلی شجرۃُ الرضوان کو کاٹنے کا حکم دیا تھا؟

بات آدمی کو تحقیق سے کہنی چاہیے اور کسی معاملہ میں جتنے پہلو ہوں، اُن سب کو ظاہر کرنا چاہیے۔ یہ نہیں کہ اپنے مطلب کے لیے واقعہ کی شکل مسخ کر دی جائے۔ حدیث شریف میں ہے:۔

عن سعید بن المسیب عن ابیہ قال لقد رأیت الشجرۃ ثم اتیتھا بعد عام فلم اعرفھا و روی عن عمر	یعنی سعید بن مُسیّب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے شجرۂ رضوان کو دیکھا تھا پھر میں ایک سال بعد آیا، اسکو نہ پہچانا۔

بذلك المقام بعد ان ذهبت الشجرة فقال این کانت فجعل بعضهم يقول ههنا و بعضهم يقول ههنا فلما كثر اختلافهم قال سيروا ذهبت الشجرة -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس جگہ پر گزرے بعد اس کے کہ شجرہ جاتا رہا تھا۔ جب اُن میں زیادہ اختلاف ہوا تو فرمایا، کہاں تھا بعض کہنے لگے کہ یہاں اور بعض کہنے لگے کہ یہاں۔ جب اُن میں زیادہ اختلاف ہوا تو فرمایا چلو درخت جاتا رہا۔

اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تجسس فرمانا، مولوی صاحب سوچیں کیا بتاتا ہے علامہ اسمٰعیل حقی، تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں :-

بلغ عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی زمان خلافته ان ناسًا يصلون عندها فتوعدهم وامر بها فقطعت خوفًا ظهور البدعة - انتهى - وروى الامام النسفى فى التيسير انها عميت عليهم من قابل فلم يدروا اين ذهبت يقول الفقير يمكن التوفيق بين الروايتين بانهم لما عميت عليهم ذهبوا يصلون تحت الشجرة على ظن انها هى شجرة البيعة فامر عمر رضى الله عنه بقطعها وفى كشف النور لابن النابلسى اما قول بعض المغرورين باننا نخاف على العوام اذا اعتقدوا اولياء وعظموا قبرة والتمسوا البركة والمعونة منه ان يدركهما اعتقاد ان الاولياء تؤثر فى الوجود

مع اللہ یکفرون ویشرکون باللہ تعالیٰ فنتہاھم عن ذالک ونھدم قبور الاولیاء ونرفع البنایات الموضوعۃ علیہا ونزیل الستور عنہا ونجل اھانۃ الاولیاء ظاھراحتی تعلم العوام الجاھلون ان ھؤلاء الاولیاء لوکانوا مؤثرین فی الوجود مع اللہ تعالیٰ لدفعوا عن انفسھم ھذہ الاھانۃ التی نفعلہا معھم فاعلموا ان ھذا الضیع کفراً صراحٌ ماخوذ من قول فرعون علی ماحکاہ اللہ تعالیٰ لہ فی کتابہ القدیم وقال فرعون ذرونی اقتل موسیٰ ولیدع ربہ انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظھر فی الارض الفساد وکیف یجوز ھذا الضیع من اجل الامر الموھوم وھو خوف الضلال علی العامۃ انتھی۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانۂ خلافت میں خبر پہنچی کہ لوگ شجرۃُ الرضوان کے پاس نماز پڑھتے ہیں۔ آپ نے انہیں دھمکایا۔ اور آپ کے حکم سے وہ درخت کاٹا گیا بخوفِ ظہورِ بدعت۔ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسیر میں روایت کیا کہ اگلے سال وہ درخت گم ہوگیا اور کسی نے نہ جانا کہ کہاں گیا: علامہ فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں موافقت کی یہ صورت ہے کہ جب وہ اصلی درخت ناپدید ہوگیا تو لوگ اس گمان سے اور درخت کے نیچے نماز پڑھنے لگے کہ وہ ہی درختِ بیعت ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا (یعنی جس کو

لوگوں نے غلط طور پر درخت بیعت گمان کیا تھا نہ کہ اصلی درخت کو) ابن نابلسی کی کشف النور میں ہے بعض مغروروں کا یہ کہہ دینا کہ "ہمیں خوف ہے کہ عام لوگ کسی ولی کے معتقد ہو جائیں اور اُس کی قبر کی تعظیم کریں۔ اور اس سے برکت و مدد طلب کریں تو وہ اس اعتقاد میں گرفتار ہو جائیں گے کہ وہ اولیاء وجود میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مؤثر ہیں۔ یعنی کسی چیز کے پیدا کرنے میں اس کے ساتھ شریک ہیں تو کافر مشرک ہو جائیں گے۔ ہم اُن کو اس سے منع کرتے ہیں اور اولیاء کی قبریں ڈھاتے ہیں اور جو عمارتیں اُن پر بنائی گئی ہیں اُن کو دُور کرتے ہیں اور چادریں ہٹاتے ہیں۔ اور اولیاء کی ظاہری اہانت کرتے ہیں تاکہ عام جاہل جان لیں کہ اگر یہ اولیاء اللہ کے ساتھ وجود میں مؤثر ہوتے تو اپنی ذات سے اس اہانت کو دُور کر دیتے جو ہم اُن کے ساتھ کرتے ہیں"

تو جاننا چاہیے کہ یہ فعل (یعنی اس مقصد سے قبریں ڈھانا اور اُن کی اہانت کرنا) کفر خالص ہے جو فرعون کے اس مقولہ سے ماخوذ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قدیم میں نقل فرمایا کہ "مجھے چھوڑو کہ موسیٰ کو قتل کر ڈالوں۔ اور انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے رب کو پکاریں۔ میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دیں یا زمین میں فساد ظاہر کریں"۔ اور یہ فعل یعنی قبریں ڈھانا ایک اَمرِ موہوم یعنی عوام کی گمراہی کے خوف سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ اب مولوی صاحب اِس میں غور فرمائیں۔ تفسیر میں پورا مسئلہ بیان کر دیا گیا ہے جس کے وہ درپے ہیں۔ اور مولوی صاحب کے قیاسِ فاسد

کا پورا رد آگیا ہے اللہ تعالیٰ راہِ راست دکھائے۔ آمین!

کتبہ

العبد المعتصم بحبل اللہ المتین محمد نعیم الدین

تمت

تقریظ

مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی المرسلین لا سیما علی افضلھم سیدنا و مولٰنا محمد خاتم النبیین و اٰلہ الطیبین وصحبہ الطاھرین وازواجہ الطاھرات امھات المومنین وعلماء ملتہ واولیاء امتہ الراشدین المرشدین الھادین المھدین خصوصاً الامام الھمام سیدنا سید الاعلام امامنا الاعظم وحضرۃ قطب الاقطاب غوث الاغوات محی الملۃ والدین وسائر الائمۃ اجمعین۔

فقیر نے یہ رسالہ ہدایت قبالہ مصنفہ حضرۃ الفاضل الجلیل والعالم النبیل الالمعی اللوذعی الفطین اوستاذ العلماء مولانا المولوی الحافظ الحکیم محمد نعیم الدین خصہم اللہ تعالیٰ بمزید العلم والصدق والیقین

وجعلہم کاسہم نعیم الدین و معین الدین و منیح الدین دیکھا بحمداللہ تعالیٰ اُسے طالب حق کے لیے کافی و وافی اور ہذیلیات ہر معاند کا نافی اور مرضِ نجدیت کے لیے دواء شافی پایا۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت مُصنّف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس رسالہ کو مسلمانوں کے لیے نافعہ بنائے آمین!

حضرت مولانا زید فضلہ نے مُفتیان نجدیہ وندویہ کے خیالاتِ خام اور باطل اَوہام کی خوب خوب صَفر اشکنی فرمائی ہے۔ نہایت وضاحت سے ان کی سفاہتوں، وقاحتوں کو طشت اَز بام فرمایا ہے۔ اُن کا کوئی شبہہ ایسا نہیں رہا جس پر کافی نقض و ابرام نہیں فرمادیا ہے۔ یہ مختصر مگر نہایت جامع رسالہ ازہاق باطل و دفع ظُلماتِ نجدیاں گمراہ وغافل کے لیے حق کا آفتاب نصفُ النہار ہے۔ ہر مصنّف پر یہ مبارک رسالہ دیکھ کر ان نجدیوں وندویوں کی ذلیل ترین حرکات کیادی و مکاری فریب دہی و غداری جیسی گندی صفات روشن و آشکار۔ اگرچہ علماء اہل سُنّت کثرہم اللہ تعالیٰ وشکر سعیہم نے مسئلہ کو واضح فرمادیا اور اب کوئی ادنیٰ خفا باقی نہ رہا۔ ہر مخالف دریدہ دہن کے مُنہ میں پتھر دے دیا۔ اور اس کے لیے مجال دم زدن و بارائے لب جنبا نیدن نہ رکھا۔ مگر اب بھی یہ دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ پر اُس کے علاوہ جو اُن علمائے کرام نے تحریر فرمایا جُزکے جُز لکھے جا سکتے ہیں۔ مگر کیا ضرورت ہے کہ اگر در خانہ کس ست ایک حرف بس است۔ اور مُعاندین کے لیے دفتر بیکار کہ وہ تو سب کچھ دیکھ سُن کر بہرے اندھے بنتے ہیں۔ اور جلوۂ حق سے اپنی مریض آنکھوں میں چکا چوند پاکر انہیں خوب میچ لیتے اور ظلمت کے گروہوں میں گرتے ہیں اور جس زبُوں حال میں

خود ہیں، دوسروں کو بھی اُسی میں مبتلا دیکھنا چاہتے ہیں خود حق سے اندھے ہیں اور دوسروں کی آنکھوں میں بھی خاک اوپلیج کر اپنی طرح گنگوہی بنانا چاہتے ہیں۔

جامعہ ملیہ کے مفتی عبدالحی صاحب نے تو وہ اندھادھند کیا ہے کہ توبہ ہی بھلی ہے

گر ہمیں جامع ست واں مفتی ✲ کار فتویٰ تمام خواہد شد

جس کی حالت یہ ہو کہ اپنے صریح مخالف عبارتیں اپنے موافق جان کر نقل کرے۔ زہر پیئے اور شہد سمجھے، وہ اور فتوے۔ جامعہ ملیہ کا مفتی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آپ کا دعویٰ باطل تو یہ ہے کہ قبّے بنانا قرآن وحدیث وفقہ کی نظر میں ناجائز اور حرام اور ہر قبر وقبّہ واجبُ الاِنہدام ہے اور ابن سعود نے جس قدر قبّوں کو مُنہدم کیا ہے۔ وہ بالکل کتابُ سنّت کے مطابق کیا ہے۔ مگر ہر آنکھ والا دیکھ رہا ہے کہ اُنھوں نے قرآنِ عظیم کی کوئی ایک آیت ایسی نہیں پیش کی جس میں قبّوں کی حرُمت کا کوئی ذکر ہو۔ بلکہ جو آیت پیش کی ہے وہ، وہ ہے جس سے حضرت علّامہ شہاب خفاجی قدس سرّہ نے ان کے جواز پر استدلال فرمایا ہے اگرچہ ابن کثیر وآلوسی وابن تیمیہ سے انہوں نے اس پر ردّ بھی نقل کر دیا مگر اس سے کیا اتنا ہے کہ ان کے نزدیک ابن کثیر وغیرہ کے قول سے حرمت نکلی۔ یہ ابن کثیر وابن تیمیہ کے دامنوں میں کیوں چھُپتے ہیں۔ ان میں کچھ دَم ہے تو قرآنِ عظیم کی کسی آیت سے قبّوں کی حُرمت ثابت کریں اور کتاب کریم سے اُن کا واجبُ الاِنہدام ہونا دکھائیں۔ مگر ہم کہے دیتے ہیں کہ قیامت تک قرآن عظیم کے کسی ایک حرف سے بھی اپنا باطل دعویٰ

ثابت نہ کر سکیں گے۔ تیرھویں صدی کے آلوسی نے حضرت علامہ شہاب خفاجی پر جو رد کیا اُس کا حاصل تو صرف اِتنا ہے کہ اِس آیت سے قبّوں پر استدلال صحیح نہیں۔ بالفرض اُس کی یہ بات قابل قبول ہو۔ تو آپ کا باطل دعویٰ قرآن سے کیونکر ثابت ہوا۔

یونہی ہر عقل والا سمجھ رہا ہے کہ جو احادیث نقل کی گئیں۔ اُن میں حُرمتِ قبّہ سے کوئی علاقہ نہیں۔ قبّوں کا ان میں کہاں ذکر ہے دعویٰ یہ کہ قبّہ بنانا ناجائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ قبر کو سجدہ گاہ نہ ٹھہراؤ۔ اور حدیث میں ہے کہ کوئی قبر اُونچی نہ چھوڑو۔ اگر یوں کتاب و سُنّت سے اپنے دعاوی ثابت کیے جائیں تو وہ کونسا باطل دعویٰ ہے جس کا اہل باطل قرآن و حدیث سے ثبوت نہ دے لیں گے۔

رہی فقہ آپ نے اُس پر جو کچھ ظلم ڈھایا ہے وہ بھی کسی سمجھ دار سے مخفی نہیں۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ مطلقاً قبّہ بنانا حرام اور ہر قبّہ واجبُ الانہدام اور دلیل میں وہ عبارتیں پیش کی جاتی ہیں جو اُن عمارتوں سے متعلق ہیں جو قبرستان وقف میں بنائی جائیں۔ یا ملکِ غیر میں بے اذن مالک بنی ہوں۔ یا اپنے ملک میں محض بے فائدہ بنائی گئی ہوں۔ صرف احکام کے لحاظ سے تعمیر کی گئی ہوں۔ یا محض زینت و تفاخُر کے لیے بنی ہوں۔ علماءِ کرام قدست اسرارہم کی ان عبارتوں میں زینت و احکام وغیرہ الفاظ دیکھ کر ان سے آنکھ چُرا جانا۔ سچ کہنا کتنے بڑے حیا دار کا کام ہے۔

لُطف یہ ہے کہ وہ بھی صرف قبّوں کے متعلق نہیں بلکہ ان میں مساجد مدارس کا بھی ذکر ہے۔ کیوں صاحب مدارس و مساجد کے الفاظ دیکھ کر بھی جو یہ نہ سمجھے کہ ان عبارات کا محمل کیا ہے وہ کتنا بلید و نافہم ہے اور اگر

سمجھ کر اُلٹی کہے تو کیسا عنید وہٹ دھرم ہے۔ اگر آپ کی یہ بات مان لی جائے تو ہم آپ سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے ان عبارات سے مطلقاً قبوں کا حرام و واجب الانہدام ہونا تو ثابت کرنا چاہا۔ مگر جب کہ مساجد و مدارس کا بھی ان میں ذکر تھا تو اُس سے کیوں کنّی بچا گئے۔ یوں آپ پر لازم ہے کہ جس طرح حرمتِ قبّہ کا اعلان کیا ہے اسی طرح آپ علی الاعلان یہ کہتے کہ قرآن و حدیث و فقہ ائمہ اربعہ کی رو سے مدارس و مساجد بنانا حرام اور جو بنے ہوتے ہوں اُن کا مسمار کر دینا اور اُن کے آثار مٹا دینا لازم کیوں ہے صلاح کیا آپ یہ اعلان کرائیں گے اور نہیں تو دیوبند و جامعہ ملیہ اور ایسے ضلالت کے جو اور مدارس ہوں ان کے قلع قمع میں تو اہلِ سُنّت بھی آپ کا ساتھ دیں گے اور اگر کسی دینی مدرسہ کا آپ نے رُخ کیا تو وہ اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ ہوں گے۔ آپ نے ابنِ تیمیہ سے اِستدلال کی زحمت کیوں گوارا کی۔ سرے سے یونہی کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ سب کچھ حرام و شرک ہے۔ اس لیے کہ ہمارا امام محمد بن عبدالوہاب نجدی اپنی کتاب التوحید میں اس کی تصریح کرتا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانوں کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ وہ جس راہ پر گامزن ہیں وہ بالکل صحیح و درست اور نہایت پاک و صاف راہ ہے۔ انہیں ان وہابیوں ندویوں کے فریبوں، کیدوں، مکاریوں سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے۔ جن علماء نے منع فرمایا ہے اور جنہوں نے اجازت دی ہے اُن میں کوئی اختلاف نہیں جسے وہ منع کرتے ہیں اُسے یہ بھی جائز نہیں کہتے۔ جو حضرات منع کرتے ہیں وہ وہاں منع فرماتے ہیں۔ جہاں

وجوہِ منع سے کوئی وجہ منع پائی جائے کہ غیر کی ملک میں بے اجازت تعمیر ہو یا قبرستان وقف میں بے شرط واقف عمارت بنالی جائے یا صرف تفاخر وزینت کے لیے بنائیں یا محض بے فائدہ ایسا کریں اور جہاں یہ کچھ نہ ہو وہاں کیوں ممنوع ٹھہرائیں اور جبکہ علمائے کرام نے اُس کی تصریح فرمادی کہ جواز ہی مختار ومرجح ومفتیٰ بہ ہے تو اب کسی کو کیا گنجائش کلام ہے اور جواب بھی محض بزورِ زبان مخالفت کی جائے تو اس کا قول کیا قابلِ التفات ہو۔ اب آخر میں ہم بعض وہ عبارات جو نظر حاضر میں ہیں سے پیش کریں۔

ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے :-

یکرہ الآجر والخشب ای کرہ ستر اللحد بھما وبالحجارۃ والجص لکن لو کانت الارض رخوۃ جاز ویسنم ای یرفع القبر استحبابا غیر مسطح قدر شبر فی ظاھر الروایۃ وفیہ اباحۃ الزیادۃ ویکرہ بناؤہ بالجص والآجر والخشب لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صفق الریاح وقطر الامطار علی قبر المؤمن کفارۃ لذنوبہ لکن المختار ان التطین غیر مکروہ وکان عصام بن یوسف یطوف حول المدینۃ ویعمر القبور الخربۃ کما فی القھستانی وفی الخزانۃ لا باس بان یوضع حجارۃ علی راس القبور ویکتب علیہ شیٔ وفی المنتقی کرہ ان یکتب علیہ اسم صاحبہ اھ مختصرًا۔

بدائع امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کاشانی قدس اللہ سرہ النورانی میں ہے :-

روی ان عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما لما مات بالطائف صلی علیہ محمد بن الحنفیۃ وجعل قبرہ مسنما وضرب علیہ فسطاطا اھ مختصراً۔

تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے :- اذا خربت القبور فلا باس بتطسیھا۔

جواہر الاخلاطی میں ہے :- وھو الاصح وعلیہ الفتوٰی۔

کفایہ میں ہے :- وان اھیل علیہ التراب لا باس بالحجر والآجر وکذا علی القبران احتیج الی الکتابۃ وفی الجامع الصغیر لقاضی خان رحمۃ اللہ علیہ لا باس بکتابۃ شیئ او بوضع الاحجار علی القبر لیکون علامۃ۔ خاص قبوں کے متعلق تو امام ابن حجر مکی نے نص فرمادی.... کہ علماء و اولیاء وصلحاء کے مزارات طیبہ پر قبہ بنانا قربت ہے کما فی مصباح الانام۔

حضرت علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :-

ضرب الفسطاط ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس للحی لا لاظلال المیت فقد جاز۔

اسی میں ہے :-

اذا علی القبر لغرض صحیح لا لقصد المباھات جاز۔

ان دونوں اماموں حضرت ابن حجر عسقلانی و علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہما نے تو ان مُنہ زوروں کے مُنہ میں پتھر دے دیا ہے۔ یہ متبعین شیخ نجدی، جس علت سے قبوں و مزاروں کے قلع قمع کے درپے ہیں، علمائے کرام اُسی علت سے اُن کے جواز بلکہ استحباب کا فتوٰی دیتے ہیں۔

محبوبانِ الٰہی و مقبولان بارگاہِ رسالت پناہی سے جلنے والے اسی لیے تو منع کرتے ہیں کہ اس میں اُن کی تعظیم ہے اور علماء انہیں اس لیے جائز بلکہ قربت فرماتے ہیں ملاحظہ ہو تفسیر رُوح البیان بناء القبات علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء امر جائز اذا قصد بذلک التعظیم فی اعین العامۃ حتی لایحتقروا صاحب ہذا القبر۔

یہ دشمنِ دین و ایماں جو آج اِس تعظیم محبوبانِ خدا کی وجہ سے ان کے مزاراتِ طیبہ کھود ے ڈالتے ہیں اور اُن کا ہدم واجب ٹھہراتے ہیں۔ خیریت ہوئی کہ انہیں اب تک یہ معلوم نہ ہوا کہ نمازِ جنازہ میں بھی تعظیم میت ہے اور وہ اسی لیے مشروع ہوئی ہے اسی واسطے کافر و باغی و قطاعُ الطریق جن کی اہانت لازم ہے۔ اُن کے جنازہ کی نماز نہیں ہوتی۔ اگر اس طرف انہوں نے توجہ کی تو یہ فرض کفایہ نمازِ جنازہ کو بھی حرام و شرک ٹھہرائیں گے۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے:- ھذہ الصلاۃ شرعت لتعظیم المیت ولھذا تسقط من یجب اھانتہ کالباغی والکافر وقاطع الطریق۔

اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہر فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین!

فقیر مصطفٰے رضا قادری رضوی بریلوی عفی عنہ

(تصحیح کردہ : حضرت مفتی محمد اعجاز الولی الرضوی علیہ الرحمۃ)

مزاراتِ اولیاء کرام پر گنبد بنانے کے بارے میں
مفتیٔ اعظم پاکستان
حضرت علامہ مفتی ابوالبرکات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کا فتوئ مبارکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مزاراتِ طیبہ اولیاء کرام وعلمائے عظام پر بنائے قبہ سلف سے اب تک معمول ہے۔ مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۲۸۷ میں ہے:۔

قد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء المشاهیر لیزورهم الناس ویستریحون بالجلوس فیه الخ	بیشک سلف نے بزرگوں یعنی علماء کرام و اولیائے عظام کی قبور پر عمارت بنانے کو جائز رکھا ہے کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں آرام کریں۔

نیز علامہ اسمٰعیل حقی حنفی اپنی تفسیر روح البیان جلد اوّل صفحہ ۸۶۹ "کشف النور عن اصحاب القبور" سے نقل فرماتے ہیں:۔

ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمی سنة فبناء القباب علی قبور العلماء	بے شک بدعتِ حسنہ جو موافق ہو، مقصودِ شرع کے، اس کا نام سنت ہے تو بنانا قبّوں کا،

بنائے قبہ: گنبد بنانا، سلف: قدیم بزرگانِ اسلام ❁

والاولیاء والصلحاء وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورھم امر جائز اذا کان القصد بذالک التعظیم فی اعین العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب ھذا القبر۔

مزاراتِ علماء اولیاء صلحاء پر اور لٹکانا پردوں کا اور رکھنا عماموں کا اور ان کی قبروں پر، امر جائز ہے جبکہ اس کے ساتھ تعظیم اولیا و علماء مقصود ہو تاکہ عوام الناس مزاراتِ اولیاءِ کرام وعلماءِ عظام کی توہین وتحقیر نہ کریں۔

اخیر میں فرماتے ہیں :-

لا ینبغی النھی عنہ۔ یعنی اس کام سے روکنا نہ چاہیے۔

نیز علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ الشامی ردّ المحتار جلد اوّل میں فرماتے ہیں :-

لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات الخ

بناء علی القبور مکروہ نہیں ہے، جبکہ میّت مشائخ یا علماء وسادات سے ہو۔

علامہ شیخ احمد طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں :-

لا بأس بہ ھو المختار۔ مذہب مختار یہی ہے کہ اس بنا (قبہ جات) میں کوئی مضائقہ نہیں

علامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ الربانی، میزان کبریٰ صفحہ ۲۵۹ میں قبور پر عمارت بنا، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں :-

قول ابی حنیفہ بجواز ذالک الخ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد رحمۃ اللہ القوی۔ ابو البرکات سید احمد قادری رضوی الوری
نائب صدر حزب الاحناف ہند، لاہور

عمارت بناء : عمارت بنانے کے متعلق ÷

اولیاء و صلحاء کے مزارات مقدسہ پر گنبد بنانے کے جواز پر دلائل و براہین

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیانِ شرع متین اندریں صورت کہ ابن سعود نجدی وہابی نے اور اُس کے حکم سے اُس کے سپہ سالار خالد علیہما ما یستحقہما نے جو مقابر و مساجد جیسے مسجد حمزہ، مسجد جبل نور اور مشاہد متبرکہ کی توہین کی، اُن کو منہدم کیا۔ اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے قبہ کو گرا کر اُن کی قبر مبارک میں گولیاں چلائیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے کہا کہ بہت دن پوجی گئی ہے اب قبر سے نکل کہ ہمارے ساتھ کر اگر کچھ کر سکتی ہے۔

یہی معاملہ طائف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قبہ اور قبر کے ساتھ کیا گیا۔ قبۂ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرانے کے وقت خالد شقی نے کہا کہ اُس عورت یعنی حضرت آمنہ رحمہا اللہ نے یہاں وہ بچہ یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنا تھا لہٰذا یہ جگہ ناپاک نعوذ باللہ گرانے کے قابل ہے اور اب اُس مقام متبرک کو پیشاب پاخانے کی جگہ بنا رکھی ہے۔ اسی طرح اور بہت سے اُس ظالم شقی کے مظالم ہیں جو اہل دہلی اور قصور وغیرہ کے اشتہارات اور

بمبئی وغیرہ کے اخبارات اہلسنت سے ظاہر ہیں اور چشم دید واقعات مذکورہ اور بعض دہلی کی معتبر مطوف وغیرہ سے سُنے ہوئے بتواتر معتبر حاجیوں نے بیان کئے ہیں اور بعض اُنہیں مظلوم حاجیوں نے مشتہر کیے ہیں اور جلسہ فیروز پور اور مسجد وزیر خاں مرحوم میں بیان کیے ہیں اور خلافت کمیٹیاں جواب تک ان واقعات کو چھپا رہی تھیں اب وہ بھی کچھ ایچ پیچ سے اُن مَظالم کا اقرار کر رہی ہیں۔ مگر اخبار زمیندار تمام مظالم کا اقرار کر کے غیر مقلدین سے بھی دو قدم آگے چل رہا ہے اور وہ ان مقامات مقدسہ کو (نعوذ باللہ) مثل لات عزّٰی اور بتوں کے استھانوں کے قرار دے کر نجدی مظالم کی عین اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہا ہے اور غیر مقلدین تو دوسرے مظالم نجدی اور توہین مشاہد سے مُنہ چھپا کر فقط اونچی قبروں کی اور قبّوں کے گرانے پر بہت سی عبارات کتب فقہ نقل کر کے غالباً اپنی بے سمجھی یا حق پوشی سے بذریعہ اشتہار مسلمانوں کو بہکا رہے ہیں۔

لہٰذا مفصّل مطلع فرمائیے کہ اِن عبارات مندرجہ اشتہار راولپنڈی کا جس کی سُرخی "قُبّے اور حنفی علمائے کرام" ہے، کیا مطلب ہے۔ اور پھر اُن مظالم نجدیہ سے مفصّل اطلاع دی جاوے کہ وہ مظالم فی الواقع مظالم اور مخالفِ شریعت ہیں یا موافق شریعت اور عین انصاف۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَنَبِیِّہٖ وَاٰلِہٖ وَحِزْبِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ۔

صورتِ مسئولہ میں سب سے زیادہ قابلِ تحقیق مسئلہ اُونچی قبروں اور قبّوں کا ہے اور دوسرا مسئلہ انہدام مشاہدِ متبرکہ مثل قبّہ مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور تیسرا مسئلہ توہینِ قبور اولیاء اللہ اور صحابہ کرام اور اُمّہات المومنین اور چوتھا مسئلہ انہدام مساجد متبرکہ مثل مسجد جنّ اور مثلِ جبلِ نور کا۔

لہٰذا اس رسالہ کو چار باب پر منقسم کر کے باب اوّل میں تحقیق مسئلہ قبورِ مشرفہ اور قبّوں کی کی جاتی ہے:۔ واللہ ولی التوفیق نعم المولیٰ ونعم الرفیق۔ اللھم ارنی الحقّ حقاً والباطل باطلا اللھم ربّ زدنی علماً بموجبِ حدیثِ صحیح اِنّما الاعمال بالنیات یعنے عملوں کا بدلہ بحسبِ نیت مرتب ہوتا ہے۔ بعض احادیث صحیحہ سے جواز اونچی قبر بنانے اور اُس پر مکان بنا کر اُس مکان میں ادب سے رہنے اور آسائش سے تلاوتِ قرآن مجید وغیرہ پڑھ کر صاحبِ قبر کو ثواب بخشنے کا ثابت ہوتا ہے اور بعض سے بخوفِ پرستش اُونچی قبروں کے برابر کر دینے اور قبّوں کے گرانے کا بخوف بے ادبی اہلِ قبور اولیاء انبیاء لوگوں کو اُن میں مثل گھروں کے بے تکلف رہتا دیکھ کر۔

چنانچہ سنن ابی داؤد جلد سوم صفحہ ۲۰۲، مطبوعہ مطبع انصاری مع عون المعبود میں ہے:۔

عن المطلب قال لما مات عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اخرج بجنازتہ فدفن فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً ان	(ترجمہ) حضرت مطلب سے روایت ہے فرماتے ہیں جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور اُن کا جنازہ نکالا گیا پھر

بأيته بحجر فلم يستطع
حمله فقام اليها رسول الله
صلى الله عليه وسلم وحسر عن
ذراعيه قال كثير قال
المطلب قال الذي يخبرني
ذالك عن رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال كاني
انظر الى بياض ذراعي رسول
الله صلى الله عليه وسلم حين
حسر عنهما ثم حملها
فوضعها عند رأسه وقال
اتعلم بها قبر اخي وادفن
اليه من مات من اهلي
اور صفحہ ۱۸۱ کتاب الجنائز تعلیقات
بخاری شریف میں ہے: قال خارجة
بن زيد رأيتني ونحن شبان
في زمن عثمان رضي الله عنه
وان اشدنا وثبة الذي
يثب قبر عثمان بن مظعون
حتى يجاوزه۔

دفن کر دیئے گئے۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص
کو فرمایا اُس بڑے پتھر کو اُٹھا
لاؤ۔ اُن سے نہ اُٹھ سکا تو آپ
صلی اللہ علیہ وسلم دونوں آستینیں
چڑھا کر کھڑے ہوئے۔ کثیر نے
جو اس حدیث کی سند کی ایک
راوی ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت مطلب
نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو یہ خبر
سنائی فرماتے ہیں کہ حضور کے
آستینیں چڑھانے کے وقت
آپ کے دونوں بازوؤں کی
سپیدی میں نے دیکھی تھی میری
نظروں میں سمائی ہوئی ہے پھر
پتھر کو حضور نے خود اُٹھا کر
حضرت عثمان کے سرہانے قائم
کر دیا اور فرمایا میں اس پتھر سے
اپنے بھائی عثمان کی قبر کی نشانی
قائم کرتا ہوں تاکہ اپنے اہل وعیال
کو اس کے قریب دفن کرتا رہوں۔

اس حدیث سے تو اتنا ہی معلوم ہوا کہ سرہانے قبر کے اُونچا پتھر

قائم کر دیا تھا مگر حضرت خارجہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری قبر اونچی تھی چنانچہ حضرت خارجہ بن زید فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہم جوان تھے اور ہم میں زیادہ کودنے والا وہ جوان گنا جاتا تھا جو حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کی یعنی اُن کی قبر کی مقدار اونچائی کود کر پرلی طرف پہنچ جاوے۔

ان دونوں احادیث ابوداؤد اور بخاری شریف سے اتنی بات ثابت ہوگئی کہ اگر بغرض نشان قبر قائم رکھنے اور اس بات کی پہچان کے لیے کہ یہ قبر فلاں بزرگ کی ہے اگر کچی قبر اتنی اُونچی بنادی جائے اور بغیر آگ سے پکے ہوئے چُونہ کے پتھر سے بلند کر دی جاوے جائز ہے۔ بلکہ سُنّتِ فعلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر نفس قبر پر بنا نہ رکھی جائے بلکہ گرداگرد قبر کے گنبد فراخ یا مکان سایہ دار بغرض حفاظتِ قبر یا اس غرض سے بنا دیا جائے کہ آرام سے تلاوتِ قرآن مجید کر کے اہلِ قبر کو ثواب پہنچایا جائے۔ تلاوت کرنے والوں، فاتحہ خوانوں اور اہلِ قبور اولیاء اللہ سے فیض حاصل کرنے والوں اور اُن کو آرام ملے تو بالاتفاق جائز بلکہ موجبِ ثواب ہے ورنہ جناب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کبھی حجرۂ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں نہ دفن کیے جاتے۔

اور اگر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بقول بعض بوجہ خصوصیت شانِ رسالت دفن کیے گئے تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو تو صحابہ کرام سایۂ حجرہ میں کبھی دفن نہ کرتے تاوقتیکہ پہلے حجرہ کو برابر نہ کر دیتے۔ مگر بجائے برابر کرنے کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

جب مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تعمیر کرائی تو بغرض حفاظتِ حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار کھنچوادی۔ پھر ۸۸ھ زمانہ ولید بن عبدالملک میں حضرت عبداللہ بن زبیر نے اس بناء کو اور محکم کیا اور از سرِ نو منقش پتھروں سے بنوایا حالانکہ بڑے بڑے اکابر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اُس وقت موجود تھے، مگر اس بنا کے متعلق جو گرد اگرد حُجرۂ مقدسہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قائم کی گئی، کسی سے ادنیٰ سا انکار بھی نہیں پایا جاتا۔

چنانچہ صفحہ ۱۲۵ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ مؤلف سید سمہودی رحمۃ اللہ میں ہے:-

عن عمرو بن دینار و عبید اللہ ابن ابی زید رضی اللہ عنہ قالا لم یکن علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حائط فکان اول من بنی علیہ جدارًا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ قال عبید اللہ ابن ابی زید کان جدارہ قصیرا ثم بناہ عبد اللہ بن الزبیر و قال الحسن البصری کنت ادخل بیوت

(ترجمہ) حضرت عمر بن دینار اور عبید اللہ بن ابی زید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ زمانۂ سید الانبیاء سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے گرد چار دیواری نہ تھی بعد دفن ہونے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اُس حجرہ کے گرد چار دیواری حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنوائی۔ عبید اللہ بن ابی زید فرماتے ہیں۔ یہ دیوار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا غلام مراھق وان لالسقف بیدی وکان لکل بیت حجرۃ وکانت حجرہ من الکسۃ من شعیر مربوطۃ فی خشب عرعر۔

اور صفحہ ۱۸۶ بخاری شریف مطبوعہ مطبع محمدی میرٹھ میں ہے:

عن ھشام ابن عروۃ عن ابیہ قال لما سقط علیھم الحائط فی زمان ولید ابن عبد الملک اخذوا فی بنائہ۔

چھوٹی تھی پھر اُس کو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنایا۔

دوسرے مقام پر اسی کتاب میں ہے تعمیر مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نقشین پتھروں سے۔ چنانچہ مصنّف مرحوم فرماتے ہیں کہ اپنے زمانہ کی تعمیر کے وقت مَیں نے بھی اُس دیوار کو دیکھا تھا منقوش پتھروں کی دیوار تھی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ہیں لڑکا قریبُ البلوغ تھا، حضُور کے حجرُوں میں میری آمد و رفت تھی۔ حجرُوں کی چھت سے میں ہاتھ لگا لیا کرتا تھا اور آپ کی ازواجِ مُطہرات کے حجرے بالوں کی چادروں کے تھے جو عرعر کی لکڑیوں سے بُندھی ہوئی تھیں۔ حضرت ہشام عُروہ رحمہما اللہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب چار دیواری حُجرۂ مبارکہ حضرت صدیقہ زمانہ ولید بن عبد لملک میں گرائے گئے پھر سب نے اُسکو ازسرِ نو بنایا۔

ان روایاتِ معتبرہ سے علاوہ اس امر کے کہ اوّل حُجرۂ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بغرض سکونت حضرت صدیقہ اور اظہارِ عظمتِ شانِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شانِ عظمتِ صدیق اکبر قائم رکھا گیا اور پھر بغرض اظہارِ شانِ عظمت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عمر

بن عبدالعزیز نے جو خلفاء راشدین سے باتفاق شمار کیے گئے ہیں، منقوش پتھروں کی گول چار دیواری بنوائی اور اُس پر کسی نے صحابہ کرام سے اس امرِ خاص کے متعلق انکار نہیں کیا۔

تاریخِ روضۂ مقدسہ

جذب القلوب[1] میں ہے کہ عمارت زمانۂ ولید تک کچی اینٹوں کا بنایا ہوا حجرہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گِرد حجرہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کِیلا ہوا تھا، مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بحکم خلیفہ ولید اس کی بنا کو شہید کر کے منقش پتھروں سے اُس حجرہ کو بغیر کسی دروازے کے تعمیر کروایا اور اُس کے گرد بغرض حفاظت ایک اور گول عمارت بلا دروازہ کے تعمیر کروائی۔ پھر ۵۵۰ھ میں جمال الدین اصفہانی صاحب محامد جزیلہ نے محضر علماء کرام میں، بلا انکار کسی منکر کے صَندل کی جالی کا احاطہ اُس کے گرد قائم کیا اور ۵۵۷ھ میں جب بعض نے نصاریٰ مغربی درویشوں کی شکل میں عابد زاہد بن کر گرد روضۂ مقدسہ، ایک مکان لے کر روضۂ مقدسہ کی طرف سُرنگ لگانی شروع کی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین بار خواب میں حکم پا کر سولہ دن میں شام سے مدینہ طیبہ پہنچ کر اُن نصاریٰ کو قتل کرا کے اُن کی لاشیں جلا کر گرداگرد روضۂ مقدسہ کے اتنی گہری بنیاد کھود کر کے کہ پانی نکل آیا تمام بنیاد کو خالص سیسہ پگھلا کر بھروا دیا۔ پھر ۶۷۸ھ میں سلطان قلاؤن صالحی نے یہ گنبد سبز جو اب تک موجود ہے بلا انکار کسی منکر کے بنوایا..... الخ (عبارت مذکورۂ تاریخ

---

[1] جذب القلوب صفحہ ۱۰۸ مطبع نولکشوری ؛

سمہودی علیہ الرحمۃ کی ہے)

یہ امر بھی ظاہر ہوگیا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود دُنیا کی آسائش کو پسند کیا نہ دوسروں کے لیے اپنے مقربین سے پسند فرمایا چنانچہ ازواجِ مطہراتِ سرورِ کائنات بادشاہِ دوجہاں نے جن کی ہیبت سے شاہانِ رُوم و شام کانپتے تھے، ساری عمر کمل اور لکڑی کے بنے حجرہ میں جس کی چھت کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی بسر کردی اور یہی حال آلِ عبا اہلبیت سرور انبیاء کا رہا۔ چنانچہ بخاری شریف[1] میں ہے:-

وَلمّا مات الحسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنھم ضربت امرأته القبة علی قبره سنة ثم رفعت فسمعوا صائحا یقول الاهل وجدوا ما فقدوا فاجابه الآخر بل یئسوا فانقلبوا۔	(ترجمہ) جب حضرت حسن بن حسن بن علی کرم اللہ وجہہ نے انتقال فرمایا اُن کی بیوی نے اُن کی محبت میں اُن کی قبر مبارک پر ویسا ہی جیسے ازواجِ مطہرات کے حجرے تھے خیمہ ڈال کر رہنا شروع

کیا۔ بعد برس روز کے اُس قُبّہ کو اُٹھا کر جب واپس گھر لوٹنے لگیں کسی پکارنے والے کو سُنا کہ وہ کہتا ہے کیا جن کو انہوں نے گم کیا تھا اُن کو پا لیا؟ پھر سُنا کہ کوئی جواب دیتا ہے۔ نہیں بلکہ ناامید ہو کر واپس پھرے۔

روایت ہذا سے ظاہر ہے کہ اپنے رہنے کے لیے قبر پر قبّہ بنانے سے کسی نے صحابہ کرام سے انکار نہیں کیا۔ ہاں اگر کسی نے اعتراض کیا تو وہاں بے سُود رہنے پر اعتراض کیا۔ بناء علیہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب

---

[1] بخاری شریف صفحہ ۱۷۷ مطبوعہ مطبع محمدی۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں تحتِ حدیث ہذا تحریر فرماتے ہیں :-

قولہٗ ضربت امرأته قبتہا۔ الظاھر انه لاجتماع الاحباب للذکر والقراءۃ وحضور الاصحاب بالمغفرۃ والرحمۃ واما حمل فعلھا علی العبث للکروہ کما فعلہ ابن حجر فغیر لائق لصنیع اھل البیت۔

یعنی ظاہر یہ ہے کہ وہ قبہ اس لیے ڈالا گیا تھا کہ اُن کے دوست وہاں جمع ہو کر مشغول ذکر و تلاوت قرآن مجید ہوں اور وہاں آ کر دعاءِ رحمت و مغفرت آرام سے بیٹھ کر صاحبِ قبر کے لیے کرتے رہیں۔

چنانچہ عینی شرح صحیح بخاری[1] میں ہے :-

امّا مصلحۃ المیّت فمثل ان تجمعوا عنده القراء القرآن والذکر فان المیّت ینتفع به۔ روی ابو داؤد من حدیث معقل ابن یسار قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم اقرءوا یٰسٓ ینتفع علی موتاکم واخرجه النسائی وابن ماجۃ ایضاً۔ فالحدیث یدل علی ان المیّت ینتفع

(ترجمہ) قبر پر قرآن پڑھنے میں میت کے لیے یہ مصلحت ہے کہ قبر کے پاس جمع ہو کر قرآن پڑھنے کے لیے اور ذکر اللہ کرنے کو (جیسا کہ عُرسوں میں ہوتا ہے) اس واسطے کہ علاوہ ثواب قرآن پڑھنے سے میت نفع حاصل کرتی ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھو تم یٰسٓ اپنے مُردوں پر

---

[1] عینی شرح بخاری جلد چہارم صفحہ ۲۰۶

بقرأۃ القرآن عندہ وھو حجۃ علی من قال ان المیت لا ینتفع بقرأۃ القرآن۔

اور نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے اور یہ حدیث دال ہے اس امر پر کہ میت کو تلاوتِ قرآن سے نفع پہنچتا ہے اور اس امر کے منکر پر یہ حدیث ہماری حجت ہے۔

اور تفسیر عزیزی میں شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ برس روز تک ابتداءِ موت سے صاحبِ قبر کا تعلق اپنے احباب سے زیادہ رہتا ہے اور قربِ زمانۂ موت میں صاحبِ قبر زیادہ امیدوارِ ایصالِ ثواب رہتا ہے۔ اور اہلِ بیت نبوت کے فعل کو فعل عبث قرار دینا ہرگز شانِ اہلبیت کے لائق نہیں جیسا کہ ابن حجر رحمہ اللہ کا خیال ہے لہذا بحسب اختلافِ نیت قبور پر خیمہ یا قبہ بنانا بحسبِ حاجت و ضرورت مختلف فیہ رہا ہے۔ جن اصحابِ کرام نے بغرض حفاظتِ قبر اور آسائشِ زائرین اور قاریانِ قرآن اور فاتحہ و درود خوانوں کے دو روز تک مناسب سمجھا دو روز تک قبر پر خیمہ تانے رکھا۔ جنہوں نے زیادہ ضرورت سمجھی زیادہ دنوں تک بموجب اُس زمانہ کی حالت کے کہ حجرے بھی ازواج مطہرات کے کمل کے تھے زیادہ دن قائم رکھا جن کا خیال اس جانب ہوا کہ نہ کوئی یہاں آکر تلاوت کرتا ہے نہ بغرض استفاضہ کے صاحبِ قبر سے رہا ہے اور رہتا ہے یوں ہی بے ادبانہ بے تکلف گھر بنا کر رہتا ہے بلکہ محض بنظرِ تفاخر اور مباہاۃ فخریہ خیمہ ڈالتے یا قبہ بناتے ہیں اس سے منع فرمایا۔ چنانچہ منتقی شرح موطا امام مالک رحمہ اللہ میں ہے۔ ابوالولید سلیمان اندلسی مالکی المتوفی ۴۹۴ھ فرماتے ہیں:۔

واما تقصیصھا وھو تبییضھا

(ترجمہ) تقصیص قبر کو قلعی یا سفید مٹی

بالجیرا والتراب الابیض فقد
قال ابن حبیب نھی عن
ذالك والنقش علی القبر
كره ابن القاسم ان یجعل
علی القبر بلاطة ویكتب
فیها ولم یر بالعمود والخشبة
والحجر یعرف بها القبر من غیر
ان یكتب فیها بأسا ووجه
ذالك منع ماتقدم مناه من
المباهاة واباحة ما عرا منها
واما الفسطاط یضرب علی القبر
فقد قال ابن حبیب ضربه
علی قبر المرأة افضل من
ضربه علی قبر الرجل
لما یستر منها عند اقبارها
وضربه عمر رضی الله عنه
علی قبر زینب رضی الله عنها
بنت جحش وكره ضربه علی
قبر الرجل ابن عمر وابوهریرة
وابوسعید الخدری و
ابن المسیب وضربة عائشة

سے سفید کرنے کو کہتے ہیں۔ ابن
حبیب رحمہ اللہ (بخوف فخر ومباہات)
سفید کرنے اور قبر پر نقش ونگار
بنانے سے منع فرماتے ہیں۔ ابن قاسم
رحمہ اللہ قبر پر پتھر بچھا کر اُس پر
لکھنے کو فعل مکروہ سمجھتے تھے اس
واسطے کہ اس میں کوئی غرض
صحیح نہیں معلوم ہوتی اور توہین
حروف کا خوف غالب ہے۔ اور
فرماتے تھے اگر لکڑی یا ستون یا
بڑا پتھر بغیر لکھنے کے بغرض علامت
اور نشان قبر قریب قبر میں نصب
کر دیا جائے کچھ حرج نہیں ہے
اور امورِ مذکورہ سے منع کرنا بھی
جائز ہے جب یہ امور بغرض فخر و
مباہات اور نمائش کے ہوں ورنہ
امور مذکور بھی مباح ہیں البتہ قبر
پر خیمہ ڈالنے کی نسبت ابن حبیب
رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کی
قبر پر خیمہ ڈالنا بہ نسبت مرد کی
قبر کے افضل ہے خصوصاً دفن سے

رضی اللہ عنہا علی قبر اخیہا عبد الرحمٰن وضربہ محمد بن الحنفیۃ علی قبر ابن عباس قال ابن حبیب واراہ واسعا الیوم الیومین والثلثۃ ویبات فیہ ان خیف من نبش اوغیرہ وانما کرھہ من کرھہ لمن ضربہ علی وجہ السمعۃ والمباہاۃ۔ وھکذا فی العینی شرح البخاری۔

پہلے کہ اس میں پردہ پوشی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش پر خیمہ قائم کر دیا تھا۔ البتہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری اور ابن مسیب رحمہم اللہ مرد کی قبر پر خیمہ ڈالنے کو مکروہ جانتے تھے مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رجن کی نسبت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا آدھا علم عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینہ میں ہے) اپنے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکر کی قبر پر خیمہ قائم کیا تھا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاجزادے حضرت محمد بن حنفیہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر مبارک پر رجو طائف میں ہے اور خالد، سپہ سالار ابن سعود نامسعود نے اسی قبر مبارک کے قبہ کو بحکم نجدی مردود شہید کر کے قبر کو اپنی جوتیوں سے پامال کیا۔ اور اُس پر پیشاب کیا اور آخر کار بموجب تحریر اخبار رسالت اور اخبار غالب بمبئی اپنے کیے کی سزا کو پہنچا اور غازیان حجاز اور مدینہ طیبہ کے ہاتھوں زہ اور سپہ سالار دوم سالم غیر مسلم اور اُس کا بیٹا

لہ منتقی شرح مؤطا امام مالک جلد ۲ صفحہ ۲۳ ؎

مقام بدر کی لڑائی میں مثل ابوجہل اور ابی بن خلف کے مارا گیا۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ۔ گو ابن سعود مردود ابھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا اور سُنا ہے کہ اہل مدینہ کو قتل کر رہا ہے اور وہاں کی قبور اور قبتوں پر اور مساجد کو برابر کر رہا ہے۔ اللہ ان خبروں کو غلط کرے۔ ورنہ یاد رہے کہ اب اُس کی ہلاکت کا زمانہ بہت قریب آگیا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے (بروایت بخاری و مسلم شریف)

عن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء۔

(ترجمہ) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بداندیشہ کرے گا کوئی اہل مدینہ کے ساتھ مگر ایسا گھُل جائے گا جیسا نمک پانی میں گھُل جاتا ہے۔

خداوند کریم بہت جلد ابن سعود اور اُس کے نامراد لشکر کے قتل کی بھی خبر سُنادے آمین، ثم آمین!

فقہاء اسلام کے نزدیک بزرگانِ دین کی قبروں پر عمارت اور گنبد بنانا کیسا ہے؟

علامہ ابن حبیب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک حسب ضرورت اور بہ نیتِ خالص جب تک چاہے قبر پر خیمہ قائم رکھے ایک دن دو دن تین دن۔ اور اگر قبر کے اُکھڑنے کا خوف ہو یا کسی اور ضرورت سے تو اُس میں سو بھی رہے تو جائز ہے۔ اور جس کسی نے مکروہ کہا ہے بطریق مباہات اور فخر ان اُمور کو مکروہ لکھا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ نیتِ مباہات اور فخر اور ریا تو نماز کے متعلق بھی سعدی علیہ الرحمۃ اس طرح تحریر فرماتے ہیں

کلیدِ درِ دوزخ است آں نماز ٭ کہ در چشم مردم گذاری دراز

علامہ محمد طاہر حنفی

اور نیز مجمع البحار کی جلد دوم ص ۱۸۷ میں علامہ محمد طاہر حنفی فرماتے ہیں :۔

وقد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء المشاہیر لیزورھم الناس ویستریحون بالجلوس فیہ۔

(ترجمہ) بے شک سلف صالحین کے نزدیک مشائخ اور مشاہیر علماء کی قبروں پر مکان بنانا جائز ہے تاکہ زیارت کرنے والے آئیں اور وہاں آرام سے بیٹھ کر تلاوت قرآن کریم وغیرہ کریں۔

علامہ شیخ احمد طحاوی حنفی

طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۳۵ میں علامہ شیخ احمد طحاوی حنفی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں :۔

وقد اعتاد اھل مصر وضع الاحجار حفظا للقبور عن الاندراس والنبش ولا بأس بہ وفی الدرر ولا یجصص ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا بأس بہ وھو المختار۔

(ترجمہ) بلاشک اہل مصر عادی ہو گئے ہیں۔ قبروں کی حفاظت کی غرض سے قبروں پر پتھر بچھانے کے تاکہ بیٹھ جانے اور کھدنے سے محفوظ رہیں اس میں شرعاً کوئی ڈر نہیں ہے اور درر غرر میں ہے قبر پختہ نہ بنائی جائے اور چھاپی نہ جاوے اور اس پر عمارت بلند نہ بنائی جاوے۔ مگر قول مختار یہی ہے۔"

جو علماء محققین فرماتے ہیں کہ امور مذکورہ جائز ہیں ان میں کوئی ڈر نہیں ہے۔ خود حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بمصلحت بقاء قبر

قبر کا پختہ بنانا جائز ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ چنانچہ صفحہ ۲۵۹ میزان شعرانی میں ہے:۔

ومن ذالك قول الائمة ان القبر لا يبنى ولا يجصص مع قول ابى حنيفة رحمه الله بجواز ذالك فالاول مشدد والثانى مخفف۔

(ترجمہ) یعنی بعض اُن مسائل سے جن میں اختلاف ہے درمیان امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر آئمہ کے ایک یہ مسئلہ بھی ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبر کا پختہ بنانا اور نقش قبر پر مثل دیوار اونچا کرنے کو بناء رکھنا جائز ہے بخلاف دیگر آئمہ کرام کے۔

علّامہ شامی اور ردّ المحتار حاشیہ درمختار کی جلد اوّل صفحہ ۶۶۲ میں علّامہ شامی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔

وفى الاحكام عن جامع الفتاوىٰ وقيل لا يكره البناء اذا كان الميّت من المشائخ والعلماء والسادات۔ الخ

کتاب الاحکام میں جامع الفتاوی سے لکھا ہے اگر میت مشائخ کرام اور علماء کرام اور سادات عظام سے ہے اُن کی قبور پر قبہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جو مکروہ فرماتے ہیں وہ بہ نسبت قبور عوام الناس کے فرماتے ہیں نہ کہ بہ نسبت قبور علماء کرام اور اولیاء عظام۔

علّامہ اسمٰعیل حقی تفسیر روح البیان جلد اوّل صہ ۸۲۹ میں علّامہ اسمٰعیل حقی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔

قال الشيخ عبد الغنى النابلسى "فى كشف النور عن اصحاب القبور"

(ترجمہ) علّامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ اپنی کتاب "کشف النور عن اصحاب القبور"

ماخلاصہ ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمّی سنۃ فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورھم امر جائز اذا کان القصد بذلك التعظیم فی اعین العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب ھذا القبر وکذا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء من باب التعظیم والاجلال ایضاً للاولیاء فالمقصد فیھا مقصد حسن ونذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیماً لھم ومحبۃ فیھم جائز ایضاً لاینبغی النھی عنہ۔

میں بہت بسط سے تحریر فرماتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بدعت حسنہ مقصود شریعت کے موافق ہو اس کو سنّت کہتے ہیں بناءعلیہ قبور علماء صلحاء اولیاء اللہ پر قبّوں کا بنانا قبر پر چادر ڈالنا عمامہ وغیرہ (بغرض اعلام شان) رکھنا ایک امر جائز ہے۔ جب ان امور سے مقصود اظہار شان علم اور اور عظمتِ اولیاء اللہ ہو نظر عوام میں تاکہ وہ صاحب قبر کو حقیر نہ سمجھیں۔ ایسے ہی قندیل اور موم بتیوں کا قبور اولیاء کے پاس روشن کرنا بغرض اظہار شان عظمت وجلال اولیاء اللہ ہوتا ہے اور اس سے مقصد حسن مقصود ہوتا ہے اور نذر زیتون اور موم بتی جلانے کی قبور کے نزدیک بغرض اظہار عظمت اولیاء اللہ اور بقتضاء اظہار محبت جائز ہے اس سے منع کرنا مناسب نہیں۔

خلاصہ:۔ ان تمام احادیث اور اقوالِ فقہاء اور اقوال شُراح حدیث کا یہ ہوا کہ اُونچی قبر بہ نیت پہچانِ صاحبِ قبر اور اظہارِ عظمت

اولیاء اللہ اور قائم رہنے قبر کے زمانہ دراز تک جائز ہے۔ بوجہ اُونچی قبر بنانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کو اور نہ برابر کرنے اُس قبر کے وقت ارشاد فرمانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تصویروں کو مٹانے اور قبروں کے برابر کرنے کے واسطے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جن قبروں کے برابر کرنے کا حکم تھا وہ یہود و نصاریٰ کی قبریں تھیں، یا مشرکوں کی۔ جن قبروں کو یہود و نصاریٰ نے سجدہ گاہ بنا رکھا تھا ورنہ حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ضرور برابر کر دی جاتی۔ اور یہ عبارتِ روح البیان بعینہٖ تحریر المختار لرد المختار میں علامہ فقیہ الاکبر شیخ عبد القادر رافعی فاروقی حنفی مفتیٔ دیارِ مصریہ، علامہ شامی کے اس قول کے تحت میں (وقیل لایکرہ البناء) تحریر فرماتے ہیں:۔

علاوہ ازیں اس قسم کی بہت سی روایتیں موجود ہیں جن کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔ البتہ اکثر صحابۂ کرام بمقتضاء محبت خیر الانام چونکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادوں کی قبر بقدر کوہانِ شتر اُونچی رکھی تھی۔ اُونچی قبر رکھنے کو پسند نہیں فرماتے تھے اور بمقتضاء حدیث مذکورہ بخاری شریف حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کی قبر کو اُونچی دیکھ کر مسلمانوں کی اُونچی قبر پر انکار نہیں کر سکتے تھے، اس لیے کہ یہ انکار فعلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انکار تھا۔ لامحالہ فعلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت قبر عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ بیان جواز پر محمول ہوگا۔ اسی واسطے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے جب مقام رودس میں ایک صحابی کا انتقال ہوگیا اُنہوں نے اُن

کی قبر کو اُسی انداز پر برابر کرا کے رکھا۔ شراح حدیث فرماتے ہیں کہ مراد برابر کرنے سے یہی ہے کہ اُونچی قبر نہ بنائی بلکہ بقصد کوہان شتر رکھی۔ جب رودس ملک رُوم تک مسلمانوں میں یہ امر رائج ہو گیا تھا کہ قبر اُونچی نہیں رکھتے تھے۔ لامحالہ یہ جو ص۳۱ جلد سوم مسلم شریف میں ہے۔

عن ابی الہیاج الاسدی قال قال لی علی ابن ابی طالب الا ابعثك علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لا تدع تمثالا الا طمسته ولا قبرا مشرفا الا سویته۔

(ترجمہ) حضرت ابوالہیاج اسدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ کیا نہ بھیجوں میں تجھ کو اُس کام پر جس کام پر مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا تھا اور فرمایا تھا کہ کسی تصویر کو مت چھوڑو مگر اُس کو برابر کر دو اور کسی اُونچی قبر کو نہ چھوڑو مگر اُس کو برابر کر دو۔

اس حدیث کے یہی معنیٰ ہیں کہ مشرکوں کے بتوں کے ساتھ ہی یہود و نصاریٰ کی قبروں کو نہ چھوڑو مگر اُس کو برابر کر دو نہ کہ مسلمانوں کی قبروں کو اس واسطے کہ یہود و نصاریٰ ہی زیادہ اُونچی قبریں بناتے تھے اور جیسے مشرک بتوں کو پُوجتے تھے یہود و نصاریٰ قبروں کو پُوجتے تھے اور قبروں پر مسجدیں بنا کر قبروں کو سجدہ کرتے تھے۔

چنانچہ صفحہ ۱۷۷ بخاری شریف میں ہے:-

عن عائشة رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضه الذی مات فیه

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

لعن اللّٰہ الیھود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائھم مساجد قالت لولا ذالک لابرز قبرہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم غیرانی اخشٰی ان یتخذ مسجدا۔

علیہ وسلم نے اپنی اُس مرض میں کہ جس میں حضور اس عالم دُنیا سے تشریف لے گئے ارشاد فرمایا کہ لعنت کیجئو اللّٰہ یہود و نصارٰی پر کہ اُنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا (یعنی قبروں کو آگے لے کر سجدہ کیا کرتے تھے) فرمایا حضرت صدیقہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا نے اگر حضور کی قبر کی طرف لوگوں کے سجدہ کرنے کا خوف نہ ہوتا تو آپ کی قبر مبارک ظاہر میدان میں رکھی جاتی نہ کہ حجرہ میں، اور حجرہ میں قبر مبارک رکھنے سے یہ احتمال مطلقاً منقطع ہو گیا۔ چنانچہ صفحہ ۲۷۹ جلد اوّل ردّالمختار میں ہے تحت عبارت ذیل درالمختار:۔

(وتکرہ فی اماکن کمقبرۃ) لان اصل عبادۃ الاصنام اتخاذ قبور الصالحین مساجد وقیل لانہ تشبہ بالیھود والنصارٰی وعلیہا مشٰی فی الخانیۃ۔

(ترجمہ) یعنی قبرستان میں نماز مکروہ ہونے کی علت یہی ہے کہ صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے اور اُن کی تصویروں کو پُوجتے تھے اور بعض نے کہا علت کراہت یہود و نصارٰی کی مشابہت ہے۔ اور مختار قاضی خان علیہ الرحمۃ اُن کے فتاوٰی میں بھی ہے۔ چنانچہ صراحتاً دوسری حدیث میں حضور سرورِ عالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمادیا لا تجعلوا قبری وثنا یعبد یعنی مت بناؤ تم میری قبر کو بُت کہ پُوجی جاوے۔ چنانچہ عینی شرح بخاری شریف میں ہے:۔

لہ عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۳

وانمانهی عنه لاتخاذهم القبور الصور الهة وفیہ دلیل علی تحریم تصویر الحیوان خصوصا الآدمی الصالح وفیه منع بناء المساجد علی القبور ومقتضاہ التحریم کیف وقد ثبت اللعن علیه واما الشافعی واصحابه فصرحوا بالکراهة وقال البندنیجی والمراد ان یسوی القبر مسجدا فیصلی فوقه وقال انه یکره ان یبنی عندہ مسجد فیصلی فیہ الی القبر واما المقبرة الدائرة اذا بنی فیها مسجد لیصلی فیہ فلم ار فیه بأسا لان المقابر وقف وکذا المسجد فمعناھما واحد وقد ذکرنا عن قریب مذاهب العلماء فی الصلوٰة علی القبر وقال البیضاوی لما کانت الیهود والنصاریٰ یسجدون لقبور الانبیاء

(ترجمہ) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر مسجد بنانے سے اس واسطے منع فرمایا کہ مشرکوں نے قبروں اور تصویروں کو معبود بنا لیا تھا اور اس حدیث میں دلیل ہے حرمت تصویر بنانے جاندار کی اور نیک آدمیوں کی اور بنانے مسجدوں کی قبروں پر اس لیے کہ ایسے لوگوں پر لعنت کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اُن کے شاگرد بالتصریح مکروہ فرماتے ہیں علامہ بندنیجی فرماتے ہیں کہ مراد حدیث میں قبروں کو برابر کر کر اُن پر مسجد بنا کر اُن پر نماز پڑھنے سے ممانعت ہے چنانچہ فرماتے ہیں قبر کے قریب مسجد بنا کر قبر کی طرف نماز پڑھنا مکروہ ہے اور قبرستان عام میں قبروں کو چھوڑ کر مسجد بنا کر اُن میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ مسجد اور مقبرہ دونوں

تعظیما لشأنهم و یجعلونها قبلة یتوجهون فی الصلوٰة نحوها واتخذوها اوثانا لعنهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومنع المسلمین عن مثل ذالك فاما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرك بالقرب منه لا للتعظیم له ولا للتوجه الیه فلا یدخل فی الوعید المذکور[1]

وقف ہوتے ہیں۔ دونوں کا ایک مطلب ہے، یعنی نفع اٹھانا تمام سُنّی مسلمانوں کا۔ چنانچہ زمین قبرستان میں نماز کے متعلق جو اقوالِ علماء تھے ہم بیان کر چکے ہیں۔ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں چونکہ یہود و نصاریٰ تعظیماً انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور اُن کو قبلہ بنا کر اُن کی طرف نماز میں مُنہ کرتے تھے اور اُن کو بُت بنا لیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر لعنت کی۔ اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع فرمایا اور بطریق تبرک صالحین کی قبر کے قریب مسجد بنا کر اگر اس طرح نماز پڑھی جاوے کہ قبر کی طرف مُنہ نہ ہو تو وعید لعنت کا کوئی نمازی مستحق نہیں ہو سکتا۔

اور حدیث لا تتخذوا قبری عیدا کے معنی تو تمام دیوبندیوں کے حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ نے یہی لکھے ہیں کہ "فقط سال بسال ہی عید کی طرح میری قبر پر آنا مقرر نہ کرو بلکہ ہمیشہ آتے رہنا۔"

اور حدیث مذکور کے بعینہٖ یہی معنے حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہٗ صفحہ ۲۰۲ جذب القلوب میں حافظ منذری اور علامہ تاج الدین سبکی رحمہما اللہ سے نقل فرماتے ہیں اور یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ میری قبر کو عید

---

[1] عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۵۲

کی طرح مثل ٹپہ وغیرہ جائز کھیلوں کی جگہ بھی نہ بنانا کہ کبھی بوجہ بے ادبی معتوب نہ ہو جاؤ۔ واللہ اعلم۔

اور فتاوٰی ہندیہ باب آداب المسجد میں ہے:۔

وھذا کلہ (یعنی) کراھۃ الصلوٰۃ الی القبر وغیرہ اذا لم یکن بین المصلی وبین ھذہ المواضع حائط او سترۃ اما اذا کان لا یکرہ [1]۔

(ترجمہ) یعنی قبر وغیرہ کی طرف نماز پڑھنا تب مکروہ ہے جب درمیان میں نمازی اور قبر کے دیوار یا سترہ نہ ہو اور اگر درمیان میں دیوار سترہ ہو قطعاً مکروہ نہیں۔

اور جب حجرہ یا گنبد میں قبر چھپی ہے اور حجرہ یا گنبد کی طرف رُخ کر کے کوئی نماز پڑھے تو نہ مشابہت یہود و نصاریٰ ہوگی نہ خوفِ پرستش۔ غالباً اسی غرض سے حسب فرمان صدیقہ رضی اللہ عنہا سلف سے اب تک انبیاء اولیاء و مشائخ کی قبور کے گرد گنبد بنتے چلے آئے ہیں۔ ہکذا فی العینی شرح البخاری جز ۴ صفحہ ۱۵۰

عمدۃ القاری یعنے عینی میں بخاری شریف کی اسی روایت کی شرح میں مسطور ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی قبر پر خیمہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا او لڑکے اس کو علیٰحدہ کر دے اُن کے عمل کا سایہ اُن کو کافی ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

وھی الاشارۃ الی ان ضرب الفسطاط لغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلا للاحیاء لا لاظلال المیت جاز الخ [2]

(ترجمہ) اور یہ یعنے حضرت عبداللہ بن عمر کا فرمانا کہ ان کو ان کے عمل کا سایہ کافی ہے۔ اشارہ ہے اس طرف کہ اگر قبر پر خیمہ یا قبہ زندہ

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

فاتحہ خوانوں کے دھوپ سے بچنے کی غرض صحیح سے بنایا جاوے نہ کہ میّت پر سایہ رہنے کی نیّت سے تو جائز ہے۔

چنانچہ بدائع الصنائع میں بھی ہے: ــــــــــ

روی ان عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہما المامات بالطائف صلے علیہ محمد بن الحنفیہ وکبر علیہ اربعا وجعل لہ لحدا وادخلہ القبر من قبل القبلۃ وجعل قبرہ سنما وضرب علیہ فسطاطا[1]

(ترجمہ) یعنی جب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا طائف میں انتقال ہوا تو حضرت محمد بن حنفیہ علاتی بھائی حضرات امام حسنین رضی اللہ عنہما نے چار تکبیر کے ساتھ اُن کی نماز جنازہ ادا کی اور بغلی میں قبلہ کی طرف سے داخل کیا اور اُن کی قبر کوہان شتر کے برابر بنائی اور اُس پر خیمہ قائم کیا۔"

لہٰذا جنہوں نے جائز کہا ہے بصورت غرض صحیح جائز فرمایا ہے اور جنہوں نے منع فرمایا ہے میّت پر سایہ رہنے کی نیّت سے بنانے کو منع فرمایا ہے اور یہ سب احکام بغرض صحیح اور بلا غرض کے بہ نسبت اُس زمانہ کے اور اُن ملکوں کے ہے جہاں جس وقت ہزاروں آثار عظمت و شوکتِ اسلام موجود تھے بخلاف اس زمانہ کفر و الحاد اور ضعفِ اسلام کے کہ آجکل عام مُسلمانوں اور مُشرکوں اور کافروں پر اگر عظمتِ اسلامی کا اثر ہے تو

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] فتاوٰی ہندیہ باب آداب المسجد جلد پنجم صفحہ ۳۵۴۔

[2] عمدۃ القاری جلد چہارم صفحہ ۲۰۴۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] بدائع الصنائع جلد اوّل صفحہ ۳۲۰؛

انہیں بزرگانِ دین کی باعظمت مزاروں کی بدولت ہے لہٰذا مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ شرح سفر السعادت کے ص۲۷۲ میں تحتِ عبارت "و نہی فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ بر قبرہا مساجد بنا کنند الخ"... تحریر فرماتے ہیں کہ :-

جو کچھ علامہ مجدالدین فیروزآبادی مصنف سفر السعادت نے تحریر فرمایا کہ "قبروں پر بناء کرنے اور چراغ جلانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا حق ہے"

اور اس بحث میں صحیح حدیثیں آئی ہیں اور زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین میں اسی سُنّت پر عملدرآمد تھا لیکن بعد زمانہ خلفاء راشدین میں اسی سنّت پر عملدرآمد تھا۔ لیکن بعد زمانہ خلفاءِ راشدین یہ تکلّفات بہ نسبت قبورِ اولیاء اللہ پیدا ہوئے اور چونکہ عوام کی نظر ظاہری شان و عظمت پر ہوتی ہے اس آخر زمانہ میں یہی مصلحت سمجھی گئی کہ شوکت اور عظمت اہلِ اسلام اور صالحین عظام اور مشائخ کرام کفّار اور عوام کے دِل میں بغیر تکلّفات ظاہری کے نہیں ہوتی۔ خصوصًا ہندوستان میں جہاں اَعداءِ دین[1] مشرکین ہنود اور کفّار بہت ہیں اور ان مزاراتِ اولیاء اللہ کی شان شاہانہ کو دیکھ کر ہنود کے دل پر رُعب پڑتا ہے اور مُطیع اسلام بنے رہتے ہیں اور بہت افعال و اعمال اور طریقے وہ ہیں کہ سَلف اُن کو مکروہ سمجھتے تھے اور اس زمانہ میں مُستحسن سمجھے جاتے ہیں۔ علاوہ بریں اگر جاہل بے دین نام کے مُسلمان کوئی فعلِ شنیع کریں تو اس سے ساحَتِ[2] عزّتِ اولیاء

---

[1] اَعداءِ دین : دینِ اسلام کے دشمن [2] سَاحَت : آنگن، صحن، دامن۔

اللہ پاک ہے۔ اُن سے اُن کی ارواح مبارکہ ہرگز خوش نہیں ہوتیں ۔"
انتہی خلاصۂ ترجمہ۔ اور اس سے بہت کچھ زائد علامہ اسماعیل حنفی رحمہ اللہ، علامہ عبدالغنی بابلسی رحمہ اللہ سے تفسیر رُوح البیان میں اور علامہ ابن عابدین شامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی قبور کی محافظت، حُرمت، نام و نشان، اظہارِ عظمت و شان و سہولت زائرین (برائے سلام و فاتحہ خوانی) کے نقطۂ نظر سے گُنبد والی، اُونچی قبور بنانا جائز ہے

خلاصہ اس تمام تحقیقِ محققین مذکورکا یہ ہوا کہ بغرض محافظت قبر اور علامت اس امر کے کہ یہ قبر فلاں بزرگ کی ہے اگر قبر اُونچی بنائی جائے تو بموجب ہر دو حدیث بخاری شریف جو بہ نسبت قبر مبارک حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ گذر چکیں جائز ہے اور فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بہ نیت اظہارِ شانِ اولیاء اللہ نظر کفار اور عوام الناس میں اور بغیر اس مفاد کے بلا سود اُونچا کرنا مکروہ ہے۔ اور یہی معنے ہیں اُن عبارتوں کے جو کنز الدقائق، بحرالرائق، ہدایہ شرح وقایہ، درمختار شامی طحطاوی، عینی ہدایہ وغیرہ سے۔

سیکرٹری انجمن انصار المسلمین راولپنڈی نے بے دین نجدیوں کی حمایت میں حنفی بن کر اپنے اشتہار میں جس کا عنوان "قُبّے اور حنفی علماء کرام" ہے

حنفی مسلمانوں کو دھوکا میں ڈالا ہے۔ چنانچہ حاشیہ کنز سے بعلامت فتح جو یہ عبارت لکھی ہے ولا یزاد علی الذی اخرج منہ لان الزیادۃ علیہ بمنزلۃ البناء اس کے یہ معنے ہیں کہ جتنی مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے زائد قبر بنانے میں نہ صرف کی جاوے اس واسطے کہ اس سے زائد صرف میں لانا ایسا ہی ہے جیسے قبر پر کسی مکان کی بنیاد قائم کر دی۔ جو موجب توہین قبر اہلِ اسلام ہے۔ چنانچہ بدائع میں بھی ہے:۔

ویکرہ ان یزاد علی تراب القبر الذی خرج منہ لان الزیادۃ علیہ بمنزلۃ البناء وفیہ بعد سطر کرہ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ ان یوطا علی قبر او یجلس علیہ او ینام علیہ او یقضی علیہ حاجۃ من بول او غائط لما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی عن الجلوس علی القبور[1]۔

(ترجمہ) مکروہ ہے قبر کی نکلی ہوئی مٹی کے علاوہ دوسری مٹی سے قبر کا بلا کسی غرض صحیح کے بلند کرنا اس لیے کہ یہ بمنزلہ دیوار بنانے کے ہے قبر پر۔ اسی کتاب میں ایک سطر بعد ہے۔ مکروہ ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ کہ جماع کیا جائے قبر پر یا کھودی جائے قبر پاؤں سے یا بیٹھے اس پر کوئی یا کوئی اس پر سوئے یا پیشاب یا پاخانہ کو اس پر بیٹھے۔ اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

اور اگر لا یبنی علیہ کے یہی معنے لیے جاویں کہ قبر پر قبہ نہ بنایا جاوے تو بموجب تحقیقِ مذکورہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ یہ نہی مخصوص ہوگی اُسی

---

[1] بدائع جلد اوّل صفحہ ۳۲۰

صُورت کے ساتھ جب قُبّہ اس نیت سے بنایا جاوے کہ صاحبِ قبر پر سایہ رہے اور صاحبِ قبر سایہ سے نفع اُٹھائے۔ اس لیے کہ بموجب قولِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صاحبِ قبر کو اُس کے نیک عملوں کا سایہ کافی ہے نہ کہ اُس صُورت میں بھی جب اس نیت سے بنایا جائے کہ فاتحہ خوانوں اور بہ نیت ایصالِ ثواب اور نفع پکڑنے میت کے تلاوتِ قرآن سے تلاوت کرنے والوں کے آرام کے لیے بنایا جائے ورنہ حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ ابن اسد اللہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ طائف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قبرِ مبارک پر اُس زمانہ کے قُبّہ اور مکانات کے انداز پر کیوں خیمہ قائم فرماتے اور جب مسلمانوں پر اللہ نے کثرتِ فتوحات سے فراخی کی اور اپنے رہائشی مکانات پختہ بنا کر رہنے لگے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قُبّہ بھی اور نیز دیگر صحابہ کرام اور اہل بیت عظام اور اولیاء اُمت کے بھی قُبّے بغرضِ آسائش زائرینِ فاتحہ خوان پختہ بنائے اور بلا انکار کسی عالمِ ربانی کے آج تک بنتے چلے آئے یا اس لیے بنا دیے گئے تھے کہ کوئی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنا لے اور قبر قُبّہ کے اندر چھپی رہے اور یہود و نصاریٰ کی طرح اگر قبر کی طرف رُخ کر کے کوئی جاہل نماز پڑھنے لگے تو مشابہت پیدا نہ ہو۔ ہاں پہلے بھی گرائے تو اسی نجدی خبیث کے دادا محمد بن عبدالوہاب نے (علیہ) یا اس ظالم بے دین سفاک ابن سعود نے خذلہ اللہ واھلکہ و مراللہ دیارھم وقرب اللہ اجالھم نے۔

کیا مخالفینِ مزاراتِ مُقدّسہ کے اپنے مکانات سنّتِ نبوی کے مُطابق ہیں؟

اور تعجب یہ ہے کہ خود وہ اور اُس کے اتباع نجدیانِ ہند وغیرہ

عُمدہ عُمدہ پُختہ مزیّن مکانوں[1] میں رہتے ہیں اور دعویٰ اتباعِ سُنت کا کرتے ہیں حالانکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم نے اُن خس پوش بالوں سے بنائے ہوتے مکانوں کی تعمیر کو پسند نہ فرمایا بلکہ کچی اینٹوں کا قُبّہ اپنے رہنے کے واسطے بنانے والے ایک صحابی سے سلام و کلام ترک فرما دیا یہاں تک کہ اُس نے قُبّہ کو مسمار کر دیا۔ دیکھو جلد چہارم آخر صفحہ ۵۳۹ و ۵۳۰

سنن ابو داؤد میں ہے :-

عن عبد اللّٰه ابن عمرو قال مرّ بی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وصحبه وسلم وانا اطین حائطا لی انا وامّی فقال ماهذا یا عبد اللّٰه فقلت یا رسول اللّٰه شئ اصلحه فقال الامر اسرع من ذالك۔

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے مکان کی طرف سے جو گذرے اور مجھ کو اور میری والدہ کو اپنے حاطہ مکان کو چھاپتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ عبداللہ یہ مشغولی کیسی ہے۔ میں نے عرض کیا حضور! ہم اس حاطے کو درست کر رہے ہیں۔ فرمایا عبداللہ! موت تو اس سے بھی جلدی آنے والی ہے۔

ابو داؤد کی شرح مسمی بعون المعبود میں ہے جو ایک غیر مقلد کی تالیف ہے کہ علامہ منذری فرماتے ہیں۔ یہ حدیث ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ علامہ ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس

---

[1] جیسا کہ فی زمانہ سعودی بادشاہوں کے بیش بہا قیمتی اور بلند و بالا قلعے اور محلات، جن پر اخبارات و رسائل و حجاج وقت گواہ ہیں ؛

کے بعد یہ دوسری حدیث ہے :-

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج فرای قبۃ مشرفۃ فقال ما ھذہ قال لہ اصحابہ ھذہ الفلان رجل من الانصار قال فسکت وحملھا فی نفسہ حتی اذا جاء صاحبھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسلم علیہ فی الناس اعرض عنہ صنع ذالک مرارًا حتی عرف الرجل الغضب فیہ والاعراض عنہ فشکی ذالک الی اصحابہ فقال واللہ انی لانکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا خرج فرای قبتک فرجع الرجل الی قبتہ فھدمھا حتی سواھا بالارض فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فلم یرھا فقال ما فعلت

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے ایک اُونچا قبّہ دیکھا فرمایا یہ کیا ہے اَصحابِ کرام نے عرض کیا کہ یہ فلاں شخص کا ہے انصار سے۔ آپ چُپ ہو رہے اور یہ بات دل میں رکھی جب اُس مکان والے صحابی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور کو بہت غصّہ میں پایا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے اُن سے مُنہ پھیر لیا یہاں تک کہ اُنہوں نے کئی بار سلام عرض کیا اور حضور نے ہر دفعہ مُنہ پھیر لیا۔ صحابی مذکور نے سمجھ لیا کہ حضور غصّہ میں ہیں اور ناراض ہیں لہٰذا اَصحابِ کرام سے وجہ ناراضگی کی دریافت کی۔ لوگوں نے عرض کیا تمہارا اُونچا مکان دیکھ کر ناراض ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے

القبة قالوا اشكى الينا صاحبها اعراضك عنه فاخبرناه فهدمها فقال اما ان كل بناء وبال على صاحبه الا مالا الا مالا يعنى مالا بد منه واخرج بن ماجة ايضاً هذين الحديثين لكن قال فيه۔

فوراً اُس قُبّہ کو گرا کر زمین سے برابر کر دیا۔ بعدہٗ پھر جب حضور اُس طرف تشریف لائے اور وہ مکان نہ دیکھا تو فرمایا وہ مکان کیا ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا آپ کو اُس مکان کی وجہ سے ناراض پا کر مکان والے نے اُس کو مسمار کر دیا۔

فرمایا مکان مکان بنانے والے پر مُوجب وبال ہے مگر اس قدر جس کے بغیر گذر نہ ہو اور ضروری ہو۔

اور یہ دونوں حدیثیں ابن ماجہ شریف میں بھی ہیں۔ لیکن دوسری حدیث کے آخر میں مروی ہے کہ آپ نے قُبّہ سکونت کے ڈھا دینے والے کے حق میں دو بار فرمایا فیرحمہ اللہ۔ فیرحمہ اللہ ۔ مسکر مشکوٰۃ شریف میں ہے :-

کونسا مال و دولت بُرا نہیں

عن سفیان الثوری رضی اللہ عنہ قال کان المال فیما مضی یکرہ فاما الیوم فھو ترس المؤمن وقال لولا ھذہ الدنانیر لتمندل بنا ھؤلاء

(ترجمہ) حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم سے پہلے زمانے یعنی زمانہ صحابہ کرام میں مال سے کراہت کی جاتی تھی مگر آج وہ مومن کے لیے

الملوك وقال من کان فی یدہ من ھذہ شئی فلیصلحہ فانہ زمان ان احتاج کان اول من یبذل دینه وقال الحلال لا یحتمل الصرف[1]

ڈھال ہے اور فرمایا اگر یہ دینار نہ ہوں تو یہ بادشاہ لوگ ہم کو ہاتھ پونچھنے کا رومال بنا لیں۔ اور فرمایا جس کے پاس ان دیناروں سے کچھ ہو اُس کو چاہیے اچھی طریق پر باتباع شریعت اُن کو خرچ کرے۔ اس واسطے کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ محتاجی کی صورت میں اوّل دین خرچ کرنا پڑتا ہے۔ یعنی آدمی مضطر ہو کر اپنا دین برباد کر دیتا ہے اور فرمایا کہ حلال مال بیجا خرچ کرنے کا احتمال نہیں رکھتا یعنے جو خوفِ خدا سے حلال طریق پر مال حاصل کرے گا وہ خلافِ شریعت خرچ بھی نہیں کرے گا۔

اور صفحہ ۲۱۶ باب معشیۃ اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں ہے:۔

عن شقیق عن ابی مسعود رضی اللہ عنھما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامر بالصدقۃ فینطلق احدنا یتحامل حتی یجیئ بالمد وان لاحدھم الیوم مائۃ الف۔

(ترجمہ) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم کو صدقہ کا حکم فرماتے ہم بوجھ اُٹھا کر مزدوری کر کے ایک مُد یعنی تقریباً ڈھائی پاؤ کھجوریں وغیرہ لاتے اور اب ہمارے پاس ایک لاکھ موجود ہے۔

لہٰذا جیسے زمانِ سابق میں مال رکھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ یکے بلند

---

[1] مشکوٰۃ شریف فصل ثالث باب استحباب المال صفحہ ۲۵۱

مکانوں میں رہنا بھی مکروہ سمجھتے تھے اسی طرح بغرض آرام زائرین اور فاتحہ خوانان خوش آئین قبور اولیاء اللہ پر قُبّے بنانے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے مگر جب بغرض اظہارِ استغنا کے دُنیا داروں پر علماء و صوفیاء کو اتنی مال حاصل کرنے کی ضرورت پڑی کہ وہ بنظرِ حقارت نہ دیکھیں اور ان کی نظروں میں حقیر نہ ہوں اور اُن پر اُن کے واعظ و نصائح کا اچھا اثر پڑے پکے مکانوں میں بھی رہنے کی اگر مال حلال سے حاصل ہوں ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ چھپروں میں رہتا دیکھ کر ذلیل نہ سمجھیں اور اُن کے وعظ و نصائح کو بے وقعتی سے نہ دیکھیں۔

علیٰ ہذا القیاس قُبّے اور زینت ظاہری کی بھی قبور اولیاء اللہ پر ضرورت پڑی کہ کبھی ٹوٹی قبر دیکھ کر کفار یہ نہ سمجھ لیں کہ اکثر مسلمان حالتِ زندگی میں بھی غربت میں رہتے ہیں اور باوجود عالم و فاضل ہونے کے ان کے بزرگوں کی قبروں پر بھی خاک ہی اُڑتی رہتی ہے بلکہ کچی قبر بقدر کُہان شتر کا آج کل تو چند روز میں پتہ بھی نہ چلے کہ کس بزرگ کی قبر ہے چنانچہ یہ عمل بالکل ظاہر و باہر ہے کہ ایسی کچی قبریں چند روز میں بے نام و نشان ہو جاتی ہیں اُن پر فاتحہ پڑھنے کو بھی کوئی نہیں کھڑا ہوتا اسی واسطے شاہانِ سلف، عاشقانِ اولیاء اللہ نے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ، خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ وغیرہ اولیاء اللہ کی قبور کو تہہ خانوں میں بدستور کچی بقدر کُہان شتر رکھ کر اوپر شاندار قُبّے اور بغرض اظہارِ علامت قبر و لحاظِ عظمت اولیاء اللہ شاندار قبروں کی صورت بنا دیئے تاکہ قبر کے اوپر سے لوگ نہ گذریں نہ قبر پر کوئی بیٹھے۔ نہ قبر کی طرف کوئی سجدہ کر سکے نہ نماز پڑھ سکے

بلکہ اگر کوئی ناواقف جانب قبر نماز پڑھے بھی تو دیوار قبہ درمیان میں آجائے اور نماز مکروہ نہ ہو۔ کما بتحقیقہ فی العینی وشرح سفر السعادت اس واسطے ابوداؤد مع عون المعبود[1] میں ہے :-

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ حتی تخلص الی جلدہ خیر من ان یجلس علی قبر۔ وعن مرثد الغنوی یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا وعن بشیر مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل قال حانت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظرۃ فاذا رجل یمشی فی القبور علیہ نعلان فقال یا صاحب السبتین ویحک الق بسبتیتک فنظر

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے کہ آدمی آگ کی چنگاری پر بیٹھ جائے کہ وہ کپڑے جلا کر اس کے جسم تک پہنچ جائے۔ حضرت مرثد غنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مت بیٹھو قبروں پر اور نہ نماز پڑھو تم قبروں کی طرف یعنی بلا حائل ہونے کسی دیوار وغیرہ کے اور حضرت بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کی نظر ایک شخص پر پڑی کہ وہ جوتیوں سے قبروں میں چل رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے جوتیوں والے تجھ پر افسوس ہے جوتی نکال کر

---

[1] ابوداؤد مع عون المعبود جلد ۳ صفحہ ۲۱۰ مطبوعہ مطبع انصاری ؛

الرجل فلما عرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلعہما فرمی بہما۔

چل۔ انہوں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا جوتیاں نکال پھینکیں۔

عون المعبود اگرچہ ایک غیر مقلد کی تالیف ہے مگر اس میں بھی علامہ خطابی اور علامہ سندھی اور علامہ عینی کی شروح سے لکھا ہے کہ بغرض احترام قبور اہلِ اسلام حضور نے جوتیوں سے قبروں میں چلنے پر اعتراض کیا اور صفحہ ۳۲۰ بدائع الصنائع میں ہے :۔

وکرہ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ ان یوطا علی قبر او یجلس علیہ او ینام علیہ او تقضی علیہ حاجۃ من بول او غایۃ لما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نہی عن الجلوس علی القبور۔

(ترجمہ) اور مکروہ سمجھتے تھے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قبروں کے کھوندے جانے کی پاؤں سے اور قبر پر بیٹھنے اور سونے کو اور قبر پر پیشاب کرنے و پاخانہ پھرنے کو اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

اور اسی صفحہ بدائع میں ہے :۔

ولا بأس بزیارۃ القبور والدعاء للاموات ان کانوا مومنین من غیر وطئ القبور لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی کنت نہیتکم عن

(ترجمہ) یعنی مستحب ہے، زیارت قبور اور دعا کرنا اموات کے لیے بغیر اس کے کہ قبریں کھودی جاویں بسبب فرمان عالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ بے شک میں نے تم کو زیارتِ قبور سے منع فرمایا تھا

زیارة القبور الا فزوروها فانها تذکرکم الآخرة ولعمل الامة من لدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم الی یومنا ھذا۔

لیکن اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو اس واسطے کہ زیارت قبور تم کو آخرت کی یاد دلائے گی اور اس واسطے کہ اُمت مرحومہ کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک اسی پر عملدرآمد ہے کہ قبروں کی زیارت کو جاتے اپنے اموات کے لیے دُعائے مغفرت کرتے ہیں خصوصًا اولیاء اللہ کی قبروں پر تو بیٹھ کر تلاوت قرآن مجید کرتے ہیں اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ بن مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ صد۱۲ تفسیر عزیزی میں تحت آیۃ اذا السماء انشقت تحریر فرماتے ہیں :-

وبعض از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اندریں حالت ہم تصرف در دنیا و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اویسیان تحصیل کمالات باطنی از انہا می نمائیند وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات

خود از انہا می طلبند و یابند و
زبانِ حال آنہا در الوقت ہم مترنم
بایں مقالاتست ۔ ع
"من آیم بجاں گرتو آئی بتن"
اور بعینہٖ یہی مضمون بلکہ اس سے بہت زائد مُدلّل باحادیث قاضی
ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ تحت آیۃ کریمہ ولا تقولوا لمن
یقتل فی سبیل اللہ الآیۃ صد۲۲ پارہ سیقول تفسیر مظہری میں تحریر
فرماتے ہیں من شاء فلینظر۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

مسئلہ قبور و قبہ جات

افاضۂ امام الوقت ملک العلماء حضرت مولانا عبدالباری صاحب قبلہ فرنگی محلی

(منقول از اخبار "ہمدرد" دہلی مورخہ ۱۶ صفر ۱۳۴۴ھ)

مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ درخت جس کے نیچے بیعت الرضوان میں حضور نے سایہ لیا تھا بخوفِ پرستش کھدوا ڈالا مگر یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ صحابہ کے وقت میں مآثر پر جو مساجد تھے اُن کو حضرت نے کھودنے کا حکم نہیں دیا حالانکہ لوگوں کی زیارت پسند نہیں کی چنانچہ اپنے ساتھی سے کہا کہ ان مساجد پر اگر وقتِ نماز ہو تو پڑھ لیا کرو اور فرمایا کہ اگلی اُمتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں کہ انہوں نے معبد ایسے مآثر پر بنایا تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ صحابہ میں لوگ اس کی زیارت کرتے تھے حضرت کے تشددات کے باوجود انہوں نے نہ تو لوگوں کو زیارت اور نماز سے باز رکھا نہ مساجد کو شکست کرایا تفصیل اس کی غالباً مولوی عنایت اللہ صاحب کے مضمون میں ہوگی اس واقعہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کنز العمال میں روایت کیا ہے۔

مسجد ہر حالت میں قابلِ احترام ہے خصوصاً وہ مساجد جو مآثر متبرکہ میں ہوں، میں نہیں سمجھتا کہ نجدی یہ کیوں کرتے ہیں اور مزار کے قبوں اور مساجد

کو کیوں گراتے ہیں۔ سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ ان میں اگلی بربریت اب تک موجود ہے۔ مزارات کے جوار میں مسجد بنانے کو تمام علمائے جائز بتایا ہے اور قرآن شریف سے اس کا جواز اس آیت سے نکلتا ہے جس کو "ہمدرد" نے لکھا ہے آپ اس کو بغور ملاحظہ کیجیئے وہ مساجد بنانے والے خوش اعتقاد اچھے لوگ تھے جیسا کہ تفسیر کبیر سے معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے مسجد مسلمانوں کے لیے بنوائی تھی جیسا کہ مدارک سے معلوم ہوتا ہے۔ ابن کثیر کا اپنا خیال قابلِ احتجاج دیگر کبار علماء کے قابل نہیں ہے جس حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے وہ حدیث اُن کے مدعا پر دلالت کرنے سے قاصر ہے۔

آپ خود ملاحظہ کیجیئے کہ لنتخذن علیھم مسجداً قرآن میں بلا انکار اور اعتراض کے مذکور ہے اور علیٰ بمعنی عند کے ہے اسی وجہ سے مفسرین کہتے ہیں علیٰ باب الکھف برخلاف حدیث کے کہ اسی میں مذکور ہے کہ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد خود قبروں کو وہ سجدہ گاہ بناتے تھے۔ قبروں کو مسجد کرنا اور ان کے قرب میں مساجد بنانا دونوں کا فرق آپ خود ملاحظہ کر سکتے ہیں اس سے تعارض دونوں نصوں میں نہیں ہے اسی وجہ سے ہم قرآن پر بھی عمل کرتے ہیں اور حدیث پر بھی اور کہتے ہیں کہ قرب مقابر اور جوار صالح میں مسجد بنانا مستحسن ہے مگر قبر پر مسجد بنانا ناجائز ہے پہلا امر قرآن سے ثابت ہے اور دوسرا حدیث سے ثابت ہے۔

ہاں جو لوگ اس آیت سے بنا علی القبور کے جواز پر استدلال کرتے ہیں ان کی توجیہ میری سمجھ میں نہیں آتی۔ باوجود اس کے خفاجی اور روح المعانی والے میں زمین آسمان کا فرق ہے پھر موخر الذکر منسوب تو ہب ہیں اُن کے اقوال ان کے بدعات کی تائید میں قابلِ قبول نہیں ہیں۔ بیضاوی اور امام رازی وغیرہ جو تصریح کرتے ہیں وہ قوی ہے۔ الوسی نے جو دلیل بیان کی ہے وہ بھی قابلِ احتجاج نہیں ہے۔ ابھی وہ جو ابن کثیر نے لکھی

ہے آپ خود اس پر غور کریں تو یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ قبور کو مساجد بنانا اور ان کی عبادت کرنا امر آخر ہے اور قبور کے کنارے مسجد بنانا امر آخر ہے حضور کا سر بسجود ہونا مقابر میں خصوصًا لیلۃ البرأت میں متواتر ہے۔

اب رہ گیا مقابر پر قبتوں کا بنانا۔ مجھے بہت حیرت ہوئی کہ جب تلاش کیا تو اس کی ممانعت پر کوئی نص نہیں ملی آپ کی صرف وہی حدیث جس کو میں نے آپ سے زبانی عرض کیا تھا کہ نہی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن البناء علی القبور۔ یہ حدیث حصول مدعا میں غیر کافی ہے نہیں معلوم ہوتا ہے کہ نہی سے کیا مراد ہے نہی تحریمی یا تنزیہی بظاہر نہی تنزیہی ہے جیسا کہ اس طریقہ ادا سے ارشاد فرمایا ہے نہی عن تشئید البناء مضبوط کرنے کو مکانات کے آپ نے رد کا یہ روک ظاہر ہے کہ تنزیہی تھی ورنہ بڑے بڑے عمارات سب کھدوا کر پھینک دینا چاہیے پھر بناء علی القبور سے کیا مراد ہے آیا اس کے گرد اگرد کچھ بنانا یا اس پر بنانا احتمال ہوتا ہے کہ عند کے معنی میں علی ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ معنی مجازی ہیں لہٰذا اس سے خود نفس قبر پہ بنانے کی ممانعت نکل جائے گی کیونکہ جمع بین الحقیقت والمجاز درست نہیں ہے بفرض یہ احتمال مان بھی لیا جائے تو کہا جائے گا کہ یہ حکم عام قبور کا ہے مخصوص قبور کا نہیں ہے اس امر کی تخصیص علماء کی عبارات سے ہے اور خود حضور اقدس کے مزار سے ہے کہ اندر حجرۂ حضرت عائشہ کے ہوا جو سقف تھا۔ گنبد کی تو اس وقت مسجد بھی نہیں تھی جیسی حیثیت مسجد کی تھی ویسی حجرۂ حضرت عائشہ کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے اس کی مرمت کرائی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے نئے سرے سے اس کی تعمیر کرائی۔ صحابہ کے وقت میں بلا انکار کے قبور پہ منڈھوار جسے قبہ کہتے ہیں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بعض نے اس کی مخالفت کی تو وہ بھی بطور کراہت تنزیہی کے ہے۔ نہی خود اس کے امکان و قوع پر دلالت کرتی ہے اور نہی چونکہ تنزیہی ہے تو اس کا اثر اسی قدر ہوگا جو دیگر امور خلاف اولیٰ

کا ہے۔ ملابس اور مساکن و عمارات وغیرہ میں جتنی جتنی وسعت ہوتی گئی مال میں ترقی ہوتی ہے۔ زندوں اور مردوں دونوں کی یکساں حالت ہے۔

یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ صیغہ نہی یعنی لا تفعل سے چاہے تحریم ثابت ہو مگر لفظ نہی سے جس کے معنی روکنے کے ہیں تحریم کا بلا قرینہ ثابت ہونا غیر مسلم ہے ورنہ اسی لفظ سے گرم کھانے سے منع کیا ہے۔ ہر روز کنگھی سے منع کیا ہے۔ دھوپ چھاؤں میں بیٹھنے سے روکا ہے۔ دودھ والے جانوروں کے ذبیحہ سے روکا ہے۔ یہ سب بھی حرام ہو جائیں گے۔ ہاں بعض محرمات کو بھی اسی لفظ سے روکنے کا ذکر ہے تو ان کی تحریم دوسرے نصوص سے ثابت ہے اس واسطے تحریم کا حکم ان پر دیا جاتا ہے لفظ نہی سے تحریم ثابت نہیں کی گئی ہے۔ اوّل درجہ ممانعت کا مکروہ تنزیہی ہے اور خلاف اولیٰ ہے وہی مراد ہو سکتی ہے لیکن یہ بات فروگذاشت نہ ہونا چاہیے کہ خلاف اولیٰ کسی امر آخر سے اور سبب قوی سے مستحسن بلکہ اگر مقدمہ واجب ہو جائے تو واجب ہو جاتا ہے وہ کچھ حرام نہیں ہے جس کا ازالہ لازم ہو۔ بلکہ حرام ظنی بھی حسب تصریح قاضی شوکانی کے اس قابل ہے کہ اس پر سکوت کیا جائے تو جو لوگ قبہ کی تحریم کے قائل ہیں وہ بھی سکوت ہی کو مقدم کرتے ہیں۔ میں نے باتباع اخی المعظم مولانا عبدالحئیؒ مکروہ تنزیہی کا قول اختیار کیا ہے ورنہ عام علماء و اکابر نے قبور صلحاء پر قبہ کا بنانا مستحسن لکھا ہے۔ فقہاء کی عبارتیں یا مجتہدین کے ارشادات میں تحریم کا پتہ نہیں چلتا ہے اور تخصیص کسی کی نہیں ہے حالانکہ نصوص فقہی اکثر مطلق بولے جاتے ہیں مگر وہ مقید ہوتے ہیں کسی نہ کسی معتبر کتاب میں اس کی تخصیص اور قید ظاہر کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ ان احکامات مطلقہ کی قید بھی فقہ میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ اگر بغیر فائدہ یہ عمارت ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر ملک موقوفہ یا ملک غیر میں ہو تو حرام ہے اور اگر فوائد مرتب ہوں تو مکروہ بھی نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے اور ان کے فوائد سے یہ لکھا ہے کہ ان پر

فاتحہ پڑھنے کے لیے جو لوگ آتے ہیں ان کو راحت ہو لوگوں کی نظر میں عظمت اہل قبر کی ظاہر ہو وغیر ذالک۔ امید ہے کہ ان سب کو مصرح مولوی عنایت اللہ سلمہ لکھیں گے۔

قبور پر قبوں کی بجنسہٖ وہی حالت ہے جو مساجد کی ہے۔ ولید کی بنائی ہوئی مسجد ابان بن عثمان کو ناپسند ہوئی۔ کیا شاندار مسجدیں جو سلف کے زمانہ میں تھیں اگر وہ کھود ڈالی جائیں تو بتایئے کہ سنت ہو گا یا بدعت۔ میرے نزدیک تو بدعت ہے اس واسطے کہ اس قسم کے استحکام دنیا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رسم و رواج کے اعتبار سے روکا تھا اور مصارف کی تقلیل کی وجہ سے باز رکھا تھا ورنہ کوئی ایسی شے نہ تھی کہ روکی جاتی۔ اب یہ کہنا کہ اس کے اندر بدعات ہوتے ہیں بغرض تسلیم ان کو روکا جا سکتا ہے۔ مکانات اور عالیشان محلات میں تو محرمات ہوتے ہیں تو ان کی وجہ سے مکان نہیں گرا دیا جاتا ہے اگر کسی کا مکان گرایا جائے تو اس کی توہین ہے یا نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان وحوش کو اس سے کیا فائدہ ہے۔

اس سے ہم صبر کرتے اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ خانہ کعبہ کی وقعت اتنی قلوب اہل اسلام میں نہیں جتنی مدینہ طیبہ کی عظمت و محبت ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے۔ امام شافعی تو جدار کعبہ کو سمت قبلہ ہونے کے قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہ تو فضا کافی سمجھتے ہیں۔ قوی اندیشہ ہے کہ لوگ جدار ہی کو قبلۂ عبادت سمجھیں اس واسطے اگر ایک موحد جذبۂ توحید میں آ کے اس کو ڈھا دے تو پھر کون اعتراض ہو سکتا ہے۔ کیا یہ منشا لارڈ کچنر کا جس کی بناء پر خدام کعبہ قائم ہوئی نہیں پورا ہو سکتا ہے۔ اس کو ذرا غور و فکر سے ملاحظہ کیجئے۔ ہمارے جس قدر اندیشے ہیں سب ایک ایک کر کے پورے ہو رہے ہیں۔ اللہ ان کو پورا نہ کرے ورنہ مرکز اسلامی تشریف لے جاوے گا۔ مگر اب کہاں رہا ہے۔

تیسرا امر تعمیر قبور کا ہے۔ میں اس جگہ اپنا عقیدہ اپنے جدّ اکرم مولانا عبدالرزاق قدس سرہٗ کی عبارت میں پیش کیے دیتا ہوں جو نصوص شرعیہ متواترہ ومتفقہ پر مبنی ہے اس پر بھی کہتا ہوں کہ کسی کو یاد ہو یا نہ ہو مجھے اس پر اعتقاد ہے وہ یہ ہے۔ انوار غیبیہ صفحہ ۳۰ مطبوعہ مجتبائی اور قبر بمنزلہ جسم کے ہو جاتی ہے پس جو معاملات کہ زندوں کے جسم کے ساتھ کرنے میں روح کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح دفن کے بعد قبر کے ساتھ وہ معاملات کرنے سے روح کو ایذا ہوتی ہے اور جو معاملات زندہ کے ساتھ کرنے سے باعث فرحت روح ہوتے ہیں وہ قبر کے ساتھ کرنے میں بھی باعث فرحت روح ہوتے ہیں۔

پس جو جو تعظیمات کہ حالت حیات میں اہل قبور کے واسطے عمل میں آتے تھے قبور کے ساتھ ان کا حفظ لازم ہے، لیکن جو تعظیم ممنوعات شرع سے ہو وہ ہر وقت ممنوع ہے۔ پس بنانا قبر پختہ کا واسطے نشانی باقی رہنے کے درست ہے" یہ عبارت رسالہ مذکورہ کی ہے۔

علامہ عسقلانی وغیرہ وغیرہ تصریح کرتے ہیں کہ قبور کفار تو کھودے جا سکتے ہیں مگر قبور اہل اسلام نہیں کھودی جا سکتی ہیں۔ بلکہ بعض فقہائے متقدمین نے تو کفار کے قبور کو بھی روا نہیں رکھا ہے۔ مسلمانوں کی قبور کا کھودنا تو سب کے نزدیک ہتک حرمت اصحاب قبور کی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ عموماً قبر زمین سے بلند کی گئی ہے خصوصاً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کہ وہ ایک بالشت یا کچھ کم یا کچھ زائد بلند ہے آپ کا مزار ماہی پشت تھا یا مربع اس میں اوّل قول ائمہ ثلاثہ کا ہے اور دوسرا قول امام شافعی کا ہے مگر دونوں کے نزدیک جائز ہے کہ دوسرے قول پر عمل کیا جائے صرف افضلیت اور مسنونیت اور عدم افضلیت میں خلاف ہے۔

اس جگہ ایک حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے جس کو میں نے

ذکر کیا افسوس ہے کہ اس کے علاوہ تلاش سے بھی حسن صحیح بلکہ ضعیف بھی کوئی دوسری حدیث نہیں ملی۔ اول تو قصہ حال ہے معلوم نہیں حضرت علی کو کن قبور کے برابر کرنے کا حکم ہوا تھا بظاہر کفار کے قبور کا حکم ہوا ہوگا اس واسطے کہ اس وقت وہی قبور تھے پھر علت عبادت تھی یا کوئی دوسرا امر پھر اس کی تعیین کہ وہ کتنا بلند ہونے پر برابر کر دی جائے۔ غیر مذکور پھر کس شے کے برابر کر دی جائے یہ بھی مجہول ارشاد ہوا ہے:

ولا مشرفاً الا سویتہ، نہ کوئی قبر بلند پاؤں مگر یہ کہ اس کو برابر کر دوں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قبر مشرف سے مراد وہی قبر ہے جس کو حد سے متجاوز بلند کیا ہو ورنہ چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو بھی زمین کے ساتھ ملا دیتے یہ امر ظاہر ہے اس حدیث کو جمہور اہل سنت نے غیر قابل احتجاج سمجھا اور یہ مسلک صرف بعض کا ہے اس واسطے کہ یہ تمام تر احادیث و افعال کے خلاف ہے خود آنحضرت کے روبرو حضرت بلال نے قبر حضرت ابراہیم کو بنایا اور اس پر پانی ڈالا اس سے گارے سے قبر بنانے کا جواز نکلتا ہے۔ اگرچہ پختہ قبر کرنا بھی مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ نہی اس کے بارہ میں وارد ہوئی ہے مگر نشان قبر نہ مٹنے کے خیال سے خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کے مزار پر پتھر رکھا تھا وہ اس قدر بڑا تھا کہ جن صاحب کو حکم دیا گیا ان سے اٹھ نہ سکا تو خود اٹھانے میں مدد دی اس سے پختہ قبر بننے کے جواز پر دلیل لائی جاتی ہے اور وہ حدیث جس میں نہی ہے یا نہی تنزیہی پر محمول ہوئی یا نسخ پر کیونکہ پہلے زیارت قبور کی بھی ممانعت تھی جب اس کا جواز ہوا تو قبر کا قائم رہنا بھی جائز ہوگا۔

قبر پر کتابت کرنے کی بھی نہی ہوئی ہے امام ابو حنیفہ اسی پتھر والی حدیث سے اس کے جواز کا حکم دیتے ہیں کیونکہ مقصود شارع نشان قبر کا قائم رکھنا ہے اسی وجہ سے فقہاء نے زمین کی کمزوری کے باعث پختہ کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔

یہاں تک کہ بعض نے تو تابوت کا اور وہ بھی لوہے کا ہو تو اس کی بھی اجازت دے دی ہے اور علت نہی کو بھی مختلف ظاہر کیا ہے. بعض نے بلندی کی بھی کوئی حد نہیں رکھی ہے. خصوصاً اہل شرف کے لیے اور واقعہ یہی ہے کہ کوئی دلیل، حرمت یا کراہت تحریمی پر قائم نہیں ہے حتیٰ کہ رفع قبر میں تو شوکانی صاحب کو بھی کہنا پڑا کہ تحریم اس کی ظنی ہے اس وجہ سے سکوت جائز ہے. پھر اس کے انہدام کی کیا وجہ ہے۔

الحاصل آپ سمجھ لیں کہ ہم قبروں کی توہین کو مثل زندوں کی توہین کے سمجھتے ہیں اس کو کوئی معمولی امر نہیں سمجھتے۔

قبّوں کی حُرمت پر ایک نظر

از جناب مولانا محمد عنایت اللہ صاحب افسر مدرس مدرسہ عالیہ نظامیہ لکھنؤ

اخبار "ہمدرد" مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۲۵ء میں ایک مضمون مزارات پر قبوں وغیرہ بنوانے کے متعلق عدم جواز کا نظر سے گزرا میرا خود پہلے سے بھی خیال تھا کہ قبّوں اور پختہ قبروں کے جواز و عدم جواز کے متعلق ایک مضمون لکھوں مگر دوسرے مشاغل کی وجہ سے اس ارادہ کو پورا نہ کر سکا کہ ہمدرد کے اس مضمون نے میرے ارادہ کو پختہ کر دیا خاص کر مولانا محمد علی صاحب کی خواہش نے اور زائد اس امر کی جانب توجہ دلائی۔

ہمدرد کے مضمون نگار مولانا عبدالحی صاحب فاروقی پروفیسر جامعہ ملیہ ہیں۔ مولانا موصوف نے شروع مضمون میں یہ تسلیم کیا ہے کہ قرآن پاک میں قبوں و مزارات وغیرہ کے احکام موجود نہیں ہیں اور ایک آیت جس سے جواز ثابت ہوتا ہے وبقول ابن کثیر و آلوسی لائق احتجاج نہیں ہے اس کے بعد مولانا نے احادیث و فقہ سے عدم جواز ثابت کیا ہے۔

ہم اپنے مضمون میں سردست یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن و حدیث و اجماع امت (فقہ) و قیاس کسی سے بھی قبوں اور مزارات کو زمین سے بلند کرنے اور ان کے پاس مسجدیں بنوانے کی حرمت تو کیا کراہت تحریمی بھی ثابت نہیں ہوتی پس ان کو کھدوا دینے اور برباد کر دینے کی کوئی علت موجبہ نہیں ہے بلکہ خوف فتنہ بین المسلمین و شائبہ اہانت قبور کی وجہ سے قبور و قبوں کے انہدام سے باز ہی رہنا شیوۂ ہمدردان اسلام ہونا چاہیے۔ اوّلاً ہم مولانا کو یہ امر بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن کی جو آیت مولانا

نے تحریر فرمائی ہے یعنی:

فقالوا ابنوا علیهم بنیانا ربهم اعلم بهم قال الذین غلبوا علی امرهم لنتخذن علیهم مسجدا۔

وہ صراحتاً آپ کے اقرار کے بموجب مدعی کے خلاف ہے اور ابن کثیر اور رحال کے علامہ آلوسی کی عبارتیں قرآن کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی نہیں ہو سکتی ہیں اور بقول مولانا محمد علی کے قرآن کا مقابلہ تو حدیث متواتر بھی نہیں کر سکتی۔ چہ جائیکہ مفسرین کی عبارتیں اور ایک غیر مشہور حنبلی کے اقوال اس کے علاوہ آلوسی کی عبارتوں سے احتجاج ویسا ہی ہے کہ خود ابن عبدالوہاب کے اقوال سے احتجاج کیا جائے کون نہیں جانتا کہ آلوسی اور نواب صدیق حسن خاں اس قدر ہم خیال تھے کہ آلوسی کی تفسیر نواب صاحب مرحوم نے طبع کرائی۔ آلوسی زادہ نواب صاحب مرحوم کے تلامذہ میں سے تھے ابن تیمیہ و ابن قیم کے مقلد جامد تھے ان کے اقوال سے استناد بلا کسی دوسری دلیل کے کیسے لائق اعتبار ہو سکتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر آلوسی کے اقوال پر ہم بھروسہ کریں تو خود مولانا فاروقی ہی کے اقوال پر کیوں نہ بھروسہ کیا جائے عراق تک شد رحال کی کیا ضرورت ہے۔ رہا ابن کثیر کا قول تو وہ ظاہر قرآن کے مقابل ہے اور شہاب خفاجی (جنہوں نے اسی آیت سے جواز تعمیر قبہ نکالا ہے) ان کا قول بظاہر قرآن کے موافق ہے پس ہم کو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ہم کیوں نہ کہیں کہ ظاہر قرآن خفاجی کے ساتھ ہے اور جب تک اس کے مقابل کوئی دلیل نہ ہو کسی طرح اس کی تردید نہیں ہو سکتی۔ علاوہ اس کے ابن کثیر نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ اس آیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں آپ خیال فرمادیں کہ قبور کو مسجد بنانا اور قبروں کے قریب مسجد بنانا دونوں میں کتنا عظیم فرق ہے قرآن میں جس واقعہ کا ذکر ہے اُس کے متعلق تمام مفسرین ذکر کرتے ہیں کہ مسجد باب کہف پر یا کہیں قریب بنائی گئی تھی اور یہاں احادیث میں جو چیز ردّ کی گئی ہے وہ نفس

قبر کو سجدہ گاہ بنانا ہے۔ قرب اور جوار کی ممانعت اُس سے ثابت نہیں ہے۔
اس سے معلوم ہو گیا کہ قرآن مولانا فاروقی کی کسی طرح تائید نہیں کرتا جس کا خود مولانا نے اعتراف بھی کیا ہے بلکہ بظاہر مخالفت کرتا ہے اب احادیث کو دیکھیں تو مولانا نے جن احادیث کا تذکرہ کیا ہے دراصل وہ دو حدیثیں ہیں جن میں سے ایک حدیث جس کو اکثر محدثین نے اپنی سندوں سے مختلف الفاظ سے ذکر کیا ہے یہ ہے کہ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا (الحدیث)

دوسری حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے جس کا ترجمہ مولانا نے حسب ذیل کیا ہے: "کیا تمہیں نہ روانہ کروں اس کام کے لیے جس کام کے لیے رسول اللہ صلعم نے مجھے روانہ کیا تھا آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں کوئی اونچی قبر نہ چھوڑوں مگر یہ کہ اس کو برابر کر دوں اور نہ کوئی تصویر مگر یہ کہ اس کو مٹا دوں"۔ پہلی حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے جن سب میں صرف قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت مروی ہے ان احادیث کو تحریر فرما کر مولانا تحریر فرماتے ہیں:

کتاب و سنت کی یہ تصریحات ببانگ دہل اس حقیقت کا اعلان کر رہی ہیں کہ قبروں پر مسجدیں بنانا قبہ تعمیر کرنا وہاں جا کر یمن و برکت حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھنا اور ان کے لیے اوقاف مقرر کرنا ناجائز اور حرام ہے شریعت اسلام کو ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ان عمارتوں کا گرانا دراصل شریعت اسلام کا ایک بہترین فرض ادا کرنا ہے"

مولانا نے اس عبارت میں دعویٰ کیا ہے کہ اوپر کی مذکورہ آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی سے حسبِ ذیل دعوے ثابت ہو گئے۔

(۱) قبروں پر مسجد بنانا حرام ہے۔
(۲) قبہ تعمیر کرنا حرام ہے۔

(۳) وہاں جاکر یمن و برکت حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھنا حرام ہے۔
(۴) ان کے اوقات مقرر کرنا حرام ہے۔
(۵) اُن عمارات کا گرانا اہم ترین فرض ادا کرنا ہے۔
یہ مولانا کے پانچ دعوے ہیں اور مولانا کا خیال ہے کہ مذکورہ آیات و احادیث سے یہ سب ثابت ہو گئے۔ مولانا خود انصاف فرمالیں کہ آپ نے اپنے دعویٰ کے موافق میں ایک آیت "نصف آیت" ایک لفظ بھی قرآن شریف کا کہیں اوپر ذکر کیا جس سے آپ کے مذکورہ پانچوں دعووں میں سے ایک دعویٰ بھی ثابت ہو سکے۔ ہم نے ہمدرد میں بس کے اوپر کا ایک ایک لفظ پڑھا ہے۔ ہم کو تو کہیں بھی کوئی لفظ قرآن شریف کا جو آپ نے اپنے دعوے کے ثبوت میں لکھا ہو نہیں ملا۔ مضمون بھر میں صرف ایک آیت ذکر کی گئی ہے اور وہ صرف یہ دکھانے کے لیے کہ اس آیت سے قبہ وغیرہ کا جواز ثابت کرنا درست نہیں ہے۔ اس کا کوئی تعلق مولانا کے دعووں کے ثبوت سے نہیں ہے جس کو صرف مولانا نے بھی صرف رد کرنے کے لیے ذکر کیا ہے اگر اُسی سے مولانا کا دعویٰ ثابت ہے تو مولانا نے خود ہی اس کی تردید کردی ہے تو کیا خود ہی اپنے دعویٰ کو رد فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ تو کوئی آیت مضمون بھر میں مذکور نہیں ہے۔ اب احادیث کو دیکھیے اس میں سے سوائے ایک کے اور سب احادیث میں قبروں کو مسجد بنانے کی ممانعت مروی ہے۔ مولانا نے خود مسجد کا ترجمہ سجدہ گاہ کیا ہے ظاہر ہے کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانا اور چیز ہے اور قبروں کے قریب اُس سے ہٹ کر مسجد بنانا اور چیز ہے اور قبہ تو بالکل علیحدہ شے ہے اگر حدیث میں قبر کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت ہے تو اُس کا قبہ سے کیا تعلق ہے زائد سے زائد جو ان احادیث سے ثابت ہو سکتا ہے وہ یہ کہ قبر کو سجدہ نہ کرنا چاہیے۔ اب مولانا ہی بتائیں کہ قبہ کے بنانے سے اس کا کیا تعلق ہے اور آپ کے دعووں سے تو ذرا بھی اس کا تعلق نہیں ہے۔ مولانا کی خدمت

میں یہ بھی گذارش ہے کہ کسی چیز کا حرام ہونا احادیث احاد سے ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر مولانا ہی سے گذارش ہے۔ قرآن پاک کی آیت سے ہم استدلال کریں اور آپ کے ان پانچوں دعووں کے مقابل اسی آیت سے استدلال کریں تو غالباً مولانا کو مفسرین کی کمزور اور غیر معتبر اقوال کے دامن میں پناہ لینے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا اور مولانا کے پیش کردہ احادیث احاد بھی اگر بفرض وہ آپ کے مدعا کے موافق بھی ہوں تو قرآن کی آیت کے مقابل نہ ہو سکیں گی۔ (دیکھو مولانا محمد علی کا مضمون قتل مرتد کے بارے میں) دوسری حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے جس کا تعلق قبر کو اونچا کرنے سے ہے قبتوں وغیرہ سے اس کا تعلق نہیں ہے جیسا کہ آپ کے ترجمہ سے خود ظاہر ہے۔

اصل یہ ہے کہ حنفیہ اور شافعیہ میں بحث یہ ہے کہ آیا قبر کو گاؤدم ہونا چاہیے اونٹ کے کوہان کے مانند یا مسطح ہونا چاہیے حنفیہ پہلے کو اور شافعیہ دوسرے کو مسنون بتاتے ہیں اور ہر ایک اپنی موافقت میں دلائل حدیث سے پیش کرتے ہیں حنفیہ چند احادیث جو اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں اُن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

(۱) عن سفیان التمار انہ رای قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسنماً (بخاری)	سفیان تمار سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور انور کی قبر شریف ابھری ہوئی کوہان شتر کی طرح دیکھی۔
(۲) عن ابراھیم قال اخبرنی من رای قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر ابی بکر وعمر فاشزۃ من الارض و علیھا فلق من مدر ا بیض (امام محمد)	ابراہیم کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے جس نے حضور انور اور شیخین کے مزار مبارک دیکھے ہیں یہ بیان کیا ہے کہ یہ قبور زمین سے اونچے تھے (ابھرے ہوئے تھے) اور ان پر سفیدی چھوٹی مٹی کی تھی۔

(۳) عن جابر قال سُئلت ثلثة كلهم له فی قبر رسول الله صلی الله علیه وسلم اب اباجعفر محمد بن علی و سئلت قاسم بن محمد و سُئلت سالم بن عبد الله اخبرونی عن قبور ابائکم فی بیت عائشة وکلهم قالوا انها مسنمة (ابن شاهین)

حضرت جابر سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایسے تین شخصوں سے سوال کیا جن میں سے ہر ایک کے باپ کی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس تھی یعنی ابوجعفر محمد بن علی اور قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ سے میں نے سوال کیا کہ تم لوگوں کے باپوں کی قبریں حضرت عائشہ کے حجرہ میں کس طرح بنی ہوئی ہیں۔ ان سب نے کہا کہ وہ قبریں کوہان شتر کی طرح بلند ہیں:

(۴) قال القاری السنة ان یعلم القبر وان یرفع شبرًا کقبرہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام کما رواہ ابن حبان فی صحیحہ۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ قبر کا نشان ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کی طرح ایک بالشت بلند ہو جیسا کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا ہے:

اس کے علاوہ دوسری احادیث بھی حنفیہ کی مؤید ہیں اور شافعیہ اسی حدیث سے جو مولانا نے تحریر فرمائی ہے تربیع اور تسطیح قبر پر استدلال کرتے ہیں حنفیہ جواب میں کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ممانعت ایک بالشت سے زائد قبر بلند کرنے کی ہے ایک بالشت سے کم بلند کرنے کی ممانعت کیسے ہو سکتی ہے، باوجودیکہ خود حضور انور کا مزار مبارک زمین سے بلند تھا اور اگر حضرت علی اور دیگر اصحاب کبار اس کو برا سمجھتے تو ضرور روکتے بلکہ اس کے برخلاف خود حضرت علی کے متعلق مروی ہے کہ قبر سے ٹیک لگاتے ہوتے بیٹھے تھے تو ظاہر ہے کہ اگر قبر بلند نہ تھی تو تکیہ کیسے لگائے تھے۔ اس ہمارے بیان سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کا تعلق کسی طرح قبہ اور عمارت ماحول القبر سے محدثین کے نزدیک نہیں

ہے۔ اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس میں ممانعت قبہ کی ہے تو جہاں کہیں قبر کی تربیع سے (زمین دوز) منع کیا گیا ہے تو کیا آپ کے خیال میں اس جگہ پر قبہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے بعد ہم نہیں سمجھ سکتے کہ مولانا نے اوپر کون سی آیت یا حدیث تحریر فرمائی ہے جس سے اُن کے کسی دعویٰ کا ثبوت بھی ہو سکے خود بھی براہِ کرم مولانا اپنے پانچوں دعووں اور مذکورہ بالا احادیث کو دیکھیں اور ہمیں مطلع فرمائیں کہ محلِ استدلال کون سا لفظ ہے۔ خیال رہے کہ محض احتمالات اور وہ بھی خلاف ظاہر سے حرمت تو کجا کراہت بھی ثابت ہونا ضروری نہیں ہوتا اس کے بعد مولانا نے دوسرے پرچہ ہمدرد میں فقہا کی عبارتیں پیش کی ہیں اُن کا مفصل جواب آگے آتا ہے لیکن ایک امر ضروری یہاں پر گذارش کر دینا ہے کہ اختلاف فقہا کی صورت میں کسی امر کا قطعی الحرمت ہونا کسی طرح پر لائق تسلیم نہیں ہے اور خاص کر جب کہ سلف سے لیکر خلف تک کسی بات پر عمل کرتے چلے آئیں تو وہ عند الفقہا حرام نہیں رہ سکتا۔ علیہ العمل و علیہ عمل مشائخنا علیہ عمل القوم علامات فتویٰ سے ہیں۔

جب آپ فقہا کے مسالک سے بحث کیجئے گا تو آپ کو لازم ہے کہ ان کے اصول پر بحث کیجئے!

توجیہ القول بمالا یرضیٰ بہٖ قائلہٗ درست نہیں ہے۔ مولانا نے سب سے پہلے جو عبارت لکھی ہے وہ مدونۃ الکبریٰ کی ہے جس کو امام مالک کی تصنیف فرمایا ہے، ہم کو حیرت ہے کہ المدونۃ الکبریٰ کب امام مالک کی تصنیف ہے آیا یہی امام مالک جو مشہور صاحب مذہب ہیں یا کوئی اور امام مالک آج تک امام مالک کی تصانیف میں سے سوائے مؤطا کے اور کسی کا پتہ نہیں ملا تھا مگر شکر ہے کہ مولانا کے ذریعے سے ایک اور تصنیف امام مالک کی معلوم ہو گئی۔ ہم مولانا کی نیت پر حملہ نہیں کرتے البتہ اتنا ضرور

کہتے ہیں کہ چاہے بلا ارادہ ہو مگر عبدالرحمٰن ابن قاسم کی تصنیف کو امام مالک کی جانب منسوب کرنا صحیح طریقہ اثبات مدعٰی کا نہیں ہے۔ امام شافعی کی کتاب الام کی عبارت میں لفظ احب موجود ہے، ان میں سے کوئی ایک عبارت بھی تو یہ نہیں بتاتی کہ قبہ بنانا مسجدیں قبور صالحین میں بنانا وغیرہ وغیرہ مولانا کے چار امروں میں سے کوئی بھی حرام ہے۔

کراہت اور چیز ہے حرمت اور شئے، کراہت سے حرمت لازم نہیں آتی۔ ہماری سمجھ سے یہ امر باہر ہے کہ مولانا نے درمختار کی عبارت کا وہ حصہ کیوں چھوڑ دیا جس میں صراحتاً جواز بناء مصنف نے بیان کی ہے۔ پوری عبارت حسب ذیل ہے:

ولا یرفع علیه بناء وقیل لا باس به وهو المختار۔	اس پر کوئی تعمیر بلند نہ کی جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی مختار ہے:

مولانا انصاف فرمائیں کہ اُس عبارت کو چھوڑ دینا جو اُن کے خلاف تھی اور جس کے متعلق علامت فتویٰ بھی درج ہے کس قدر زبردستی ہے۔ مولانا کو اختیار تھا صاحب درمختار کی پوری عبارت تحریر فرما کر اُس کی تردید کر دیتے مگر یہ طریقہ تو کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ اپنے موافق عبارت کا پہلا حصہ ذکر کر دیا جائے اور بعد کا جو اپنے خلاف ہو اس کو چھوڑ دیا جائے یہ تو بعینہ لا تقربوا الصلوٰۃ کا معاملہ ہے۔ اس سے بھی زائد ہم کو تعجب ہے کہ مولانا نے جب درمختار ملاحظہ فرمائی تو اسی کے ساتھ اس کا حاشیہ تکلیف اُٹھا کر کیوں نہ ملاحظہ فرمایا جس میں صاف طور سے لکھا ہے کراہت کے قول کے بعد:

وفی الاحکام عن جامع الفتاوٰی وقیل لا یکرہ البناء اذا کان	اور جامع الفتاوٰی سے احکام میں منقول ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبر پر

المیت من المشائخ والعلماء والسادات۔ تعمیر کرنا مکروہ نہیں اگر صاحبِ قبر علماء اور بزرگوں میں سے ہو۔

مولانا ہمیں معاف فرمائیں گے۔ اس قسم کی عبارتوں میں تصرفات بعض بہت زائد بدگمانیاں پیدا کرا دیتی ہیں۔ اسی طرح مولانا نے نہایہ اور شرح مختصر کی عبارت کا بیچ کا حصہ ذکر نہیں فرمایا جس سے پوری طرح مطلب واضح ہوتا۔ یہ عبارتیں حسبِ ذیل مولانا نے تحریر کی ہیں:

هدم البناء وجوبًا بحرمته لما فيه من التضييق على الناس۔ (نہایۃ المحتاج) نظا هره هذه التحريم ولو كان مكروهًا لنفذت الوصية (شرح مختصر)

ہم کو افسوس ہے کہ دونوں کتابیں ہمارے پاس نہیں ہیں ورنہ ہم پوری عبارت کے ساتھ جس کے بیچ کے حصہ کو مولانا نے حذف کر دیا ہے ملا کر پڑھتے اور معلوم کرتے کہ آیا درمختار کی عبارت کی طرح کہیں اس میں بھی تو تصرف نہیں ہے اور یہ کہ ان کا کیا مطلب ہے مگر پھر بھی اس سے قطع نظر مولانا کو ہم بتانا چاہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر شخص نے صاف طور پر صراحتًا اسی کتاب میں جیسا کہ آپ نے خود تحریر فرمایا ہے کراہت لکھی ہے اور شرح مختصر میں تو صاف صاف اوپر کراہت لکھ کر یہ بتایا ہے کہ اگر کسی شخص نے وصیت کی ہے کہ مرنے کے بعد قبر پر گھر بنا دیا جائے تو یہ وصیت پوری نہیں کی جائے گی۔ شارح کہتے ہیں کہ اس سے تو بظاہر حرمت معلوم ہوتی ہے مولانا بتائیں کہ اس میں شارح کا تردد معلوم ہوتا ہے یا اس کی قطعی رائے یہاں پر مولانا نے عبارت کا ترجمہ اس طور پر کیا ہے کہ ہم اس کو کسی طرح بھی صحیح نہیں کہہ سکتے اور مولانا کی نیک نیتی پر چونکہ حملہ کرنا مقصود نہیں ہے لہٰذا عجلت پر محمول کرتے ہیں۔ یہ ترجمہ کی غلطی کچھ اسی عبارت میں نہیں ہے بلکہ اوپر کی عبارتوں

میں بھی ہے اور اس غلط ترجمہ کا یہی نتیجہ ہے کہ مولانا نے نتیجہ نکالنے میں غلطی کی ہے عبارت حسب ذیل مولانا نے لکھی ہے (جو خود بھی غلط اور ٹکڑے ٹکڑے سے ہے)

فیمن اوصیٰ ان یبنی علی قبرہ بیت نظاھرہ ھٰذہ التحریم ولو کان مکروھاً لنفذت الوصیۃ۔

ترجمہ مولانا نے یہ کیا ہے: ایک شخص وصیت کرتا ہے کہ اس کی قبر پر ایک عمارت بنائی جائے تو اُس کی وصیت نافذ نہ ہوگی کیونکہ قبروں پر عمارت بنانا حرام ہے:

مولانا انصاف فرمائیں کہ آیا اس عبارت کا ترجمہ یہی ہوا جو انہوں نے تحریر فرمایا ہے کیا بیت کا ترجمہ عمارت ہے. کتاب میں نظاہرہ التحریم بیکار الفاظ ہیں. کیا عدم نفاذ وصیت خود شارح کا قول ہے اور اس کا فتویٰ ہے. اب مولانا مجھ سے سنیں کہ اس عبارت کا کیا مطلب ہے گو میرے پاس کتاب موجود نہیں ہے پھر بھی جو میں لکھتا غالباً وہی کتاب کا مطلب ہوگا براہِ کرم پھر جناب ملاحظہ فرمادیں مطلب یہ ہے اوپر شارح نے بناءعلی القبور اور بقول آپ کے احاطہ کھینچنے کو مکروہ لکھا ہے۔ اس کے بعد شارح لکھتے ہیں کہ مصنف یا کسی اور عالم نے بیت بنانے کی وصیت کے عدم نفاذ کا فتویٰ دیا ہے. اس سے بظاہر حرمت معلوم ہوتی ہے حالانکہ اوپر کراہت مذکور ہے۔

پس عبارت سے یا تو مصنف پر اعتراض کرنا مقصد ہے یا تردد ظاہر کرنا اس کے بعد یہ بھی گذارش ہے کہ قبر پر گھر بنانے کے جواز سے قبہ کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا ممکن ہے کہ گھر کا عدم جواز اس حدیث سے ماخوذ ہے جس میں گھر میں قبر بنانے کی ممانعت حرج نماز وغیرہ کی وجہ سے مذکور ہوئی ہے اس سے بھی قبہ کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا. للہ یاد ش بخیر ابن تیمیہ کی عبارت

سے نہیں معلوم کہ مولانا نے کیا ثابت کرنا چاہا ہے اوّل تو ابن تیمیہ کی عبارت سے استفادہ اسی طرح پر ہے جیسے پطرس کی عبارتوں سے آپ تثلیث نقل کریں اور ہم کو الزام دیں۔ آپ ہی فرمائیے کہ اگر آپ اسی طرح عیسائیوں کے اقوال نقل کرنا شروع کر دیں تو کیا وہ ہم پر حجت ہو جائیں گے۔

دوسرے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ابن تیمیہ کی عبارت سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ مطلقاً" اونچی قبر بنانا اور اس کے پاس قبہ بنانا حرام ہے اور اس کا ہدم واجب ہے بیشک وہ امور جو مذکور ہیں ممکن ہے کہ ان کی حرمت پر آپ استدلال اس عبارت سے کر سکیں، لیکن ان کی وجہ سے قبوں کی حرمت ابن تیمیہ کے کلام سے ثابت نہیں۔ بقیہ عبارات فقہا جو مولانا نے لکھی ہیں وہ مولانا کے مدعائے حرمت کو ثابت کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ بحر الرائق میں صراحتاً جیسا کہ آپ نے ذکر کیا ہے کراہت بناء کی بیان کی گئی ہے اور اگر کراہت ثابت ہو جائے تو بھی آپ کے مدعی کو مفید نہیں ہے کیونکہ آپ حرمت کے قائل ہیں اور اسی کا دعویٰ بھی فرمایا ہے۔ کراہت کے ثبوت سے آپ کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔ غرض کہ ہمارا خیال ہے کہ کہ مولانا نے اپنے مضمون میں کوئی دلیل بھی اپنے چاروں دعووں میں سے کسی کے ثبوت کی نہیں دی ہے۔ اور جو کچھ ثابت بھی کر سکے وہ صرف کراہت لیکن اسی کے بالمقابل نہ صرف فقہا بلکہ سلف بلکہ زمانۂ صحابہ میں خیام فسطاط (قبہ) اور دیواریں اور چھت قبروں پر بنائی گئیں اور علماء نے اس پر سکوت کیا یا کم از کم علماء نے اس کے متعلق انکار شدید نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ ایسے مختلف فیہ امور کے بارے میں خاص کر جب کہ اختلاف بھی کراہت و جواز بلا کراہت کا ہو ابن سعود کا ایسا فعل کرنا جس سے اہانت مسلمین بلکہ خود اہانت سید المرسلین کی نہ صرف ہماری نظروں میں بلکہ تمام کفار و مشرکین کی نظروں میں متصور ہو بلکہ پھر یہ بھی مظنہ ہو کہ کفار انہیں افعال کو سند پکڑ کے تمام قبور بلکہ سید القبور

کے ساتھ ارادۃً فاسد کر سکیں گے اور کم از کم تمام اہل اسلام میں ایسا فتنہ رونما ہونے کا اندیشہ ہو جس کا انسداد بھی نہ ہو سکتا ہو کس طرح جائز ہو سکتا ہے اب ہم وہ عبارتیں آخر میں تحریر کرتے ہیں جن سے مولانا کے مدعی کے خلاف بھی روشنی پڑتی ہے۔

ولما مات الحسن بن علی ضربت امرأته القبة علی قبره ثم رفعت فسمعت صائحاً یقول الا ھل وجدوا الی اٰخر الحدیث (بخاری)

حضرت امام حسن کی وفات کے بعد اُن کی زوجہ نے آپ کی قبر پر قبہ قائم کیا پھر تھوڑے زمانہ کے بعد اس کو اٹھا دیا پس ایک آواز سنائی دی کہ کیا انہوں نے اپنی گمشدہ چیز پالی۔

وضرب عمر رضی اللہ علی قبر زینب بنت جحش وقال ابن التین فمن کرہ ضربه علی قبر الرجل ابن عمر وابو سعید وابن المسیب۔

حضرت عمر نے حضرت ام المومنین زینب بنت جحش کی قبر پر فسطاس بنایا۔ ابن تین نے کہا کہ جن لوگوں نے مرد کی قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا منع کیا ہے ان میں ابن عمر اور ابو سعید اور ابن مسیب ہیں۔

وضربة عائشة علی قبر اخیها فنزعه ابن عمر وضربه محمد بن حنیفة علی قبر ابن عباس (عینی)

حضرت عائشہ نے اپنے بھائی کی قبر پر قبہ قائم کیا تو ابن عمر نے اس کو ہٹا دیا اور محمد بن حنفیہ نے ابن عباس کی قبر پر قبہ قائم کیا۔

عن عروۃ بن زبیر لما سقط علیهم الحائط فی زمان الولید بن عبد الملک اخذوا فی بنائه (بخاری)

عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ جب ان مزارات پر ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں دیوار گر پڑی تو اس کی پھر تعمیر شروع ہوئی (بخاری)

قال عمر بن دینار و عبید اللہ

عمر بن دینار اور عبیداللہ بن ابی

بن ابی یزید لم یکن علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم علی بیت النبی صلی الله علیه وسلم حائط فکان اول من بنی علیه جدارا عمر بن الخطابؓ قال عبید الله کان الجدار قصیرا ثم بناه عبد الله بن زبیر (عینی) وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشهورین لیزورهم الناس ویستریحوا بالجلوس فیه (ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ)

زید راوی ہیں کہ حضور کے عہد مبارک میں حضور کے کسی حجرہ میں دیوار نہ تھی تو سب سے پہلے اس کی دیوار حضرت عمر نے بنوائی۔ عبید اللہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ دیوار چھوٹی تھی پھر عبد اللہ بن زبیر نے اس کو بنوایا (عینی) اگلے بزرگوں نے مشائخ اور مشہور علماء کی قبروں پر قبور وغیرہ بنوانا جائز رکھا ہے تاکہ لوگ اُن کی زیارت کر سکیں اور بآرام وہاں بیٹھ سکیں۔ (شرح مشکوٰۃ للقاری)

عن المعرور بن سوید قال کنت مع عمر بین مکة والمدینة فصلی بنا الفجر ثم رای اقواما ینزلون فیصلون فی مسجد فسأل عنهم فقالوا مسجد صلی فیه النبی صلی الله علیه وسلم فقال انما هلك قبلكم انهم اتخذوا آثار انبیاءهم بیعا من مر بشیء من هذه المساجد فحضرت الصلوٰة فلیصل والا فلیمض (عب، کنز الاعمال)

معرور بن سوید راوی ہیں کہ میں حضرت عمر کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے راستہ میں تھا تو آپ نے فجر کی نماز پڑھائی پھر آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ اترتے ہیں اور ایک مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو آپ نے اس کی وجہ دریافت کی لوگوں نے کہا کہ یہ وہ مسجد ہے جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔ حضرت نے کہا تمہارے قبل کی اُمتیں اس وجہ سے ہلاک ہو گئی ہیں کہ انہوں نے اپنے انبیاء کے نشانات پر کنائس تعمیر کر لیے تھے تم میں سے جو شخص ان مساجد میں آئے اور نماز

کا وقت آئے تو ان میں نماز پڑھ لے ورنہ گزر جائے (کنز الاعمال)

رأیت سالم بن عبد اللہ یتحری	میں نے سالم بن عبد اللہ کو دیکھا کہ
اماکن من الطریق فیصلی فیہا	راستہ میں چند جگہوں میں قصداً نماز
ویحدث ان اباہ کان یصلی فیہا	پڑھتے اور کہتے کہ یہاں پر ان کے
وانہ رای النبی صلی اللہ علیہ	باپ نماز پڑھتے تھے اور کہتے تھے۔
وسلم یصلی فی تلک الامکنۃ	(یعنی ابن عمر) کہ انہوں نے حضرت
وحدثنی نافع عن ابن عمر	سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں
رضی اللہ عنہما انہ کان یصلی	پر نماز پڑھتے دیکھا تھا اور نافع سے
فی تلک الامکنۃ (بخاری شریف)	بھی یہی مروی ہے۔ (بخاری)
مات الحکم بن ابی العاص فی	حکم بن ابی عاص خلافت عثمان کے
خلافۃ عثمان فضرب علی قبرہ	زمانہ میں مرے تو ان کی قبر پر قبہ قائم
فسطاس فی یوم صائف فتکلم	کیا گیا سخت گرمی میں پس اس پر لوگوں
الناس فی ذالک فقال عثمان	نے اعتراض کیا پس حضرت عثمان نے
رضی اللہ عنہ قد ضرب فی عہد	ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر کے زمانہ میں
عمر علی زینب بنت جحش فسطاس	یہی امر حضرت زینب کی قبر پر کیا گیا
فہل راعیتم عائبا عاب	تو کیا تم لوگوں نے کسی شخص کو

ذلک (اصابہ) دیکھا کہ جس نے اس کو معیوب سمجھا ہو۔

قال البیضاوی لما کانت الیہود	بیضاوی کہتے ہیں چونکہ یہود و نصاریٰ
والنصاریٰ یسجدون لقبور الانبیاء	اپنے انبیاء کے قبور کا انکی عظمت کرتے
تعظیما لشانہم یجعلونہا قبلۃ	ہوئے سجدہ کرتے تھے اور اپنا قبلہ
یتوجہون فی الصلوٰۃ نحوہا	صلاتی بناتے تھے ان لوگوں نے قبروں
واتخذوا وثانا لعنہم النبی	کو بت بنا لیا تھا اس لیے ان پر
صلی اللہ علیہ وسلم ومنع المسلمین	نبی صلعم نے لعنت بھیجی اور مسلمانوں

عن مثل ذلك فاما من بنی مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منہ لا للتعظیم لہ ولا لاتوجہ نحوہ فلا یدخل فی ذلک الوعید (علامہ عسقلانی)

کو ایسے امور سے آپ نے روکا لیکن جوار علی میں جس نے مسجد بنائی محض ان کے قبور کے قرب سے برکت حاصل کرنے کے لیے اور بلا لحاظ ان کی تعظیم کے بغیر اس جانب توجہ کے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ (عسقلانی)

مولانا کے مضمون کے متعلق تو ہم صرف اسی قدر لکھنا چاہتے ہیں البتہ ایک امر زیادتی فائدہ کے واسطے ہم یہاں ذکر کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں احادیث میں جہاں کہیں احکام بلفظ امر آتے ہیں ان سے ہر جگہ فرضیت ہی سمجھنا ضروری نہیں ہے اور اسی طرح جہاں کہیں لفظ نہی وارد ہوا ہو تو اس سے حرمت ہی ہر جگہ سمجھنا ضروری نہیں ہے۔ احادیث میں ایک نہیں بلکہ دس بیس سے زائد جگہوں میں لفظ نہی وارد ہوئی ہے مگر اس سے حرمت مراد نہیں ہے بلکہ کہیں کراہت تحریمی کہیں کراہت عادی (تنزیہی) کہیں بوجہ طبی نقصانات کے کہیں بوجہ کسی شخص خاص کی مصلحت کے لفظ نہی مروی ہوئی ہے بعض حدیثوں میں ایسا بھی ہوا ہے کہ پسند چیزوں کی نہی کی گئی ہے جس میں سے بعض حرام بعض مکروہ ہیں۔ ہم کثیر احادیث میں سے صرف دو تین حدیثیں مثال کے طور پر لکھتے ہیں اور اس سے صرف یہی امر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ لفظ نہی سے بلا کسی دلیل کے حرمت ہی مراد لینا صحیح نہیں ہے۔

نھی عن الشرب فی آنیۃ الذھب والفضۃ ونھی عن لبس الذھب والحریر ونھی عن جلود النمور ان یرکب علیھا ونھی عن المتعۃ ونھی عن تشئید البناء نھی

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی کے برتن میں شرب سے منع فرمایا ہے اور سونے اور ریشم کے پہننے سے منع فرمایا ہے اور چیتے کی کھالوں کی زین بنانے سے منع فرمایا

عن تشئید البناء نھی ان یمس الرجل ذکرہ بیمینہ وان یمشی فی نعلٍ واحدٍ نھی عن ان یستقبل القبلۃ ببول وغائط نھی عن السوم قبل طلوع الشمس وعن ذبح فتی الغنم۔

ہے۔ متعہ سے منع فرمایا ہے۔ مکان کو مضبوط و مستحکم بنانے سے روکا ہے مسّ ذکر بیمینہ سے مرد کو منع فرمایا ہے ایک جوتہ پہن کر چلنے سے منع فرمایا ہے۔ پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلہ رو ہونے اور قبلہ کی طرف پشت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ طلوع آفتاب کے قبل سودا چکانے سے اور جوان بھیڑ کے ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے:

اس کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ قبہ اور قبر کی بحث سے گذر کر حرمین کے ساتھ جو بدسلوکیاں ہوئیں ہیں اور خاص کر مدینہ پاک پر جو حملہ کیا گیا ہے اس کے متعلق بھی ہم چند احادیث ذکر کر دیں۔

چند احادیث حسب ذیل ہیں

فمن احدث فیھا حدثاً اواوی محدثاً فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل (بخاری)

جس شخص نے مدینہ میں فتنہ و فساد مچایا یا فتنہ کا قصد کیا اس پر اللہ اور ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہے اور اللہ اس کے کسی نفل و فرض کو قبول نہ کرے گا:

لا یکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء (بخاری)

مدینہ والوں سے جو شخص فریب کرتا ہے وہ اس طرح گھلتا ہے جسطرح نمک پانی میں:

من اراد اھل ھٰذہ البلدۃ لسوء اذابہ اللہ کما یذوب

جو شخص مدینہ والوں سے برائی کا ارادہ کرتا ہے اللہ اس کو اس طرح پگھلاتا

الملح في الماء وله في رواية ولا يريد احد اهل المدينة لسوء الا اذابه الله في النار ذوب الرصاص او ذوب الملح في الماء (مسلم)

ہے جس طرح نمک پانی میں اور دوسری روایت میں (وعید اس طرح ذکر ہے) اللہ اس کو پگھلاتا ہے جس طرح رانگہ آگ میں اور نمک پانی میں :

ايما جبار اراد في المدينة بسوء اذله الله كما يذوب الملح في الماء (للجنيد)

جس ظالم نے مدینہ میں برائی کا ارادہ کیا اس کو اللہ اس طرح پگھلائے گا جس طرح نمک پانی میں :

اللهم اكفهم من دهمهم بباس يعني اهل المدينة ولا يريدها احد لسوء الا اذابه الله كما يذوب الملح في الماء (للبزار)

اے اللہ مدینہ والوں کو ان لوگوں سے محفوظ رکھ جو ان کو تکلیف پہنچائے اور جو ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اس کو پگھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے :

عن سعيد بن المسيب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اشرف على المدينة حتى روا عفرة ابطيه ثم قال اللهم من ارادني واهل بلدي لسوء فعجل هلاكه (لابن زبالہ)

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور فرمایا اے اللہ جو میری اور میرے شہر والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اسکو تو جلد ہلاک کر :

من اخاف اهل المدينة اخافه الله يوم القيامة وغضب عليه ولم يقبل منه صرفاً ولا عدلاً (اوسط طبرانی)

جو شخص مدینہ والوں کو ڈرائے گا اللہ قیامت کے دن اس کو ڈرائے گا اور اپنا غضب اس پر نازل فرمائیگا اور کسی فرض و نفل کو اس شخص کے نہ

قبول کرے گا:

عن جابر ان اميرا من امراء الفتنة قدم المدينة وكان قد ذهب بصر جابر فقيل لجابر لو تنحيت عنه فخرج يمشي بين ابنيه فنكب فقال تعس من اخاف رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ابناه او احدهما يا ابت وكيف اخاف رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد مات فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من اخاف اهل المدينة فقد اخاف ما بين جنبي (لابن حبان ولاحمد)

جابر روایت کرتے ہیں جب ان کی بینائی جاتی رہی تھی اور امراء فتنہ میں سے ایک امیر مدینہ منورہ میں آیا مجھ سے کہا گیا کہ اگر میں گھر میں بیٹھ رہوں (نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد نہ جاؤں) تو بہتر ہے جابر ایک روز اپنے مکان سے نکلے اور آپ کے صاحبزادے آپ کے دائیں بائیں تھے کہ اُس امیر نے یا کسی شخص نے آپ کو دھکا دیا جابر نے کہا افسوس کس شخص نے خوف دلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے دونوں صاحبزادوں نے یا ایک نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پاچکے ہیں اُن کو کس طرح خوف دلایا جاویگا آپ نے فرمایا کہ فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے مدینہ والوں کو ڈرایا اُسے مجھکو ڈرایا:

من اذى اهل المدينة اذاه الله وعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل منه صرف ولا عدل (في الكبير للطبراني)

جو شخص اہل مدینہ کو تکلیف پہنچائیگا اللہ اس کو تکلیف پہنچائے گا اور اس پر خدا اور ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہے اور اللہ اس کے کسی فرض و نفل کو نہ قبول کرے گا:

ابن زبير مرفوعًا المدينة مهاجري وفيها مضجعي ومنها مخراجي

ابن زبیر مرفوعًا روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میری ہجرت گاہ ہے اور اس میں

حق علی امتی حفظ جیرانی
فیہا من حفظ وصیتی کنت
لہٗ شہیدا یوم القیامہ من
ضیعہا اوردہ اللہ حوض الخبال
قیل وما حوض الخبال یارسول
اللہ قال حوض من صدید اہل
النار وفی مدارک العیاض
قال محمد بن مسلمۃ سمعت
مالکا یقول دخلت علی المہدی
فقال اوصنی فقلت اوصیک
بتقوی اللہ وحدہ والعطف
علی اہل بلد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم وجیرانہ فانہ
بلغنا ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال المدینۃ مہاجری
ومنہا مبعثی وبہا قبری واہلہا
جیرانی وحقیق علی امتی
حفظ جیرانی فمن حفظہم
فی کنت لہ شفیعًا وشہیدا
یوم القیامہ ومن لم یحفظ
وصیتی فی جیرانی سقاہ اللہ
من طینہ الخبال۔

میری خوابگاہ ہے اور اُسی سے میں
نکلوں گا۔ میری امت کے لیے ضروری
ہے کہ میرے جیران کی حفاظت مدینہ
میں کرے جس شخص نے میری وصیت
پر عمل کیا قیامت کے دن میں اس
کا گواہ ہوں اور جو اس وصیت کو
رائیگاں کرے گا اللہ قیامت کے دن
اس شخص کو حوض خبال پر لائے گا
صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ
حوض خبال کون حوض ہے آپ نے
فرمایا کہ وہ دوزخیوں کا حوض ہے۔
مدارک عیاض میں ہے کہ محمد بن سلمہ
نے کہا کہ میں نے مالک کو کہتے سنا ہے
کہ میں (مالک) مہدی کے پاس
گیا اور اس نے کہا مجھ کو کچھ وصیت
کرو انہوں نے کہا کہ میں تم کو صرف
یہ وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے
ڈرو اور مدینہ کے باشندوں کیساتھ
مہربانی سے پیش آؤ اس لیے مجھ کو
یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ مدینہ میری ہجرت گاہ ہے اور
اور اسی سے میرا بعث ہے اور اس میں میری قبر ہے اور اس کے باشندے میرے

جار ہیں۔ پس میری امت کو لازم ہے کہ میرے جار کی نگہبانی کریں۔ پس جس شخص نے میری امت میں سے میرے جار کی حفاظت کی اس کی شفاعت قیامت کے دن میں کروں گا اور جو شخص میرے جار کی حفاظت نہ کرے گا اس کو اللہ قیامت کے دن خبال کی مٹی کھلائے گا (یعنی عذاب کرے گا) ::

آخر میں ہم مولانا فاروقی صاحب سے صرف ایک سوال دریافت کرنا چاہتے ہیں اور غالباً اس کے جواب سے بہت کچھ غلط فہمیاں اور شکوک دفع ہوسکیں گے۔

وہ سوال یہ ہے!

براہِ کرم آپ یہ بتائیں کہ قبہ اور روضۂ اطہر سرکار رسالت کا آپ کے نزدیک ہدم اور گرادینا اہم ترین فرض اسلامی ہے، یا جائز ہے یا حرام یا مکروہ، اگر حرام یا مکروہ ہے تو براہ کرم دلیل حرمت یا کراہت بھی مذکور فرمائیے گا اور اگر آپ جائز یا فرض سمجھتے ہیں تو جواب دینا کافی ہے دلیل کی ضرورت نہیں ہے فقط!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکۂ معظمہ کے مزارات اور موالد شریعت اور فقہ اسلام کی روشنی میں حق و باطل کا فیصلہ

(از: مولوی سید اعجاز علی صاحب صاحبزادہ اجمیر شریف)

اس عرصہ میں اکثر احباب نے زبانی متعدد بار بلکہ قریب قریب ہر ڈاک میں ایک نہ ایک خط کے ذریعہ سے ہمارے اکابر اور دیگر علمائے کرام سے مزارات اور مولد کے قبّوں کے انہدام کے متعلق مذہبی فتویٰ طلب کیا ہے۔ قبروں پر عمارت کی تعمیر اور قبوں کے بنانے کے متعلق صحیح احادیث میں ممانعت کے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔ اُن کی تفصیل کے لیے ایک مبسوط مضمون کی ضرورت ہے۔

میں سر دست یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن مقامات کو مزارات اور موالد کی حیثیت سے مقدس اور برگزیدہ اشخاص سے نسبت دی جارہی ہے ان کے متعلق فقہاء بالعموم اور فقہائے حنفیہ بالخصوص کیا تحریر فرماتے ہیں، اور پختہ و شاندار تعمیر چاہے پانچویں صدی میں ہو یا اس کے قبل یا اس کے بعد یا پہلے فتنۂ وہابیہ کے دفع ہونے کے بعد ہو یا (اب پھر خدا نے چاہا) اس فتنہ کے دُور ہونے کے بعد ہو اور بنانے کی کوئی غرض ہو چاہیے نام و نمود ہو یا اخلاص، مطلب رضائے الٰہی ہو، مسلمانوں کی نیت کے کھوج سے قطع نظر کر کے اور حسن ظن رکھتے ہوئے یا بدظنی کر کے۔ بہر حال اس بارے میں فقہاء کا

قول بہتر ہے نہ کہ مورخوں کا۔

مولد فاطمہ رضی اللہ عنہا

ہم پہلے مولد سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ازرقی کے فقہ حکم لکھتے ہیں یہی وہ مقام ہے جس کو بیت سیدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے۔ ملا علی قاری اپنے منسک میں تحریر فرماتے ہیں:

یستحب زیارۃ بیت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وھوالذی ولدت فیہ فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا وھو مسکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقیمافیہ حتی ھاجرمنہ وھو افضل مواضع مکۃ بعد المسجد الحرام علی ماقالہ الطبرانی وغیرہ من الاعلام فتعبیر بقولہ و قیل ھوافضل موضع بمکۃ بعد المسجد" لیس فی محلہ اذلم یعلم خلاف فی حکمہ۔

سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ یہی وہ گھر ہے جس میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں یہ مسکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس میں آپ تشریف فرما رہے۔ یہاں تک کہ اسی گھر سے آپ نے ہجرت فرمائی۔ یہ گھر مقامات مکہ میں مسجد حرام کے بعد سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے جیسے کہ مشاہیر میں سے طبرانی وغیرہ نے کہا ہے اس لیے معلوم ہوا کہ ھو افضل موضع بمکۃ بعد المسجد کا قیل کے لفظ سے ماتن کا ذکر کرنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس حکم میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے:

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولد فاطمہ ایک متفق علیہ زیارت گاہ ہے اور سلف اور خلف میں سے کسی کو اس امر میں اختلاف نہیں ہے کہ یہ مقام مکہ معظمہ میں مسجد حرام کے سوا سب سے افضل ہے۔ یہاں تک کہ ملا علی قاری ماتن کے قول "قیل" پر اعتراض کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں "قیل" سے اشارہ اختلاف اور ضعف کا ہے حالانکہ محققین نے تصریح کی ہے کہ ہر

جگہ قبیل تضعیف اور تعلیل کے لیے نہیں ہے۔

مولد نبوی ؐ اسی کتاب میں ہے کہ مولد نبی کی زیارت مستحب ہے باوجودیکہ اس امر میں اختلاف ہے کہ وہ مقام جو جمہور کے نزدیک مولد النبی ہے وہی واقع میں مولد ہے لیکن استحباب زیارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ قول مختار یہی ہے کہ جہاں قبہ مولد بنا ہوا تھا وہی مولد النبی ہے اگرچہ بعض اختلاف کریں لکھتے ہیں:

ومولد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو فی الشعب المعروف بمکۃ علی خلاف فی کون مولدہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی ما بینتہ فی المورد الرومی فی مولد النبی۔	مولد نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مکہ کی ایک مشہور گھاٹی میں ہے مگر اس کے مولد ہونے میں اختلاف ہے جیسا کہ میں نے اس کو مورد الروی فی مولد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم میں بیان کیا ہے:

مولد علی رضؓ مولد علی کی بھی زیارت مستحباب سے ہے اور خلفاً عن سلفٍ برابر لوگ اس کی زیارت کرتے رہے اس کی بھی تصریح ملا علی قاری نے کی ہے۔ اس مقام پر بھی ایک قبہ کی مسجد بھی بنی ہوئی ہے اور وہ غالباً کھدنے سے بھی رہ گئی ہے۔

دار ابی بکر ن الصدیق رضؓ دار ابی بکر ن الصدیق زقاق حجر میں ہے اس جگہ دو پتھر ہیں ایک حجر متکلم اور دوسرا حجر متکی، اس کی زیارت بھی مستحب ہے۔

دار ارقم اس کی بھی زیارت مستحب ہے معلوم ہوا ہے کہ یہ بھی مسجد تھی اور منہدم کر دی گئی ہے اس کے متعلق ملا علی قاری لکھتے ہیں:۔

دار الارقم وھو مسجد عند الصفا وفیہ سلم عمر رضی اللّٰہ عنہ

وکمل الاربعین وحصل بہ عز الدین ونزل یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین۔ دار اقم صفا کے پاس ایک مسجد ہے اور اسی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام لاکر یہاں مسلمانوں کی چالیس کی تعداد پوری کی جس کی وجہ سے دین کو عزت حاصل ہوئی اور یہیں آیت یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین نازل ہوئی:

غار جبل ثور

جبل ثور کے جس غار میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پوشیدہ ہوئے اور جہاں آیہ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار نازل ہوئی اس کی بھی زیارت مستحب ہے کتاب مذکور میں ہے:

وغار جبل ثور وھو الذی فی القران ذکرہ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار۔	اور غار جبل ثور کی زیارت مستحب ہے اور وہ وہ غار ہے جس کا قرآن میں ذکر ثانی اثنین اذ ھما فی الغار سے کیا گیا ہے:

غار جبل حرا

جبل حرا کے غار میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلہ کشی فرماتے تھے اور آیہ اقرأ اس میں نازل ہوئی اور شق صدر بھی اسی جگہ مروی ہوا ہے اس کی بھی زیارت مستحب ہے۔

وکان صلی اللہ علیہ وسلم یتعبد فیہ معتزلا قبل الرسالۃ واول ما نزل علیہ فیہ اقرأ باسم ربک الذی خلق الأیات و قد روی ابونعیم ان جبریل ومیکائیل شقا صدرہ وغسلاہ ثم قالا اقرأ باسم ربک الذی خلق وکذا روی شق صدرہ	غار جبل حرا میں قبل مبعوث ہونے کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہا عبادت فرماتے تھے اور یہیں پہلے پہل وحی آپ پر نازل ہوئی وہ اقراء باسم ربک الذی خلق کی آیتیں ہیں اور ابونعیم نے روایت کی ہے کہ جبرئیل اور میکائیل (علیہم السلام) دونوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ

الشريف هذا ايضا الطيالسي والحرث في مسنديهما على ماذكره القسطلاني في المواهب اللدنيه .

مبارک چاک کیا اور اس کو دھویا پھر دونوں نے آپ سے اقراء باسم ربک الذی خلق پڑھنے کو کہا۔ طیالسی اور حارث دونوں نے اپنے اپنے مسند میں اسی جگہ سینہ مبارک کے چاک کیے جانے کو روایت کیا ہے جیسا کہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں ذکر کیا ہے :

مسجد الرایہ

مسجد رایہ میں بھی نماز پڑھنا مستحب ہے اور اس کی زیارت کرنا بھی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی ہے اس کو بھی ملا علی قاری نے لکھا ہے سنا جاتا ہے کہ یہ مسجد بھی منہدم کی گئی ہے .

مسجد جنّ

یہ وہ مقام ہے کہ جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنوں سے ملے اور انہوں نے آنحضرت سے قرآن سنا اور یہ بھی احتمال ہے کہ جہاں یہ مسجد بنی ہوئی تھی وہاں پر عبداللہ ابن مسعود کو لیلۃ الجنّ میں چھوڑ دیا تھا اور اُن کے گرد ایک خط کھینچ دیا تھا کہ اس جگہ بیٹھے رہیں یہاں سے باہر نہ نکلیں ۔ جیسا کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے . ہمیں حیرت ہے کہ بعض لوگوں نے مسجد جنّ کی بے اعتباری کی غرض سے دو واقعے جنوں کے لکھ کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جہاں مسجد جنّ ہے وہ ان دونوں واقعات کی جگہوں میں نہیں ہے . نخلہ اور مدینہ منورہ کے اندر جنوں کی ملاقات کو منحصر سمجھتے ہیں حالانکہ علامہ ابن تیمیہ سے آلوسی بغدادی نے نقل کیا ہے کہ چھ مرتبہ جنوں کا قصہ پیش آیا ہے . دو مرتبہ کی نفی سے چار مرتبہ اور بھی باقی رہتے ہیں ۔ یہاں قصہ جنّ پر گفتگو کرنا نہیں ہے اس مسجد کے کھدنے پر افسوس ہے کہ جو موسوم بہ مسجد جنّ ہے اور جس کی زیارت فقہائے حنفیہ نے جائز سمجھی ہے علاوہ ان زیارت گاہوں کے جن مساجد کا توڑا جانا ممنوع ہوا ہے جبل ابی

قبیس کی مسجد ہے اور مسجد تنعیم اور مسجد کبش ہے یہ سب ایسی ہیں کہ جن کی زیارت مستحب ہے اور ان کی اصلیت کتب علماء میں موجود ہے۔

قربان گاہ اسمٰعیل مسجد کبش ہے۔ عوام کہتے ہیں کہ اس میں سورۂ کوثر نازل ہوئی۔ ممکن ہے کہ ان کا قول غلط ہو لیکن فضائل میں روایت ضعیف معتبر ہے۔ کسی بقعہ کی فضیلت جبکہ مشہور ہو گئی ہو اور خلفاً عن سلفٍ مروی ہو تو اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں اور پھر سورۂ کوثر کا مکہ پر نازل ہونا بھی محقق ہے۔

قبر حضرت آمنہ

کہا جاتا ہے کہ قبر حضرت آمنہ مقام ابواء میں ہے اور جس جگہ قبر اور قبہ بنا ہوا ہے وہ مقام ابواء نہیں ہے حالانکہ مقام ابواء کی تعیین میں اختلاف ہے جو لوگ اس قبر کو جو حضرت آمنہ کے نام سے ہونا تسلیم کرتے ہیں اُن کے نزدیک یہی ابواء ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر شریف میں اختلاف ہے حدیث میں کوئی جگہ بتائی گئی ہے اور مشہور کسی جگہ ہے اور قبہ اور قبر کہیں بنی ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نہ وہ قبر کھودی اور نہ اس کی عمارت۔ اس لیے کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہی مقام قبر ہے۔

مقبرۂ بنو ہاشم

ایک حصہ جنت المعلیٰ کا ہے جہاں حضرت عبد مناف اور حضرت عبدالمطلب اور جناب ابو طالب کی قبریں ہیں اس جگہ کہا جاتا ہے کہ یہ سب کفار تھے اس لیے ان کی قبریں کھدوائی گئیں۔

اوّل تو کفار کی قبور کا کھودنا بھی بلا ضرورت ثابت نہیں ہے دوسرے ان حضرات کا کفر متفق علیہ نہیں ہے۔ عبد مناف اور عبدالمطلب کے ایمان کے لیے تو رسائل علامہ سیوطی وغیرہ دیکھنا چاہیے اور ابو طالب کے ایمان

کے لیے اسنی المطالب فی ایمان ابی طالب ملاحظہ کرنا چاہیے۔

مزاراتِ معلّٰی

جنّت معلیٰ کی زیارت بھی مستحب ہے اور یہاں صحابہ و تابعین مدفون ہیں لیکن ہم لوگوں کے نزدیک بالیقین کوئی قبر کسی صحابی یا صحابیہ کی معین نہیں ہے اگرچہ مثل حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مزار کے بعض خوابوں اور کشفوں سے تعین کر لی گئی ہے لیکن جس طرح اس بات کا احتمال ہے کہ قبر معین فلاں مخصوص شخص کی نہیں ہے اس طرح یہ بھی قطعی نہیں ہے کہ وہاں وہ مدفون نہیں ہے۔ ایسی صورت میں قبروں کا انہدام یا اُن پر جو قبّے بنے ہوئے ہیں اُن کا انہدام امر شرعی نہیں ہے اس جگہ چند باتیں لکھ دینا ضروری ہیں اوّلاً علماء کا اتفاق ہے کہ مسلمانوں کی عزت مردہ اور زندہ حالت میں برابر ہے محقق علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر تحریر فرماتے ہیں:

الاتفاق علی حرمۃ مسلم میتۃ کحرمتہ حیًا۔
یہ امر متفق علیہ ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت زندہ کی سی ہے:

اور حدیث شریف میں ہے:

کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیًا۔
مردے کی ہڈیوں کو توڑنا اور اس کو تکلیف پہنچانا مثل زندہ کی ہڈیوں کے توڑنے کے ہے:

اس کو امام احمد حنبل، ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور بعض روایتوں میں اس طرح ہے۔

المیت یوذیہ فی قبرہ مایوذیہ فی بیتہ۔
مردے کو وہی چیزیں تکلیف پہنچاتی ہیں جو اس کو گھر میں تکلیف پہنچاتی ہیں:

اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ۔
مومن کو مرنے کے بعد اذیت دینا ویسا ہی ہے جیسا اس کی زندگی میں اس کو اذیت دینا:

ایسے ہی آثار اور نصوص ہیں جن سے علماء نے اتفاق کیا ہے کہ مردوں کو ان چیزوں سے اذیت ہوتی ہے جن چیزوں سے زندوں کو۔

دوسری بات یہ ہے کہ گنبد بنانا ایسی جگہ جہاں قبر نہ ہو غالباً کسی کے نزدیک بھی ناجائز نہ ہوگا اور اگر قبر پر گنبد ہو تو وہابیوں کے نزدیک کھود ڈالنا چاہیے ساتھ ہی اس کے یہ بھی معلوم ہے کہ جھوٹی قبر کی زیارت ناجائز ہے۔ احادیث سے ایسی زیارت کی حرمت ثابت ہوتی ہے جہاں قبر بغیر مقبور کے ہو تو اب ہم کو حیرت ہے کہ جہاں حضرت خدیجہ کی قبر تھی وہاں کا قبہ کیوں کھودا گیا اور قبر کیوں باقی رکھی گئی۔

ہم کو معلوم ہوا ہے کہ قبریں صرف قبوں کو اتارا گیا ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ قبور یقیناً مقبورین کرام کی ہیں تو ان کی بے حرمتی ہوئی اور اگر وہ قبور بے اعتبار ہیں اور ان میں مقبورین کرام نہیں ہیں تو پھر اُن پر جو قبہ بنا ہوا تھا وہ چاہیے کھودا جاتا یا نہ کھودا جاتا قبروں کو کھودنا لازم تھا۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے علماء کے نزدیک تو ایسے مقام پر نہ قبر کھودی جائے گی نہ قبہ کے اتارنے کی ضرورت ہے بلکہ عوام کو ان کی غلطی سے مطلع کیا جائے گا اس واسطے کہ ممکن ہے کہ وہ قبر اُسی مخصوص بزرگ کی ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی ہو تو اس میں ہڈیاں ہوں یا نہ ہوں سب حالتوں میں بخوف قبور جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے وہ ناجائز ہے۔ خزانۃ الروایۃ میں ہے:

واذا سار المیت ترابا فی القبور یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ ولا یجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا او مسجداً لان موضع القبر حق المقبور ولھذا	جب میت قبر میں مٹی ہو جاوے تب بھی کسی دوسرے کا اس کی قبر میں دفن کرنا مکروہ ہے کیونکہ حرمت باقی ہے اور نہیں جائز ہے کسی کے لیے کہ قبروں پر گھر بنائے یا مسجد کیونکہ قبر کی جگہ مقبور کا حق ہے اور

لا یجوز نبشہ (انتہی مختصراً) اسی لیے اس کی قبر کا کھودنا درست نہیں ۔
اس جگہ ضروری ہے کہ ہم ظاہر کر دیں کہ بعض فقہا مثل علامہ زیلعی کے لکھتے ہیں :

ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ۔

اگر میت ریزہ ریزہ ہو جاوے اور بالکل خاک ہو جائے تو اس کی قبر میں دوسرے کا دفن کرنا اور اس پر کھیتی کرنا اور گھر بنانا درست ہے ۔

مگر علامہ شر بلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کی رد کی ہے اور لکھا ہے :

ویخالفہ ما فی التتارخانیۃ اذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ۔

زیلعی کے قول کے مخالف تتارخانیہ کا یہ قول ہے کہ جب میت خاک ہو جاوے قبر میں مکروہ ہے کسی دوسرے کا اس کی قبر میں دفن کرنا کیونکہ حرمت باقی ہے ۔

ظاہر ہے یہ معلوم ہو جاتا کہ میت کے سب اجزا قبر میں مٹی ہو گئے ہیں بغیر کھودے نہیں ہو سکتا اور بغیر اس علم قطعی کے قبر کھودی نہیں جا سکتی اسی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ میت کو اذیت دینا شرعاً ممنوع ہے لہذا کھودنے کی کوئی صورت معقول نہیں ہے ۔
اس جگہ ایک فائدہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ عام طور پر قبہ وغیرہ بنانے کے عدم جواز بلکہ انہدام پر ایک حدیث نقل کی جاتی ہے اور اس حدیث کے سوا کوئی حدیث یا آیت قرآن مانعین کے پاس نہیں ہے مگر یہ حدیث ان کی رعا کے لیے کسی طرح کافی نہیں ہے نہ فقہا کا قول ویکرہ البناء علیہ ان کے لیے مفید ہے اس واسطے کہ صاف ظاہر ہے کہ مراد بناء علی القبر کے عین قبر کے اوپر عمارت بنانا ہے نہ کہ اس کے گردا گرد کوئی مکان بنانا اور

وہ بھی متصل اسطور پر کہ حق مقبور اس سے تلف ہو۔ لہذا جو لوگ اس حدیث یا ایسی عبارات فقہیہ سے استدلال کرتے ہیں اُن کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ استدلال اقل درجہ احتمال کی وجہ سے باطل ہے افسوس ہے کہ ایسے ہی استدلالات پر مقامات مقدسہ مساجد اور مقابر کا کھودنا جائز کیا جا رہا ہے بلکہ فرض اور واجب بتایا جاتا ہے اور قبوں کا بنانا حرام، کفر اور شرک کہا جاتا ہے اور عوام کے عقائد بگاڑے جاتے ہیں۔ وہابیوں کی ایک طرف تو برأت کی جاتی ہے کہ انہوں نے قبروں کو نہیں توڑا اور دوسری طرف ان قبروں کو لا اصل بتایا جاتا ہے جو اگر لا اصل ہیں تو کھودنے کے قابل ہیں اور پھر وہابیوں کو پابند شریعت سمجھا جاتا ہے۔

ابن سعود کے اس فعل کی تائید کی جاتی ہے کہ انہوں نے مساجد کو منہدم کیا اور پیکرِ اسلام مجسمۂ سنت حضرت عمر فاروق کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی نصیحت

نہیں کیا جاتا ہے کہ شاداب، سرسبز اور سایہ دار درختوں کے کھودنے کی احادیث میں ممانعت ہے اور یہ بھی قصہ اسی طرح حضرت عمر کی طرف منسوب ہے جیسے کتب خانہ اسکندریہ کا جلانا مگر افسوس اس فعل عمری اور سنتِ فاروقی کی طرف توجہ نہیں دلائی جاتی ہے جو مقابر انبیاء کے ساتھ تھی اور باوجود ان کی اختلاف رائے کے وہ باوجود اس کے کہ اس کے وہ مساجد وہ مآثر سے تھے۔ انہدام نہیں کیے گئے۔ کنز العمال کو دیکھنا چاہیے معلوم ہوگا کہ حضرت عمر نے اس مسجد میں نماز نفل پڑھنے پر اعتراض کیا تھا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نماز پڑھی تھی اور اس کی وجہ سے صحابہ و تابعین وہاں نماز ادا کرتے تھے مگر وہ مسجد نہیں کھودی۔

ایسے ہی قابلِ غور ہے جو کہا جاتا ہے کہ امام شافعی نے امراء سے انہدام

قبوں کا روایت کیا ہے حالانکہ قبوں کے بارے میں خود ان کا مسلک ہے کہ اگر موقوفہ زمین میں قبہ ہو تو کھودا جائے گا کیونکہ اس کا بنانا حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔ اس جگہ اتنا ہی لکھنا کافی ہے۔ انشاءاللہ آئندہ اس کی اور تحقیق کی جائے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا سورتی کے مضمون پر ایک نظر

جناب مولانا عنایت اللہ صاحب فرنگی محلی کے مضمون مندرجۂ ہمدرد کے جو جوابات ہمدرد میں شائع ہوتے ہیں اس مضمون میں پوری تحقیق کے ساتھ اس کا جواب دیا گیا ہے اور غالباً

اخبار ہمدرد میں قبہ وغیرہ کی بحث پر اولاً مولانا فاروقی صاحب نے ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جس کا جواب میں نے لکھا اور ہمدرد و ہمدم میں شائع کر دیا گیا۔ میری ہی خوش قسمتی ہے کہ میری تردید کے لیے ایک مضمون کافی نہ ہوا اور ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا، تین مضامین شائع ہوتے اور پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ ابھی اور مضامین بھی سپرد قلم کیے جائیں گے۔ مجھ کو افسوس ہے کہ جس متانت کی امید مجھے مضمون نگاران ہمدرد سے تھی وہ صحیح ثابت نہ ہوئی اور طعن آمیز جملوں اور ذاتی حملوں سے بھی احتیاط کرنے میں صیغ رکھا گیا۔

ناظرین میرے مضمون اور ان کے جوابوں کو براہ کرم سامنے رکھ کر ایک مرتبہ پھر پڑھیں اور انصاف کریں کہ ایک فرنگی محلی کٹھ ملا اور ایک روشن دماغ تعلیم یافتہ کے طرز تحریر میں کیا فرق ہے۔ مجھکو افسوس

ہے کہ میں ایسے الفاظ کا جواب دینے سے قاصر ہوں البتہ نفس مضمون کے ضروری اجزاء کا جواب محض اس لیے دینا چاہتا ہوں کہ شاید اصلاح ہو جاوے وما ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

مجھے حیرت ہے کہ میرے جواب دینے والے دو صاحبوں میں آپس میں سخت اختلاف رائے ہے اس کو میں کس طرح رفع کروں۔ مولوی عبدالماجد صاحب کے خیال میں میں نے کوئی ایجابی اور اثباتی دعویٰ نہیں کیا اور مولانا سورتی صاحب مجھ کو جواز کا مدعی خیال فرماتے ہیں اور سب سے زائد یہ لطف ہے کہ اس پر بس نہیں بلکہ درمختار کے محتمل عبارت کو میری بہت بڑی دلیل خیال فرماتے ہیں۔ بہرحال اس کا فیصلہ تو ہم انہیں دونوں پر چھوڑتے ہیں لیکن اپنے دونوں کرم فرماؤں سے اتنا ضرور گذارش کرتے ہیں کہ وہ میرا مضمون پڑھتے ہوئے شاید اس امر کو ملحوظ نہ رکھ سکے کہ میرا مضمون مولانا فاروقی کے جواب میں تھا اور ابتدائی نہ تھا اس لیے میں نے اس کی تنقید پر اکتفا کی ہے اور نہ تو کسی اپنے دعوے کو مصرح کیا اور نہ اس کے دلائل لکھے ہیں۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہتی جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ مولانا سورتی صاحب نے یہ فرض کر لیا ہے کہ میں نے جواز قبہ وغیرہ پر دو دلائل لکھے ہیں۔

پہلے درمختار کی عبارت اور دوسرے شامی کی عبارت اور اسی پر مجھ کو ناز ہے۔ مولانا میری عبارت کو پڑھیں اور انصاف فرمائیں کہ آیا میں نے یہ عبارتیں مولانا فاروقی پر الزام دینے کے لیے پیش کی ہیں یا ان کو اپنے دلائل میں شمار کیا ہے۔ شاید میرے مضمون کا آخری حصہ مولانا کی نظر سے محروم رہا جس میں میں نے وہ عبارتیں تحریر کی ہیں جو مولانا فاروقی کے خلاف تھیں اگر مولانا سورتی ان عبارتوں

کو میری جانب منسوب کردہ دعوے کی دلائل سمجھتے تو اس کی تو وجہ بھی ہو سکتی تھی مگر در مختار کی عبارت کو میری دلیل قرار دینا سراسر زیادتی ہے اور نہ اس کے باطل کر دینے سے منسوب کردہ دعوے پر کوئی اثر پڑتا ہے مولانا سورتی کا پورا مضمون صرف اسی امر کی تردید میں ہے کہ در مختار اور اس کے حواشی کی عبارت میرے دعوے کی دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی بالفرض تھوڑی دیر کے لیے میں تسلیم کر لوں کہ یہ دونوں عبارتیں اس دعوے کو ثابت کرنے سے قاصر ہیں جو مولانا سورتی میری جانب منسوب کرتے ہیں تو کیا اس سے مولانا فاروقی کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔

مَیں واضح طور پر مولانا سورتی کو بتانا چاہتا ہوں کہ واقعہ یہ ہے کہ مولانا فاروقی صاحب نے اپنے دعوے میں حرمت قبہ وغیرہ کے متعلق درمختار کی عبارت پیش فرمائی تھی میں نے اس پر اعتراض کیا کہ مولانا فاروقی کو چاہیے تھا کہ وہ پوری عبارت تحریر فرماتے اور جو جملہ کہ بظاہر اس کے مخالف تھا اس کو نہ چھوڑتے یہ اختیار تھا کہ اس کی تردید بھی کر دیتے۔ اب مولانا فاروقی کی پیش کردہ عبارت کو مولانا سورتی زبردستی میری دلیل قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح مولانا فاروقی کے اوپر میں نے یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ وہ حاشیہ درمختار کی عبارت بھی دیکھ لیتے تو اچھا تھا جس میں استحباب کو بیان کیا ہے مولانا سورتی صاحب اس کو بھی میری دلیل قرار دیتے ہیں۔ مَیں اس طریقہ استدلال کو سمجھنے سے قاصر رہا۔

مولانا سورتی نے میرے طویل مضمون میں صرف یہی جگہ اپنے خیال میں مخدوش پائی اور اس کی تردید فرماتے ہوئے بقیہ کے واسطے دوسرے مضمون کا منتظر رکھا۔ اس ضمن میں مولانا نے یہ بھی کوشش فرمائی ہے کہ میرے ان اعتراضات کے مقابل میں جن میں یہ دکھایا گیا کہ مولانا فاروقی سے نقل عبارت میں تسامح ہو گیا اور میں اس کو مولانا فاروقی کی دیانت پر حملہ کیسے

بغیر عجلت پر محمول کرتا ہوں (ہمدرد ۸ ستمبر) مولانا سورتی نے مجھ پر بھی نقل عبارات میں کئی جگہ تصرف کا الزام دیا ہے۔ مولانا سورتی تحریر فرماتے ہیں کہ:

(۱) دلیل اوّل جو مولانا فرنگی محلی نے پیش کی یہ ہے۔

وفی الاحکام عن الجامع الفتویٰ قیل لا یکرہ البنا اذا کانت المیت من المشائخ والعلماء والسادات۔

میں نے یہ عبارت ان لفظوں میں درمختار کے حاشیہ میں نہیں پائی خدا جانے عبارت کے نقل کرنے میں خود مولانا سے سہو ہو گیا یا کوئی اور بات ہوئی اصل عبارت یوں ہے:

وفی الاحکام من الجامع الفتاویٰ وقیل لا یکرہ البناء اذا کان المیت من الخ۔

مجھ کو دونوں عبارتوں میں تین حرفوں میں صرف فرق معلوم ہوا پہلے فتاویٰ کی جگہ فتویٰ لکھا ہے۔ دوسرے قیل کے پہلے میں نے واؤ چھوڑ دیا ہے تیسرے میں نے کان کے حدت بڑھا دی ہے یعنی مذکر کے بجائے مونث کا صیغہ لکھ دیا ہے۔

میں مولانا سورتی ہی پر اسکا انصاف چھوڑتا ہوں کہ بالفرض اگر یہ تینوں تصرف میں نے بالقصد بھی کیے ہیں تو اس سے نفس بحث پر کیا اثر پڑا، کیا جو عبارت مولانا سورتی نے لکھی ہے اس سے میرا پیش کردہ اعتراض دفع ہو گیا، کچھ کمزور ہو گیا، کچھ خلل پذیر ہو گیا۔ بظاہر تو ایسا نہیں ہے تو پھر خدا کے واسطے مولانا سورتی فرمائیں کہ ان لفظی غلطیوں کی گرفت احقاق حق کے واسطے کیا مفید نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ اس کے بعد مولانا سورتی مجھ سے یہ بھی سنیں کہ اس میں سوائے واؤ کے رہ جانے کے (جس سے کوئی تغیر معنی میں نہیں ہوتا ہے) واقعتاً نقل میں کوئی غلطی بھی نہیں ہے۔ ہمدرد میں مولانا

دیکھیں مجھ کو تو کانت کی بجائے کان ہی چھپا ہوا معلوم ہوا۔ معلوم نہیں مولانا نے کانت میری کس عبارت میں دیکھا ہے اور لفظ فتاوی کا رسم الخط بصورت فتوی بھی ہے صرف اس پر کھڑا زبر بنا دینا کافی ہے۔

اگر مولانا تکلیف فرما کر میرے مضمون کو ۹ ستمبر کے ہمدم میں ملاحظہ فرما لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ اس میں یہی عبارت مندرج ہے اور اس میں فتوی الف ہی کے ساتھ ہے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ اس قسم کی بحثوں سے مولانا سورتی اجتناب فرما دیں گے جو کسی طرح شان اہلِ علم کے موافق نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض مولانا نے اس عبارت پر یہ بھی کیا ہے کہ یہ قول مجہول ہے اور یہ کہ بعد کی عبارت مَیں نے نقل نہیں کی۔ مولانا سورتی سے میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میں مدعی نہیں ہوں میں مولانا فاروقی کی تردید کر رہا ہوں۔ مولانا فاروقی در مختار سے مطلقاً حرمت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ میرے اس پر تین اعتراض ہیں:

اولاً تو در مختار کی عبارت محتمل ہے۔

دوسرے اس سے کراہت ثابت ہوتی ہے نہ کہ حرمت۔

تیسرے محشی نے تصریح کر دی ہے کہ بعض صورتوں میں (یعنی علماء و مشائخ کی قبروں پر) یہ کراہت باقی نہیں رہتی بلکہ استحباب ہو جاتا ہے۔

آپ ہی فرمائیے کہ آپ کی بیان کردہ قید سے میرے ان تین اعتراضوں میں سے کونسا اعتراض کمزور یا ساقط ہو گیا۔ ہاں اگر میں مطلقاً جواز کا دعوی کرتا اور اپنی دلیل میں یہ عبارت پیش کرتا تو آپ اعتراض کر سکتے تھے کہ دعوی عام دلیل خاص ہے۔ مگر مولانا فاروقی کے استدلال کی غلطی کو واضح کرنے کے لیے سورتی کی بیان کردہ قید سے ادنی بھی اثر نہیں پڑتا

اسی وجہ سے میں نے اس کو لکھنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ ہم مولانا سورتی سے یہ عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ نقل میں تغیر اور گرفت اسی وقت قابل لحاظ ہے جبکہ اس سے کسی طرح کا مدعی یا مجیب کو نقصان یا فائدہ پہنچتا ہو ورنہ وہ لفظی گرفتیں غیر قابل لحاظ ہوں گی اور پھر جب کہ کوئی تغیری عبارت میں نہ ہو تو محض یہ الزام کہ آگے کی عبارت کیوں نہیں لکھی باوجودیکہ آپ کے نفس مدعی پر اثر نہ پڑتا ہو لائق بحث علماء نہیں ہے اگر ایسا ہی الزام مفید ہو سکے تو میں بھی بعینہ یہی اعتراض مولانا پر کر سکتا ہوں کہ مولانا نے کتاب الاجارۃ شامی کی عبارت میں الفاظ حذف کر دیئے ہیں اور غلط نقل کر دی ہے اصل عبارت غالباً یہ ہے:

ان[1] ما فی المتون مقدم علی ما فی الشروح وما فی الشروح مقدم علی ما فی الفتاوی۔

مگر ایسے اعتراضات مفید مطلب نہیں ہیں۔ مجہول روایت سے استدلال درست نہیں ہے۔ اس کے متعلق مولانا سے گزارش ہے کہ میں نے استدلال کب کیا ہے یہ اعتراض ہے نہ کہ استدلال۔ پھر لفظ قیل ہر جگہ ضعف پر دلالت نہیں کرتا۔ عمدۃ الرعایہ میں ہے:

فائدہ کثیراً ما یذکرون حکماً	فائدہ: بہت ایسا ہوتا ہے کہ کوئی
مصدراً بلفظ قیل ویکتب	حکم لفظ "قیل" سے بیان کیا جاتا ہے
الشراح والمحشون تحتہا	اور شراح اور محشین اس کے تحت
انہ اشارۃ الی ضعفہ والحق	میں لکھ دیتے ہیں کہ "قیل" سے

---

[1] ہم نے شامی کتاب الاجارہ بالاستیعاب مطالعہ کی ہے مگر اس میں نہ مولانا سورتی کی عبارت ملی اور نہ ہماری اصلاح کردہ عبارت۔ براہِ کرم مولانا سورتی عبارت کا صحیح حوالہ دیں۔

انه ان علم قائله انه التزم ان یذکر الحکم المرجوح بھذہ الصفۃ ولیشیر بھا الی ضعفه قضی به جزما کما علم من عادۃ مولف ملتقی الابحر (ملتقی الاکبر)

اس قول کے ضعف کی جانب اشارہ ہے حالانکہ صحیح امر یہ ہے کہ اگر قائل کے متعلق یہ معلوم ہو جاتے کہ وہ اس امر کا التزام رکھتا ہے کہ وہ لفظ قیل سے قول مرجوح ہی بیان کرتا ہے اور قیل سے قول کے ضعف کی بابت اشارہ کرتا ہے جیسا کہ صاحب الملتقی الابحر کے متعلق یہ امر معلوم ہے اور ان کا طریقہ یہی ہے :

کی عبارت نقل کے بعد پھر لکھتے ہیں :

والا فلا جزم بذالك و من ثم قال الشرنبلانی فی رسالته المسائل البھیۃ الزاکیه علی الاثنی عشریه صیغة قیل لیس کل ما دخلت علیه یکون ضعیفا۔

ورنہ یقینی طریقہ سے نہیں کہا جا سکتا کہ قیل سے ضعف کی جانب اشارہ ہے یہی وجہ ہے کہ شرنبلالی نے اپنے رسالہ المسائل البھیۃ الزاکیہ علی الاثنی عشریہ میں لکھا ہے کہ ہر وہ قول جس پر قیل داخل ہو ضعیف نہیں ہوا کرتا:

اس کے علاوہ خود آپ کی ہی پیش کردہ عبارت قیل لا بأس به وھو المختار اس کی تردید کر رہی ہے یہ قول باوجودیکہ مجہول ہے مگر مختار ہے مولانا ہمیں معاف فرمائیں گے ع

توبہ فرمایان چرا خود توبہ کمتر میکنند

مولانا ہمارے اوپر تو قول مجہول سے استدلال کا الزام لگاتے ہیں اور خود ایک ہی کالم کے بعد قول مجہول اذا اختلفوا فیه نقیل الفتوی علی الاطلاق علی قول ابی حلیفۃ سے ہمارے مقابل ایک مضبوط اصولی قاعدہ بنا کر الزام دینا چاہتے ہیں معلوم نہیں کہ کاتب نے کس وجہ سے مولانا کی اس عبارت کے ترجمہ میں قیل کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا ہے تاہم جو

شخص اپنے استدلال میں قول مجہول کو پیش کرتا ہے کم از کم اُس کو تو حق نہیں ہے کہ دوسروں پر اعتراض کرے۔

مولانا سورتی کا دوسرا اعتراض جس کو مولانا نے دوسری دلیل کی تردید سمجھی ہے اس کے متعلق گذارش ہے کہ یہاں پر تین عبارتیں ہیں ایک صاحب تنویر الابصار کی، دوسری درمختار کی تیسری شامی کی۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ تنویر کی عبارت وہوالمختار پر ختم ہو جاتی ہے اور اسی پر میرا اعتراض ختم ہو جاتا ہے یعنی یہ عبارت تنویر کی کم از کم محتمل اس امر کو ہے کہ ضمیر بناء کیجانب پھیری جائے بلکہ یہی قرب مرجع کی وجہ سے ظاہر ہے پس اس لیے جزو اوّل لکھنا اور جزو ثانی یعنی قیل لا باس بہ، وھوالمختار کو حذف کر دینا خلاف انصاف ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

علامہ شامی نے صاحب درمختار کے قول کما فی کراھتہ السراجیہ پر اعتراض کیا ہے کہ اس کا مانحن فیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اسی وجہ سے میں نے اپنے مضمون میں یہ لکھ دیا تھا کہ یہ دوسرا امر ہے کہ مولانا فاروقی اس عبارت کو لکھ کر اس کی تردید کر دیں بالجملہ عبارات محتملہ و مجملہ سے دلائل دینا صحیح طریقہ اثبات مدعی کا نہیں ہے۔ اس کے بعد جس قدر اور عبارتیں مولانا نے لکھی ہیں ان کا تعلق صرف اسی قدر ہے کہ ان سے کراہت بناء ثابت ہوتی ہے مگر فاروقی صاحب کہ مدعی حرمت کے ہیں ان کے واسطے یہ عبارتیں مفید نہیں ہیں۔ تاہم اتمام فائدہ کے خیال سے مولانا سورتی سے اتنی گذارش ہے کہ اولاً تو قبہ کے متعلق جو روایت امام صاحب سے نقل کی گئی ہے اس کا امام صاحب کا مذہب ہونا ضروری نہیں کتب فقہاء میں اس کی تصریح موجود ہے کہ عن کے ذریعہ سے جو روایت امام صاحب سے منقول ہو وہ خواہ مخواہ امام صاحب کا مذہب نہیں

ہوتا پس امام صاحب سے روایت ہونا اور چیز ہے اور ان کا مذہب ہونا اور چیز ہے پھر جبکہ ابن رشد کی عبارت سے خود مولوی عبدالماجد صاحب نے اپنے امام صاحب کا مذہب جواز نقل کیا ہے تو ہم اس روایت سے کیسے استدلال کر سکتے ہیں بناء علی القبر کی تفسیر خود فقہاء نے "سفط" سے کی ہے اور سفط تابوت صغیر کو کہتے ہیں۔ فقہاء کی اس تفسیر کے بعد کسی کو گنجائش نہیں ہے کہ اس سے قبہ کی حرمت ثابت کرے۔ ہم سردست اپنے ان بیانوں کے متعلق چند عبارتوں کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

الفرق بين عنده وعنه	عندہ اور عنہ کے درمیان یہ فرق
ان الاول دال على المذهب	ہے کہ اوّل مذہب ہونے پر دلالت
والثاني على الرواية فاذا	کرتا ہے اور ثانی روایۃ ہونے پر،
قالوا هذا عند ابي حنيفة	تو جب کہتے ہیں کہ "ہذا عند ابی
دل ذالك على انه مذهبه	حنیفہ" تو یہ اس امر پر دلالت کرتا
واذا قالوا عنه كذا دل ذالك	ہے کہ یہ ان کا مذہب ہے اور جب
على انه رواية عنه	وہ "عنہ کذا" کہتے ہیں تو یہ اس امر پر

(عمدۃ الرعایۃ) دلالت کرتا ہے کہ اس کی ان سے ایک روایت ہے:

ولا يرفع عليه البناء قالوا	اور قبر پر بناء نہ اٹھائی جائے
اراد به السفط الذى فى ديارنا	فقہاء نے کہا ہے کہ مراد اس سے
على القبور ولا يجعل السفط	سفط ہے کہ ہمارے دیار میں قبور
على القبور (خزانة الفتاوى)	پر ہوتا ہے۔ قبور پر سفط کی ممانعت
	ہوئی (خزانۃ الفتاوی)

كره ابو حنيفة البناء على القبر	امام ابو حنیفہ مکروہ سمجھتے ہیں کہ
وان يعلم بعلامة قالوا اراد	قبر پر بناء ہو اور یہ کہ کوئی علامت
بالبناء السفط الذى على القبر	قبر کے لیے بنائی جائے فقہا کہتے

فی دیارنا (مفید المستفید عن
المحیط) ویستعار للتابوت الصغیر
(المعرب فی تفسیر لفظ السفط)

ہیں کہ بناء سے امام صاحب نے
سفط کو مراد لیا ہے جس کا رواج
ہمارے دیار میں پایا جاتا ہے (مفید
المستفید عن المحیط) چھوٹے تابوت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے :

مولانا سورتی نے ہمارے طویل مضمون پر صرف یہی اعتراض کیے ہیں اور کوئی کوشش مولانا فاروقی پر سے اعتراضات دفع کرنے کی نہیں کی۔ جو اعتراض ہمارے اوپر کیے گئے ہیں ہمارے ہاں میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور ان سے مبحث پر کوئی اثر پڑتا ہو اور اگر وہ اعتراضات بفرض محال ثابت ہو بھی جاویں تو ان سے حرمتِ قبہ وغیرہ ثابت نہیں ہو جاتی۔

مولانا فاروقی کو اپنے بیان کردہ امور کی حرمت ثابت کرنا اور ان کے بربادکرنے کو اہم ترین فرض ثابت کرنا چاہیے اور وہ اب تک کسی طرح ثابت نہیں کر سکے۔

ہدایۃ المضلین فی مکائد النجدیین

(از جناب مولانا محمد عبد الہادی صاحب قبلہ فرنگی محلی)

جاننا چاہیے کہ وہابیہ کے عقائد و اقوال عقائد اہل السنۃ والجماعۃ سے بالکل مخالف ہیں۔ وہ لوگ مسلمانوں کی خون ریزی کو اور ان کی مال کی تضیع کو حلال جانتے ہیں اور قسم اور عہد کا توڑنا ان کے نزدیک حلال ہے چنانچہ زمانہ گذشتہ میں جب انہوں نے طائف پر قبضہ پایا ہے انہوں نے قسم کھائی تھی کہ مسلمانوں پر تلوار نہیں اٹھائیں گے اور ان کو لکڑیوں اور پتھروں سے نہ ماریں گے حالانکہ اسی زمانہ میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو قتل کیا جس کی تفصیل رسالہ کشط الاہاب عن تقیفی عبد الوہاب میں موجود ہے:

وقد اخبرنی من علی قوله التعدیل ان عدد من قتل علی ایدی هؤلاء للسرفین یزید علی مائة الف قتیل وقتلهم اهل طائف وهم جم غفیر بعد المجاهدة والحلف بانهم لا یضیعون فیهم السیف بالعصی والاحجار۔

اور وہ لوگ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور جہلا کو ان کے عقائد سے ہٹاتے ہیں اور متقدمین اولیا اور صلحا کی توہین کرتے ہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ضمن میں لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور امر بالمعروف کا اپنے فریب پر طمع کرتے ہیں ان کے امر بالمعروف کی حالت اس شربت

کی ایسی ہے کہ نہایت لذیذ و شیریں اور خوشبودار تو ہے مگر اس میں چند قطرے خون اور پیشاب کے پڑجاویں تو وہ نجس ہوجائے گا اگرچہ وہابیہ بظاہر امر بالمعروف کرتے ہیں مگر نفسانیت سے خالی نہیں ہے جیسا کہ اس شربت سے ہر مسلمان پرہیز کرتا ہے ویسا ہی ان کے امر بالمعروف سے پرہیز ضروری ہے۔

اگرچہ وہابیہ ظاہر میں نہایت مقدس اور پاکیزہ معلوم ہوتے ہیں مگر باطن ان کا تیرہ و تاریک ہے ان کے اعمال اگرچہ ظاہر میں اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر باطن میں نفاق بھرا ہوا ہے جیسا ان کے چہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھیاں ان کی اوپر سے لگی ہوئی ہیں اگرچہ کیسی ہی گنجان کیوں نہ ہوں اگرچہ ان کو چوتھائی حصہ بھی ایمان سے ملتا تو وہ ایسے اعتقادیات کو چھوڑ دیتے اور قبور اولیا اللہ پر بول و براز کو اچھا جانتے ہیں اور مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرتے ہیں اور مسلمانوں کے خون ریزی کو بہتر جانتے ہیں وھی التغوط علی قبور اولیاء بل عند مولد النبی واھراق الدماء اور مسلمانوں کے مالوں کو مال غنیمت شمار کرتے ہیں اور مشرک کے لفظ سے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہیں اور شفاعت کی اہانت کرتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے واسطے ثابت ہے ونھب اموال المسلمین واستحلالھا والخطاب بنا مشرک لھم والازدراء بالشفاعۃ الثابتۃ للانبیاء اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ان کا عین ایمان ہے اور آپ کو اپنی لکڑیوں سے بدتر جانتے ہیں۔ وہ لوگ علی الاعلان ممبروں پر علی روس الاشہاد کہتے ہیں کہ یہ لکڑی ہماری محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نافع تر ہے اس واسطے کہ ہم اس لکڑی پر تکیہ کرتے ہیں اور بکریوں کو اس سے چراتے ہیں اور خوف کے وقت ہم اس لکڑی کو استعمال کرتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ

وسلم ہم کو بعد مرنے کے کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے نعوذ باللہ من ذلک
قولہم علی المنابر و عند الجماعات و رؤس الاشہاد بالاعلان
ایہا الناس ان عصانا ما ہذہ ؟ الفع لنا من محمد بالا زمان لو
فانتوکا علیہا و نہش لہا علی العنم و نستعملہا والا ہوال و محمد
لا یغنی منہا شیئاً بعد الارتحال انتہی۔ کیا ایسے لوگوں پر اسلام کا
اطلاق ہو سکتا ہے یہ لوگ اسلام سے خارج فرعون و ہامان سے بدتر
سمجھے جا سکتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی وقعت ان کے
نزدیک نہیں ہے تو قبور کی کیا وقعت ہو سکتی ہے چنانچہ بارہا انہوں
نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پہ بول و براز کیا ہے
جیسا کہ مروی ہے:

وقد اخبرنی رجل من طائف ستعہد قبر ابن عباس
رضی اللہ عنہما ان ہولاء یخرون عملاً علی قبرہ باللیالی
وانا احمل الحزء وارمیہ وتحقیق ہذا بالتوالی اور اولیاء اللہ
اور انبیاء کو صیغہ ندا سے توسل کرنے کو ناجائز کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
اولیاء اور انبیاء مر گئے ہیں اور سننے اور دیکھنے کی قوتیں ان سے لے
لی گئی ہیں، پس ان سے توسل اور ندا ایسا ہے جیسا پتھروں سے ندا
کرنا اور توسل کرنا ہے حالانکہ نفوس اولیاء اور انبیاء کے قید سے
بعد مرنے کے چھوٹ گئے ہیں اُن کی قوت زندوں سے زائد ہے نفوس
اولیاء کے بعد مفارقت ابدان کے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں اور دریاؤں
اور پہاڑوں میں ہے اُن کے نفوس کے نزدیک یکساں ہے رُوح ان کی
بعد مرنے کے بسیط ہو جاتی ہے۔ اولیاء اللہ پر کیا منحصر ہے بلکہ عام
مومنین اور یہ کفار اور یہود اور نصاری بھی بعد مرنے کے سنتے ہیں اور
قوت ان کی باقی رہتی ہے چنانچہ جنگ بدر میں ابوجہل وغیرہ مقتول

ہوتے اور نعشیں ان کی کنوؤں میں ڈال دی گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا:

یا فلان قد وجدت ما وعدنی ربی حقا فهل وجدتم ما وعد ربکم حقا فقیل یارسول اللہ اتنادیهم وهم اموات فقال صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ انهم لاسمع بهذا الکلام منکم الا انهم لایقدرون علی الجواب۔ پس بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا آپ ندا کرتے ہیں ان لوگوں کو حالانکہ وہ مردہ ہیں اور مردہ خطاب کے سزاوار نہیں ہیں۔ پس فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے وہ لوگ سنتے ہیں لیکن جواب دینے پر قادر نہیں ہوتے ہیں۔

جب یہ حال کفار نابکار کا ہے کہ بعد مرنے کے سنتے ہیں تو مسلمان کیونکر ہمارے پکارنے کو نہ سنیں گے۔ ضرور وہ حضرات سنتے ہیں بعد مرنے کے اور اپنے اہل وعیال کو پہچانتے ہیں اور غسل دینے والوں اور کفن پہنانے والوں کو اور نماز پڑھانے والوں کو اور دفن کرنے والوں کو اور جنازہ کے ہمراہیوں کو پہچانتے ہیں چنانچہ حضرت عمرو بن دینار سے مروی ہے: قال مامن میت یموت الا ویعلم مایکون فی اهله بعده انهم یغسلونه ویکفنونه وانه لینظر الیهم اور حضرت مالک بن انس سے مروی ہے بلغنی ان ارواح المومنین مرسلة مرسلة تذهب حیث شاءت اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: انما مثل المومن حین یخرج نفسه اوروحه مثل رجل کان فی سجن فاخرج عنه فهو یتفسح فی الارض ویتقلب فیها یعنی نہیں ہے مثال مومن کی جس وقت کہ روح اس کی باہر آتی ہے مثال اس مرد کی ہے کہ قید میں ہو اور اس سے نکالا جائے پس وہ زمین میں پھرتا

ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا انہوں نے اذا مر الرجل بلقبر الرجل یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ واذا مر بقبر لا یعرفہ فسلم علیہ رد السلام اور سعید بن مسیب سے مروی ہے انہوں نے سلیمان سے روایت کیا ہے کہا انہوں نے ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاءت۔ یعنی بہ تحقیق مومنین کی روحیں برزخ میں زمین سے جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور اسرار کون سے وہ مطلع ہیں اس واسطے کہ انہوں نے رحلت کی ہے تنگی عالم شہادت سے طرف کشادگی عالم غیب کے وہ عالم وسیع ہے۔ ہم کو ان احمقوں پر افسوس ہوتا ہے کہ جو خود ایک فعل کے مرتکب ہیں اور دوسروں کو ممانعت کرتے ہیں اور مشرک بتلاتے ہیں۔ خود وہابیہ روزانہ کئی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرتے ہیں اور ہر نماز کے التحیات میں کہتے ہیں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور پھر مسلمانوں کو منع کرتے ہیں اور ندا کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ یہ معجزہ ہے رسول صلعم کا کہ دوسروں کو یہ نابکار ندا کرنے کو منع کرتے ہیں اور خود اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔

هُوَ الْقَادِر

هُوَ الْمُقْتَدِر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ! تعظیم حضراتِ انبیائے کرام و توقیر اولیائے عُظّام، اہلسنّت وجماعت کا مسلّم مسئلہ ہے مگر فرقہ وہابیہ نجدیہ اس کا مخالف ہے وہ کہتا ہے کہ انبیاء و اولیاء کو وسیلہ بنانا، اُن سے مدد چاہنا، اُن کو مصیبت کے وقت پکارنا حرام اور کفر و شرک ہے حالانکہ یہ تمام امور آیات احادیث اور اقوال و افعال صحابہ کرام و سلف صالحین سے ثابت ہیں اس لیے آج کل غیر مقلد وہابی اور نجدی پرست ابن سعود وغیرہ کے افعال قبیحہ (انہدام مولد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام علیہم الرضوان و مزارات صحابائے کرام و اہلبیت عظام و ائمہ کرام وغیرہ) کو جائز ثابت کرنے کی دُھن میں مصروف ہیں اور کہتے ہیں کہ اہلبیت و اصحاب کرام کے مزارات پر عمارتیں بنانا اُن کی شان و عظمت ظاہر کرنا قطعاً حرام ہے یا وہاں مسجد تعمیر کرنا، نماز پڑھنا دُعا مانگنا ناجائز و شرک ہے۔

جو لوگ نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصوّر کو معاذ اللہ گائے اور گدھے کے خیال سے بدتر بتائیں۔

(دیکھیے صراطِ مستقیم تالیف اسماعیل دہلوی صفحہ ۸۶، صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالتماب باشند بچندین مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است)

جو لوگ انبیا و اولیا سے مدد چاہنے انہیں پکارنے کو کفر و شرک ٹھہرائیں اُن سے توسّل حرام کہیں نواب صدیق حسن خان بھوپالی التاج المکلل صفحہ ۲۲۷ و ۲۲۸ میں قاضی عبدالرحمٰن بھگلی سے عبدالعزیز بن سعود نجدی کا قول نقل کرتے ہیں :۔

لا یدعیٰ الا اللہ لا یستغاث الا بہ اظہر اللہ الحق علی ید شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب فبین الذی نحن علیہ وھو دین غالب الناس الیوم من الاعتقادات فی الصلحین وغیرھم ودعوتھم عند الشدائد والاستعانۃ بھم وطلب الحاجات منھم وانہ الشرك الاکبر۔

یعنی اللہ ہی کو پکارا جائے اور اسی سے استغاثہ کیا جائے اللہ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے ہاتھ پر حق ظاہر کر دیا انہوں نے بتا دیا کہ جو آج کل اکثر لوگوں کا دین ہے یعنی صالحین وغیرہ سے اعتقاد ان کو مصیبتوں کے وقت پکارنا، اُن سے مدد چاہنا اور حاجتیں طلب کرنا شرکِ اکبر ہے :

تقویت الایمان مؤلفہ مولوی اسماعیل دہلوی صفحہ ۵ میں ہے، اکثر لوگ پیروں پیغمبروں اور اماموں کو اور شہیدوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں۔ کوئی بیٹے کا نام عبدالنبی، کوئی غلام محی الدین کوئی غلام معین الدین، غرض جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو یہ جھوٹے مسلمان اولیا اور انبیا سے کر گزرتے ہیں پھر اگر کوئی ان سے کہے کہ تم افعالِ شرک کرتے ہو تو یہ اس کو جواب دیتے ہیں کہ شرک جب ہو تا کہ ہم ان اولیا و انبیا کو اللہ کے برابر سمجھتے، ان کو ہم اللہ کا ہی بندہ جانتے ہیں اور یہ قدرتِ تصرف ان کو اسی نے بخشی ہے اور وہ اللہ کے پیارے ہیں اور اس کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں اور اسی طرح کی خرافاتیں بکتے ہیں۔

ابوالقاسم صاحب بنارسی باز پرس لکھتے ہیں، "جب انبیا اور اولیا اپنے نفس کے نفع اور نقصان کے مالک نہیں تو دوسروں کے کیا خاک ہو سکتے ہیں"

جو لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی جانب سفر کو حرام اور شرک بتائیں۔

فصل الخطاب صفحہ، میں محمد بن عبدالوہاب سے منقول ہے :۔

(لا یشد الرجال الا لزیارۃ المسجد والصّلوٰۃ فیہ)

قمر بنارسی ۱۳ جنوری ۱۹۲۵ء خط میں لکھتے ہیں، مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر جائز ہے اور کسی کے مزار کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا ناجائز۔

مولوی محمد اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا کسی کے چلہ یا دکان یا تبرک یا قبر کو رکوع کرے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے یا دور دراز سے قصد کرکے جاوے یا اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔

ان لوگوں اور ان کے ہم خیالوں سے کیا تعجب ہے کہ وہ انبیا و اولیا اہل بیت و اصحاب کے مزارات کی عزت و عظمت کو حرام و شرک بت پرستی اور ان کے توڑنے کو ایسا واجب اور ثواب بتائیں جس طرح بتوں اور مندروں کا توڑنا اور مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ اگر سلطان محمود غزنوی کا فعل (سومنات مندر کا توڑنا) شرعاً جائز تھا تو سلطان نجدیا ان کی افواج کا یہ فعل مولد النبی و دیگر مولد و مزارات صحابہ و اہل بیت کا توڑ دینا بھی جائز ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ سلطان غزنوی کے فعل میں ایک قسم کی ناجوازی کا شبہ باقی ہے، لیکن سلطان نجدی کے فعل میں عدم جواز کا ذرا بھی شبہ نہیں (ہمدم ۶ استمبر ۱۹۲۵ء) ایڈیٹر زمیندار لکھتے ہیں اس دا بن

سعود) سے صرف اتنا قصور سرزد ہوا ہے کہ اس نے بعض مولد و مقابر کے قبے اتروا ڈالے جہاں صدہا مشرکانہ رسوم ادا ہوتی تھیں (زمیندار ۴ صفر ۱۳۴۴ھ)

زیرِ بحث مسئلہ کے دو پہلو

مسئلہ کے دو پہلو ہیں **اوّل** قبور کے پختہ کرنے، ان کے قریب مسجد تیار کرنے، ان کے گرد عمارات وغیرہ بنانے کا اثبات۔

دوسرے وہابی غیر مقلد اور نجدی پرست مخالفین کے اقوال کا رد۔

اصل مبحث پر روشنی ڈالنے سے قبل چند ضروری اصول کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے جن سے مقصود سمجھنے میں نہایت آسانی ہو جاتی ہے۔

اصل اوّل: آیات و احادیث کی تفسیر و شرح سمجھنے کے لیے معتبر مفسرین و شراح احادیث و مستند علما اہل سنّت و جماعت کی طرف رجوع کرنا لابد ہے مثلاً بعض گمراہ ملائکہ و جنّہ و معجزات وغیرہ کا انکار کرتے ہیں اور آیات و احادیث کی من گھڑت تاویل کرتے ہیں یونہی بعض مردود غلط ہیں۔

اصل دوم: غالباً ایسے مسائل بہت کم نظر آئیں گے جن میں کچھ نہ کچھ اختلاف نہ ہو لہذا ایسا ہوتا ہے کہ ایک مقام پر ہر مسئلہ میں جمہور محققین اور اکثر علماء معتبرین کے اقوال معتبر ہوں گے۔

اصل سوم: بعض مسائل میں ایسا ہوتا ہے کہ ایک مقام پر اجمال کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے اور دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ یا ایک جگہ مطلق اور دوسری جگہ مقید یا کہیں عموم کے طور پر اور کہیں تخصیص کے طور پر تو اس سے چارہ نہیں کہ تمام نصوص و اقوال میں تطبیق دی جاوے اور سب عبارتوں کو ملا کر جو نتیجہ نکلتا ہے اس کو معتبر سمجھا جائے مثلاً

قرآن شریف میں فرمایا جاتا ہے:۔
لا یعلم الغیب الا اللہ۔ اگر اس کے ظاہر معنی لیے جائیں کہ علوم غیبیہ خدا کے سوا مطلقاً کسی کو حاصل نہیں تو دوسری آیات سے انکار لازم آتا ہے، ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:۔
لا یظھر علٰی غیبہ احدا الا من ارتضٰی من رسول۔
دوسری جگہ فرمایا جاتا ہے:۔
ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔
ایک اور مقام پر ہے:۔ وما ھو علی الغیب بضنین، جن سے ظاہر ہے کہ بعض رسولوں کو اللہ غیب بتا دیتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ان آیات میں مطابقت سمجھتے ہوئے یہ عقیدہ رکھا جائے کہ ذاتی وکلی مستقل علم غیب تو ذات باری کے ساتھ خاص ہے مگر اسی کی عطا و بخشش سے اس کے بعض مخصوص بندوں کو اس قدر علم غیبیہ حاصل ہوتے ہیں جتنے اس نے عطا فرمائے۔ ان اصولوں کی تمہید کے بعد ہم اصل مسئلہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور پہلے وہ دلائل بیان کرتے ہیں جن سے انبیاء و اولیا کے مشاہد اور مزارات کے قریب نماز پڑھنا، عمارت و مسجد وغیرہ بنانا ثابت ہے اس کے بعد مخالفین کے اقوال کا جواب دیں گے (انشاء اللہ المقتدر)

انبیاء کرام و اولیاء عظام کے مزارات پر عمارت بنانے نماز پڑھنے اور مساجد بنانے کا اثبات از قرآن مجید و احادیث مبارکہ

آیاتِ قرآنیہ

آیت نمبر ۱: واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (ترجمہ) اور بناؤ مقام ابراہیم کو جائے نماز۔

تفسیر مدارک میں اس کی تفسیر یوں فرمائی۔ اتخذوا موضع صلوٰۃ تصلون فیہ وعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ اخذ بید عمر فقال ھذا مقام ابراھیم فقال افلا نتخذہ مصلی فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام لم او مر بذالک فلم تغب الشمس حتی نزلت وقیل مصلی مدعی ومقام ابراھیم الحجر الذی فیہ اثر قدمیہ الخ

یعنی ہم نے حکم دیا کہ مقام ابراہیم میں نماز کی جگہ مقرر کرو جہاں تم نماز پڑھو۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ مقام ابراہیم ہے، انہوں نے عرض کیا کہ آیا ہم اس کو نماز پڑھنے کی جگہ نہ بنائیں آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا، پھر آفتاب غروب نہ ہونے پایا کہ آیت نازل ہوگئی۔ بعض نے مصلے کے معنی مقام دعا بتلاتے ہیں اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کا نشان ہے :
اس آیت سے ثابت ہوا کہ مقامِ ابراہیم کو متبرک اور مقدس سمجھ کر وہاں نماز پڑھنا ربّ العزت جل جلالہٗ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

آیت نمبر ۲ : وقال لهم نبيهم ان اية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم وبقية مما ترك ال موسٰى وال هارون تحمله الملئكة ان في ذلك لاية لكم ان كنتم مومنين۔

ترجمہ : اور ان (بنی اسرائیل) سے ان کے نبی نے کہا کہ اُس (طالوت) کی بادشاہی کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آئے جس میں تمہارے ربّ کی طرف سے سکون و اطمینان ہے اور اس میں سے باقی ماندہ ہے جو آلِ موسیٰ و آلِ ہارون نے چھوڑا ہے اس صندوق کو فرشتے اُٹھائے ہوں گے بیشک تمہارے لیے اس میں نشانی ہے اگر تم مومن ہو :

تفسیر مدارک میں ہے :-
وبقية هي رضاض الالواح وعصى موسٰى وثيابه وشيئ من التوراة ونعلا موسٰى وعمامة هارون عليهما السلام
یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کی باقی ماندہ اشیاء یہ تھیں الواح کے ٹکڑے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا آپ کی نعلین آپ کے کپڑے کچھ حصہ توریت کا اور ہارون علیہ السلام کا عمامہ :
اس سے ظاہر ہے کہ یہ تبرکات بنی اسرائیل کے نزدیک نہایت محترم تھے اور خداوند عالم نے ان کو یہ عزت بخشی کہ ان کو آسمان پر اُٹھا لیا پھر جب طالوت کو ملک عطا فرمایا تو پیغمبر وقت کی زبان سے ظاہر فرما دیا کہ طالوت

کی سلطنت کی علامت یہ ہے کہ وہ صندوق تمہارے پاس آجائے جس میں یہ تمام تبرکات ہیں چنانچہ فرشتے ان کو آسمان سے زمین پر لائے۔

آیت نمبر ۳: فقالوا ابنوا علیھم بنیانا ط ربھم اعلم بھم ط قال الذین غلبوا علٰی امرھم لنتخذن علیھم مسجدا ہ

تفسیر مدارک میں ہے:۔

(فقالوا) حین توفی اللہ اصحاب الکھف (ابنوا علیھم بنیانا) ای علی باب کھفھم لئلا یتطرق الیھم الناس ضنابہ بتربتھم محافظۃ علیھا کما حفظت تربۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالحظیرۃ (ربھم اعلم بھم قال الذین غلبوا علٰی امرھم من المسلمین ملکھم کانوا اولی بھم وبالبناء علیھم ولنتخذن علیھم علی باب الکھف (مسجدا) یصلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانھم۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو وفات دی تو لوگوں نے کہا کہ ان کے غار کے دروازہ پر عمارت بنادو تاکہ لوگ ان تک نہ پہنچ سکیں اور ان کی تربت حفاظت سے رہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تربت مبارکہ خطرہ سے محفوظ ہے۔ ان لوگوں نے جو اپنے امر پر غالب تھے کہا کہ ہم غار کے دروازہ پر مسجد بنائیں گے جس میں مسلمان نماز پڑھیں اور ان کے مکان و مقام سے برکت حاصل کریں:

ان دونوں آیتوں کے متعلق نجدی شاید کہیں کہ یہ احکام دوسری شریعتوں کے متعلق ہیں اس کا جواب ظاہر ہے کہ اگرچہ ان میں ادیان سابقہ کے واقعات ذکر فرمائے گئے ہیں لیکن چونکہ اس کا نسخ کسی نص صریح سے ثابت نہیں اس لیے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں اصول

فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگلی شریعتوں کے احکام جب قرآن و حدیث میں بغیر انکار مذکور ہوں تو وہ بھی کتاب الٰہی اور سنت نبی میں داخل ہیں نور الانوار میں ہے،

(واما شرائع من قبلنا فملحقه بالکتاب والسنة)

قمر الاقمار میں ہے (ھذہ الشرائع انما تلزمنا اذا قصھا اللہ و رسولہ غیر انکار کقولہ تعالٰی وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس الخ بلکہ آیت نمبر ۱ سے بالتصریح شریعت مصطفویہ میں مقام ابراہیم کو متبرک سمجھا وہاں دعا مانگنا نماز پڑھنا ثابت ہے اور ان امور کا کفر و شرک ہونا تو کسی طرح ممکن ہی نہیں کیونکہ کفر و شرک کسی شریعت میں جائز ہو ہی نہیں سکتا رب عزوجل اس کو کسی زمانہ میں جائز نہیں رکھتا۔ اگر معاذ اللہ یہ کفر و شرک ہوتا تو ان امور کو قرآن حکیم مقام مدح و ثنا میں بیان نہ فرماتا۔

احادیث شریفہ

حدیث نمبر ۱: ابوداؤد شریف میں حضرت مطلب ابن ابی وداعہ سے مروی ہے: لما مات عثمان بن مظعون اخرج بجنازتہ فدفن امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا ان یاتیہ بحجر فلم یستطع حملھا فقام الیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحسر عن ذراعیہ قال المطلب قال الذی یخبرنی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانی انظر الی بیاض ذراعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی جب حضرت عثمان بن مظعون نے وفات پائی اور وہ دفن کر دیئے گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پتھر اٹھانے کا حکم فرمایا مگر وہ اس کو نہ اٹھا سکا تو آپ خود اس پتھر کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی آستینیں چڑھا لیں، راوی بیان فرماتے ہیں کہ جب آپ نے اپنی کلائیوں سے کپڑا اٹھایا تو گویا میں آپ کی کلائیوں کی سپیدی دیکھ رہا تھا پھر

حین حسر عنهما ثم حملها فوضعها عند راسه فقال اعلم بها قبر اخی وادفن الیه من مات عن اهلی۔

آپ نے اس پتھر کو اٹھا کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے قریب رکھ دیا اور فرمایا کہ اس پتھر سے میں اپنے بھائی کی قبر کی علامت کرتا ہوں اور میرے اہل میں سے جو کوئی وفات پائے گا اس کو ان کے پاس دفن کروں گا:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ خاص اور مقربان الٰہی کی خصوصیت ورشان وعظمت ظاہر کرنا اور ان کی مقدس قبور پر کوئی خاص علامت کرنا پتھر رکھنا یا اُن کا اسم گرامی لکھنا یا اسی قسم کا کوئی دوسرا فعل جائز اور خود رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مبارک قول و فعل سے ثابت ہے نواب قطب الدین خان صاحب شاگرد مولوی اسحاق دہلوی مظاہر حق میں لکھتے ہیں، عثمان بن مظعون بھائی تھے حضرت کے دودھ شریک لکھا ہے ازہار میں کہ معلوم ہوا اس سے کہ مستحب ہے یہ کہ رکھی جاوے قبر پر نشانی پہچان کے لیے۔

حدیث نمبر ۲: امام شافعی اور شرح السنۃ حضرت امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد حضرت امام باقر سے راوی ہیں:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رش علی قبر ابنه ابراهیم ووضع علیه حصباء

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر سنگ ریزے رکھے:

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ قبر سے جو مٹی نکلے اس پر زیادہ کرنا اور سنگ ریزے اور پتھر وغیرہ رکھنا جائز و مباح ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح میں لکھتے ہیں:۔

(حصباء) وهي الحصى الصغار قال ابن الملك وهو يدل على ان وضع الحصباء عليه سنة لئلا ينبشه السبع وليكون علامة له۔

یعنی ابن الملک نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ قبر پر سنگریزے رکھنے سنت ہے تاکہ درندہ اس کو اکھیڑ نہ ڈالے اور وہ اس کے لیے علامت ہو:

حدیث نمبر ۳: ابوداؤد شریف میں ہے:۔

عن القاسم بن محمد قال دخلت على عائشة فقلت یا اماه اکشفی لی عن قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکشفت لی عن ثلاثة قبور لا مشرفة ولا لاطئة مبطوحة ببطحا العرصة الحمراء۔

یعنی قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ اے ام المؤمنین مجھ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں اصحاب (ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی قبریں کھول کر دکھا دیجیے آپ نے مجھے تینوں قبریں کھول کر دکھا دیں جو نہ بہت بلند تھیں اور نہ بہت پست اور ان پر سرخ میدان کے سنگریزے پڑے تھے:

مظاہر حق میں ہے کہ یہ قبریں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں تھیں اور جب تک دروازہ کھلا ہوا تھا اس پر پردہ پڑا رہتا تھا۔

حدیث نمبر ۴: ابن سعد راوی ہیں:

عن عمرو بن دینار و عبید اللہ بن ابی یزید قالا لم یکن علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حائط فکان اول من بنی علیه جدارا عمر بن الخطاب قال عبید اللہ کان الجدار قصیرا ثم بناه عبد اللہ بن زبیر رضی۔

یعنی عمرو بن دینار اور عبداللہ بن ابی یزید روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آپ کے حجرے پر دیوار نہ تھی سب سے پہلے اس کی دیوار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنوائی۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ یہ دیوار چھوٹی تھی پھر اس کے بعد عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنوائی (خلاصۃ الوفا صفحہ ۱۴۳)

حدیث نمبر ۵ : مواہب لدنیہ میں ہے :

عن هشام بن عروة عن ابيه لما سقط عليهم الحائط يعني حائط حجرة النبي صلى الله عليه وسلم في زمان الوليد بن عبد الملك اخذوا في بنائه رواه البخاری.

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ کی دیوار ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں شہید ہو گئی تو خدام بارگاہ نبوی نے اس کی تعمیر شروع کی ؛

تاریخ گنبدِ روضۂ اقدس

اس کا اقرار بعض مخالفین کو بھی مجبوراً کرنا پڑا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ مطہر کے گرد جو عمارت ہے وہ جائز ہے اگرچہ بظاہر یہ ان احادیث کے خلاف ہے جو وہابیہ کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں۔ آج کل سید سلیمان صاحب ندوی مخالفین کے مایہ ناز سمجھے جاتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ یہ خام عمارت اتنے دنوں قائم نہ رہ سکتی تھی اس کو ایک مستحکم عمارت کی صورت میں بدل دیا گیا اور یہ کارنامہ خود قرنِ اول میں صحابہ کی حیات اور ائمہ تابعین کے عہد میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے ہاتھوں انجام پایا، لیکن اس کے اوپر قبہ نہ تھا بلکہ چھت مسقف تھی جیسا کہ خلاصۃ الوفا میں مسند دارمی کے حوالہ سے منقول ہے۔ یہاں انہوں نے صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی قبر اقدس کے گرد مستحکم عمارت اصحاب کرام اور تابعین عظام کے زمانہ حیات میں تعمیر ہوئی۔ پس قبور پر

عمارت بنانے کے جواز میں کیا کلام و شبہ باقی رہا۔
اسی کے بعد سید سلیمان ندوی اپنی تاریخ دانی کا ثبوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ قبہ سب سے پہلے سلطانِ مصر فایتبائی کے عہد میں ۸۸۱ھ میں تعمیر ہوا۔ اس قبہ کی تعمیر کے وقت علامہ سمہودی نے اس کی مخالفت کی تھی (زمیندار ۲۰ صفر ۱۳۴۴ھ)
یہ آپ کی ایک بڑی بھاری تاریخی غلطی ہے اس لیے کہ حسب تحریر علامہ سمہودی قبہ حجرۂ نبویہ سب سے اوّل تقریباً ۶۷۸ھ میں احمد بن البرہان الرابعی نے تعمیر کیا اس کے بعد قبہ شریفہ کی تجدید سلطان الناصر حسن بن محمد بن قلادون کے عہد میں ہوئی۔ اس کے بعد اشرف شعبان بن حسین بن محمد کے زمانہ میں ہوئی ۷۶۵ھ میں اس کو مستحکم کیا گیا ملاحظہ ہو خلاصۃ الوفا میں علامہ سمہودی فرماتے ہیں:۔

واما قبۃ الحجرۃ الشریفۃ المحاذیہ لھا باعلیٰ سطح المسجد تمیزالھا فلم تکن قبل حریق المسجد الاوّل ولا بعدہٗ الیٰ دولۃ المنصور قلادون الصالحی بل کان قدیما حول مایوازی الحجرۃ فی سطح المسجد خطیر من اجر مقدار نصف قامۃ تصنیرالھا عن بقیۃ سطح المسجد حتی کانت سنۃ ثمان وسبعین وسمائۃ فعمل هناك قبۃ مربعۃ من اسفلها مثمنۃ من املاها وکان المتولی لعلها الکمال احمد بن البرهان الربعی ناضر قوص ذکرہ فی الطالع السعید وجددت القبۃ الشریفۃ المذکورۃ ایام الناصر حسن بن محمد بن قلادون واحکمت ایام الاشرف شعبان بن حسین بن محمد سنۃ خمس وستین وسبع مائۃ الخ

حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ جذب القلوب میں فرماتے ہیں :-

در سنہ ثمان وسبعین وستمائۃ در دولت قلاوون صالحی قبۂ خضرا کہ بالائے حظیرۂ شریفہ است بلند تر از سقف بطریکہ الآن باشباک نحاس بنا فرمودند الآن بنائے مسجد شریف کہ در سنہ احدی والف کہ مسودہ ابن اوراق بہ بیاض می رود موجود است بنائے ملک قایتبائی است کہ از ملوک مصر بود وخادم حرمین شریفین در حدود سنہ ثمان وثمانین وثمانمائۃ وجود یافتہ :

پھر سلطان قایتبائی کے زمانہ ۸۸۱ھ میں جو تجدید ہوئی اور حضرت شیخ سمہودی مدنی نے مخالفت کی وہ اس غرض سے نہ تھی کہ وہ اس کو رقبہ کی تعمیر، حرام وناجائز سمجھتے تھے بلکہ غایت ادب واحتیاط اور حفاظت آثار قدیمہ کے خیال سے انہوں نے یہ رائے دی تھی کہ بقدر ضرورت صرف اصلاح وترمیم کر دی جائے چنانچہ فرماتے ہیں :-

لعلمی بانہ یجر الی ھدم غالب جدران الحجرۃ وفیہ الا لستاع فیما ینبغی فیہ الا قتصار فیہ علی قدر الضرورۃ۔

حدیث نمبر ۶ : علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ، (عمدۃ القاری میں)

وضرب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی قبر زینب بنت جحش ؓ — یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش پر خیمہ قائم کیا :

حدیث نمبر ۷ : اسی عمدۃ القاری میں ہے :-

وضربہ محمد بن الحنفیۃ — یعنی محمد بن حنیفہ نے حضرت

علی قبر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر خیمہ نصب کیا:

حدیث نمبر ۸: بخاری شریف میں سالم بن عبداللہ کے متعلق روایت ہے:۔

يتحرى اماكن من الطريق فيصلي فيها ويحدث ان اباه كان يصلي فيها وانه رای النبي صلى الله عليه وسلم يصلي في تلك الامكنة۔

یعنی میں نے سالم بن عبد اللہ کو دیکھا کہ راستہ میں چند مقام تلاش کر کے وہاں نماز پڑھتے اور فرماتے میرے والدان جگہوں میں نماز پڑھا کرتے تھے:

حدیث نمبر ۹: اسی میں نافع سے روایت ہے:۔

عن ابن عمر رضی الله تعالىٰ عنهما انه كان يصلي في تلك الامكنة۔

مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے:

حدیث نمبر ۱۰: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جگہ پر جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تھے ہاتھ رکھ کر اپنے منہ پر پھیرا (تبرکاً چوما)

حدیث نمبر ۱۱: حاکم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:۔

ان فاطمة رضی الله عنها كانت تزور قبر عمها حمزة كل جمعة فتصلي وتبكي عنده۔

یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت فرماتی تھیں اور وہاں نماز پڑھتی اور روتی تھیں:

حدیث نمبر ۱۲: یحییٰ راوی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا دو تین دن کے بعد شہدائے اُحد کی قبور پر تشریف لے جاتیں۔

فتصلی هناك و تبکی وقد عوحتی ماتت۔

پس وہاں نماز پڑھتیں اور دُعا مانگتی تھیں۔ وقت وفات تک آپ کا یہی عمل رہا۔

حدیث نمبر ۱۳: ابو جعفر سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پہ جاکر زیارت کرتیں اور اس کی مرمت و اصلاح فرماتیں اور کبھی اس پر پتھر رکھ کر علامت کر دیتیں۔

حدیث نمبر ۱۴: ابن شیبہ زید بن السائب سے راوی ہیں کہ مجھ کو میرے جد نے خبر دی کہ جب حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر میں کنواں کھودا تو ایک منقوش پتھر ظاہر ہوا جس پر لکھا تھا کہ یہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر ہے پس حضرت عقیل نے کنواں بند کر کے اس پر عمارت بنادی۔ بن السائب فرماتے ہیں میں اس عمارت و مکان میں گیا تو اس قبر کو وہاں میں نے دیکھا۔

حضرت شیخ سمہودی لکھتے ہیں:

قلت فھو الاصل فی زیارتھن بالمشھد المعروف فی قبلتہ مشھد عقیل۔

یعنی اس مشہد میں جو مشہد عقیل کے قبلہ میں امہات المومنین کے نام سے مشہور ہے ان کی زیارت کرنے کی اصل یہی ہے:

حدیث نمبر ۱۵: ابن زبالہ خالد بن عوسجہ سے راوی کہ میں ایک رات حضرت عقیل بن ابی طالب کے دولتخانہ کے اس گوشہ کیطرف دُعا مانگ رہا تھا جو دروازہ سے متصل ہے تو میرے پاس جعفر بن محمد تشریف لائے اور فرمایا تم یہاں کسی اثر (حدیث و روایت) کے مطابق کھڑے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا یہ وہ مقام ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رات میں آکر اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت فرماتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۶: اصابہ فی احوال الصحابہ میں ہے:-

مات الحکم بن ابی العاص فی خلافۃ عثمان فضرب علی قبرہ فسطاس فی یوم صائف فتکلم الناس فی ذالک فقال عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ قد ضرب فی عہد عمر علی زینب بنت جحش فسطاس فہل رأیتم عائبا عاب ذالک۔	یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت میں حکم بن ابی العاص کا انتقال ہوا اور ان کی قبر پر گرمی میں خیمہ قائم کیا گیا تو لوگوں نے اس کے متعلق کچھ کلام کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں حضرت زینب بنت جحش کی قبر پر خیمہ قائم کیا گیا تھا تو کیا تم نے کسی کو دیکھا تھا کہ اس پر اعتراض کیا ہو؟

ان تمام احادیث سے ان امور پر کافی روشنی پڑ گئی کہ حضرات انبیاء مرسلین اور اہل بیت طاہرین، اصحاب مکرمین اور اولیاء و علماء صالحین کی قبور پر عمارت و قبہ بنانا خیمہ لگانا ان کے مشاہد و آثار متبرکہ کے قریب بغرض حصول برکت بیٹھنا نماز پڑھنا دعا مانگنا وہاں مساجد تعمیر کرنا کوئی مخصوص علامت مقرر کرنا نام وغیرہ لکھنا جائز و مباح اور بے شبہ حلال و درست ہے۔

حدیث نمبر ۱۷: حدیث شریف میں ہے:-

ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔	یعنی جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے:

مسلمانوں سے مراد علماء و صلحاء ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اولیاء و شہداء و صالحین کے مزارات پر قبے وغیرہ سینکڑوں برس سے بنتے چلے آتے ہیں اور اس کو بڑے بڑے علماء و صلحاء نے جائز رکھا اور

مستحسن ٹھہرایا ہے پس ان کا یہ فعل و تعامل اس حدیث شریف کے مطابق درست جائز اور حسن ہے۔

حدیث نمبر ۱۸: مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لان یجلس احدکم علی جمرہ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیرلہ من ان یجلس علی قبر	یہ بات کہ تم میں سے کوئی انگارے پر بیٹھ جائے جو اس کے کپڑے جلا کر اس کی کھال تک پہنچے اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔

حدیث نمبر ۱۹: امام احمد ابو داؤد ابن ماجہ راوی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے:

کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیا	مردہ کی ہڈی توڑنا اور اس کو تکلیف دینا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔

حدیث نمبر ۲۰: ابن ابی شیبہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ	مسلمانوں کو اس کی وفات کے بعد ایذا دینا ایسا ہی ہے جیسے اس کو حیات میں ایذا دینا۔

پس مُردہ کی عزت و حرمت مسلمانوں کی قبر پر بیٹھنے اس کی بےحرمتی کرنے کی ممانعت اس حدیث سے ہے۔ نجدی اور ان کے طرفدار بتائیں کہ اکابر صحابہ و اہل بیت کرام کے مزارات کی توہین ارشاد سید المرسلین کی صریح مخالفت ہے یا نہیں۔

حدیث نمبر ۲۱: حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی کے بال اتنے لمبے تھے کہ بیٹھ کر ان کو چھوڑتے تھے تو زمین تک پہنچ جاتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ بالوں کو اس قدر کیوں بڑھا رکھا ہے

تراشتے کیوں نہیں فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور کا دست مبارک ان کو لگ گیا تھا اس لیے تبرکاً میں ان کو محفوظ رکھتا ہوں (مدارج)

حدیث نمبر ۲۲: حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اپنی ٹوپی میں بطور تبرک رکھا کرتے تھے (مدارج)

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ جلیل القدر اصحاب کرام کے فعل سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدس کو محترم سمجھنا ان سے برکت حاصل کرنا ان سے اپنے مقاصد میں نفع پانا ثابت ہے۔

حدیث نمبر ۲۳: بخاری حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر تشریف فرما ہوئے جن پر عذاب ہو رہا تھا آپ نے ایک تر شاخ لیکر اس کے دو حصے فرمائے پھر ہر قبر میں ایک حصہ گاڑ دیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ نے کیوں کیا فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں ان قبروں سے عذاب کم ہو جاوے۔

حدیث نمبر ۲۴: بخاری میں ہے حضرت بریدہ اسلمی نے وصیت فرمائی کہ میری قبر میں دو شاخیں گاڑ دی جائیں۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ میت کو بعض چیزوں سے ثواب اور فائدہ پہنچتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۵: بخاری میں روایت ہے خارجہ بن زید فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان کے زمانہ میں جوان تھے اور ہم سب میں سے زیادہ ڈگ اس شخص کی ہوتی تھی جو حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا تھا۔ خارجہ بن زید انصاری تابعین ثقات اور اہل مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر بہت اونچی تھی۔ حاشیہ بخاری مطبوعہ احمدی میرٹھ میں

ہے (ان اشد نا دتبۃ هذا ایثیر الی ان قبر عثمان کان مرتفعا صفحہ ۱۸۲)

حدیث نمبر ۲۶: ابن ماجہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا وتذکر الاٰخرۃ

میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب انکی زیارت کرو کہ وہ دنیا میں زاہد بناتی اور آخرت کی یاد دلاتی ہے!

حدیث نمبر ۲۷: امام مسلم حضرت بریدہ سے راوی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔

میں نے تم کو زیارت قبور کی ممانعت کی تھی اب زیارت کرو:

حدیث نمبر ۲۸: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں (زیارت قبور کے وقت) کیا کہوں آنحضرت نے فرمایا یہ کہو (السلام علیٰ اہل الدیار)

حدیث نمبر ۲۹: ترمذی میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی زیارت کی۔

حدیث نمبر ۳۰: ترمذی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی کہ وہ زمزم شریف کا پانی لے جایا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ پانی لیجایا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۱: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمزم کا پانی لے جاتے اور بیماروں پر ڈالتے پلاتے تھے اور اسے آپ نے حضرات امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو چٹایا (المسلک المتقسط) ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ زمزم شریف کا پانی

تبرک ہے اس کی تعظیم کرنی چاہیے اور اس طریقہ سے اس کا استعمال نہ چاہیے جس سے اس کی بے تعظیمی ہو اسی لیے اس سے استنجا وغیرہ حرام و مکروہ ہے۔ لباب اور المسلک المتقسط میں ہے :۔

ولا یستعمل الا علی شئ طاھر وذکرہ الاستنجاء بہ وکذا ازالۃ النجاسۃ الحقیقۃ من ثوبہ اوبدنہ حتی ذکر بعض العلماء تحریر ذالک ویقال انہ استنجی بہ بعض الناس فحدث بہ الباسور صفحہ ۲۷۵ :

اب دیکھئے کہ نجدی ان احادیث واحکام کی صریح خلاف ورزی کر رہے ہیں، زمزم کے پانی سے استنجا کرتے ہیں۔

روایات فقہیہ اور اقوال ائمہ و علماء

(۱) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک قبر پہ عمارت بنانا گچ کرنا جائز ہے رحمۃ الامیہ میں ہے :۔

ولا تبنی القبور ولا تجصص عند الثلاثۃ وجوز ذالک ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

امام شعرانی میزان کبریٰ میں لکھتے ہیں :۔

قول الائمۃ الثلثۃ ان القبر لا یبنی علیہ ولا یجصص مع قول ابی حنیفۃ بجواز ذالک ۔

(۲) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ قبر سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ مٹی وغیرہ ڈالنا جائز ہے اور اس میں مضائقہ نہیں،

روی عن محمد انه لا باس بذالک شامی بحوالہ حلیہ۔

(۳) حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک پکی اینٹ مکروہ نہیں، عینی شرح ہدایہ میں ہے۔

قال الاترازی وعند الشافعی لا یکرہ الاجر۔

(۴) امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے نزدیک قبر کی لپائی مباح اور جائز ہے۔ علامہ عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں:۔

اباح احمد التطلیین۔

(۵) امام سرخسی فرماتے ہیں کہ اگر زمین اکثر نرم وکمزور ہو تو پکی اینٹ لکڑی اور لوہے کا تابوت قبر میں رکھنا جائز ہے:۔

قیدہ الامام السرخسی بان لا یکون الغالب علی الاراضی النزوالرخاوۃ فان کان فلا باس بھما رای الاجر والخشب) کاتخاذ تابوت من حدید لھذا۔ بحرالرائق۔

(۶) امام تمرتاشی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں قبر کے اوپر پکی اینٹ وغیرہ لگانا مکروہ نہیں:۔

قال الامام التمرتاشی ھذا اذا کان حول المیت فلو فوقہ لا یکرہ لانہ یکون عصمۃ ابن البسع (شامی)

(۷) ابن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ضربہ علی قبر المرأۃ افضل من ضربہ علی قبر الرجل۔

علامہ عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں: قبر پر خیمہ لگانا جائز ہے اور عورت کی قبر پر لگانا بہ نسبت مرد کے افضل ہے۔

(۸) مشائخ بخارا فرماتے ہیں ہمارے شہر میں پکی اینٹ مکروہ نہیں کیونکہ زمین کمزور ہونے کے سبب اس کی ضرورت وحاجت ہے۔

قال مشائخ بخاری لا یکرہ الآجر فی بلدتنا للحاجة الیہ لضعف الاراضی (شامی)

(۹) تنویر الابصار اور در مختار میں ہے :۔

(ولا باس باتخاذ تابوت) ولو من حجر او حدید (له عند الحاجة) کرخاوة الارض۔

یعنی حاجت کے وقت مثلاً زمین نرم ہو تو میت کے لیے پتھر یا لوہے وغیرہ سے تابوت بنانے میں کچھ مضائقہ نہیں :

(۱۰) تنویر الابصار و در مختار میں ہے :۔

قیل لا باس به وهو المختار۔ یعنی کہا گیا کہ قبر پر کہگل کرنے اور اس کے گرد عمارت بنانے میں کوئی حرج نہیں اور یہی مذہب و قول مختار و پسندیدہ ہے :

(۱۱) در مختار میں ابن ملک سے منقول ہے کہ میت کی (قبر) اوپر اگر پکی اینٹ یا لکڑی لگائی جائے تو مکروہ نہیں :۔

(لا الآجر) المطبوخ والخشب لو حوله اما فوقه فلا یکرہ ابن ملک۔

(۱۲) علامہ سید محمد امین ردالمحتار میں لکھتے ہیں :۔

وفی الاحکام عن جامع الفتاویٰ وقیل لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات راہ۔

یعنی احکام میں جامع الفتاویٰ سے منقول ہے کہ کہا گیا ہے کہ قبر کے گرد عمارت بنانا مکروہ نہیں ہے جب کہ میت مشائخ و علماء و سادات میں سے ہو :

اس مقام پر یہ ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مولوی داؤد صاحب غزنوی[1] نے اپنی دیانت و واقفیت کا ثبوت دیتے ہوئے در مختار کی عبارت

[1] غیر مقلدین کا امام :

نمبر ۹ اور رد المختار کی عبارت نمبر ۱۲ کے متعلق ایک عجیب و غریب بحث کی ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں ،

یہاں تک تو مصنف نے اپنی رائے ظاہر کر دی ہے اس کے بعد لکھتے ہیں : وقیل لا باس به پھر لکھتے ہیں اس کے بعد شامی کا ایک قول پیش کیا جاتا ہے :۔ قوله ویرفع علیه بناء ای یحرم لو ما زینة ویکره لو للاحکام وقیل لا یکره البناء اذا کان المیت من العلماء الخ ،

اس عبارت میں بھی پہلے تو اپنا مستقل قول اور رائے ظاہر کی ہے پھر قیل کے ساتھ دوسرا قول نقل کیا ہے یہ قول بھی مجہول ہے ۔

قول : یہ محض غلط ہے ، اولاً عبارت صرف مصنف نے لا یطین ولا یرفع علیه بناء عام شہرت کے مطابق لکھا ، لیکن بعد کو دوسرا قول بھی جو اس کے مخالف ہے لکھ دیا اس سے یہ ہرگز مفہوم نہیں ہوتا کہ قول اول مصنف کا مذہب یا رائے ہے بلکہ و ہو المختار کہہ کر صاف بتا دیا کہ دوسرا قول ہی مختار و پسندیدہ ہے کہ قبر پر لیپنے یا اس پر عمارت بنانے میں کوئی حرج نہیں اور پہلا قول مختار و پسندیدہ نہیں ہے ۔

ثانیاً علامہ شامی نے قول ماتن لا یرفع علیه بناء کے متعلق "امداد" سے یہ عبارت نقل کی ای یحرم للو للزینة الخ اس کے بعد "احکام" اور "جامع الفتاوی" سے نقل کیا وقیل لا یکره البناء الخ پس غزنوی صاحب نے یہاں دو خیانتیں کی ہیں ،

اول تو ویکره لو للاحکام کے بعد "امداد" کا حوالہ نہیں لکھا اور اس کو علامہ شامی کا مستقل قول اور رائے بتا دیا ۔

دوسرے "وقیل لا یکره البناء" کے اول سے " وفی الاحکام عن جامع الفتاوی " اُڑا کر لکھ مارا کہ یہ قول مجہول ہے ۔

ثالثاً علامہ شامی قدس سرہ السامی نے احکام و جامع الفتاوی کا

یہ قول لکھ کر کہ جب میّت علماء و سادات و مشائخ سے ہو سکوت کیا اس کا کوئی ردّ نہیں کیا بلکہ تقریر کی جس سے ظاہر ہے کہ یہ قول ان کو بھی مسلم ہے یہاں صرف اتنی قید بڑھادی کہ لکن ھذا فی غیر المقابر مسولۃ یعنی عام قبرستان کے لیے یہ حکم نہیں۔

(۱۳) نیز درمختار میں سراجیہ سے منقول لا باس بالکتابۃ ان احتیج الیھا حتی لا یذھب الاثر ولا یمتھن، یعنی قبر پر لکھنے میں حرج نہیں اگر اس کی حاجت ہو کہ اثر و نشان نہ جاتا رہے اور اس کی توہین نہ ہو۔

(۱۴) ردالمحتار میں ہے:-

لان النھی عنھا وان صح فقد وجد الاجماع العملی بھا ویتقوی بما اخرجہ ابوداؤد باسناد جید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل حجرا فوضعھا عند راس عثمان بن مظعون وقال اعلم بھا قبر اخی وادفن الیہ من مات من اھلی فان الکتابۃ طریق الی تعرف قبر بھا الخ	یعنی اگرچہ لکھنے سے ممانعت آئی ہے لیکن اس پر عملی طور پر اجماع پایا جاتا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو حدیث ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند جید ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر اٹھا کر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سرہانے رکھدیا اور فرمایا کہ اس سے میں اپنے بھائی کی قبر پر نشان کرتا ہوں اور جو کوئی میرے اہل میں سے وفات پائے گا اُس کو انہی کے پاس دفن کرونگا: تو لکھنا قبر کے پہچاننے کا ایک طریقہ ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں:-
قال حسن التمسک بما یفید حمل النھی علی عدم الحاجۃ	یعنی لکھنے کی ممانعت اس وقت ہے جب اس کی حاجت

كما مرّ۔ نہ ہو ؛

(۱۵) حاکم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں :۔

ان ائمۃ المسلمین من المشرق الی المغرب مکتوب علی قبورھم وھو عمل اخذ بہ الخلف عن السلف۔

یعنی مشرق سے مغرب تک ائمہ مسلمین کی قبروں پر لکھائی موجود ہے اور یہ عمل خلف نے سلف سے لیا ہے ؛

(۱۶) حلیہ میں ہے :۔

روی عن محمد انہ لاباس بذالك ویویدہ ما رولا الشافعی وغیرہ عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رش علی قبرا بنہ ابراھیم ووضع علیہ حصباء وھو مرسل صحیح۔

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ قبر سے نکلی ہوئی مٹی پر زیادتی سے حرج نہیں اور اس کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جو امام شافعی وغیرہ نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ ابراہیم کی قبر پہ پانی چھڑکا اور سنگریزے رکھے ؛

(۱۷) اسی میں ہے :۔

نقل غیر واحد عن الامام ابی الفضل انہ یجوزہ فی اراضیھم لرخاوتھا۔

یعنی امام ابوالفضل سے متعدد فقہا نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے زمین کی نرمی کے سبب پکی اینٹ وغیرہ کو جائز رکھا ہے ؛

(۱۸) حلیۃ الناجی میں ہے :۔

قولہ وان یبنی علیھا وقیل لاباس بہ وھو المختار۔

یعنی قبر کے گرد عمارت بنانے میں بعض کے نزدیک حرج نہیں اور یہی مختار ہے

(۱۹) اسی میں ہے :-

لا باس بالکتابۃ اذا احتیج الیھا حتیٰ لا یذھب الاثر ولا یمتھن کذا فی الحاشیۃ۔	قبر پر لکھنے میں حرج نہیں جبکہ اس کی حاجت ہو کہ نشان نہ مٹ جائے اور قبر کی بے حرمتی نہ ہو ؛

(۲۰) غنیۃ المستملی میں تتمۃ المفتی سے منقول :۔ المختار انہ لا یکرہ التطیین یعنی مذہب مختار یہ ہے کہ قبر پر لپائی مکروہ نہیں ؛

(۲۱) اسی میں ہے :-

قیل لا باس بہ عند رخاوۃ الارض وکان الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل یجوز استعمال رفوف الخشب اتخاذ التابوت فی بخاری۔	بعض نے کہا زمین نرم ہو تو تابوت میں مضائقہ نہیں، امام ابو بکر نے بخارا میں تختہ اور تابوت کا استعمال جائز بتایا ؛

(۲۲) اسی میں منافع اور مبسوط کا قول منقول ہے :-

اختاروا الشق فی دیارنا لرخاوۃ الارض فیتعذر اللحد فیھا حتی اجازوا الاجرور فوف الخشب واتخاذ التابوت ولو کان من جدید۔	ہمارے ملک میں صندوقی قبر اختیار کی گئی ہے کہ زمین کی نرمی کے سبب بغلی دشوار ہے یہاں تک کہ پکی اینٹ اور تختوں اور تابوت کی خواہ لوہے کا ہو اجازت دی ہے ؛

(۲۳) اسی میں محیط سے نقل ہے :-

واستحسن مشایخنا اتخاذ التابوت للنساء یعنی ولو لم یکن الارض رخوۃ فانہ اقرب الی الستر والتحرز عن مسہا عند الوضع فی القبر ہمارے مشائخ نے عورتوں کے لیے تابوت بنانے کو مستحسن ٹھہرایا ہے اگرچہ زمین نرم نہ ہو کیونکہ اس میں پردہ ہے اور قبر میں رکھتے وقت

ہاتھ لگنے سے حفاظت ہے ؛

(۲۴) عینی شرح کنز میں ہے :-

قیل لا باس بھما عند رخوۃ الارض۔	کہا گیا ہے کہ زمین نرم ہو تو پکی اینٹ اور لکڑی میں حرج نہیں ؛

(۲۵) اسی میں ہے :- لا باس برش الماء ووضع الحجر للعلامۃ۔
پانی چھڑکنے اور علامت کے لیے پتھر رکھنے میں مضائقہ نہیں ؛

(۲۶) اسی میں ہے :- قیل لا باس بھا۔ بعض نے کہا کہ قبر پر لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ؛

(۲۷) عینی شرح ہدایہ میں فرمایا :- عند بعض مشائخنا اذا جعل الاجر خلف اللبن علی اللحد لا باس بہ۔ ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک جب لحد پر کچی اینٹ کے پیچھے پکی اینٹ رکھی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ؛

(۲۸) اسی میں ہے :- عن محمد لا باس بان یزاد علی تراب القبر۔	امام محمد سے روایت ہے کہ قبر کی مٹی پر زیادہ کرنے میں حرج نہیں ؛

(۲۹) اسی میں لکھتے ہیں :- لا باس بحجر او اجر یصنعہ علیہ۔
اس میں مضائقہ نہیں کہ قبر پہ پتھر یا پکی اینٹ رکھے ؛

(۳۰) مجمع الانہر میں ہے :-

کرہ ستر اللحد بھا و بالحجارۃ والجص لکن لو کانت الارض رخوۃ جاز استعمال ما ذکر۔	لحد کو پکی اینٹ لکڑی پتھر اور گچ سے چھپانے میں کراہت ہے لیکن اگر زمین نرم ہو تو ان چیزوں کا استعمال جائز ہے ؛

(۳۱) اسی میں لکھا ہے :-

یرفع القبر استحبابا غیر مسطح قدر شبر فی ظاھر الروایۃ	مستحب ہے کہ قبر مسطح نہ ہو اور ظاہر الروایۃ میں ایک بالشت سے

وفیہ اباحة الزیادة ۔ اُونچی ہو اور اس سے زیادہ اونچی بھی مباح ہے:

(۳۲) نیز اسی میں ہے :-

المختار ان التطیین غیر مکروہ ۔	مختار یہ ہے کہ قبر لیپنا مکروہ نہیں ہے:

(۳۳) اسی میں خزانہ سے منقول ہے :-

لا باس بان یوضع الحجارة علی راس القبر و یکتب علیہ شئ.	اس میں کچھ حرج نہیں کہ قبر کے سرہانے پتھر رکھا جائے اور کچھ لکھا جائے:

(۳۴) اسی میں تبیین سے نقل کیا :-

ان کانت الارض رخوة فلا باس بالشق و اتخاذ التابوت لو من حدید ۔	اگر زمین نرم ہے تو صندوقی قبر اور لوہے کا تابوت بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں:

(۳۵) در منتقیٰ میں لکھا :

و یکرہ الآجر و الخشب الا بارض رخوة ۔	یعنی زمین نرم میں پکی اینٹ اور لکڑی مکروہ نہیں:

(۳۶) اسی میں ہے :-

الا ان یکون الارض رخوة فیخیر بین الشق و اتخاذ تابوت لو من حدید ۔	یعنی زمین نرم ہو تو صندوقی قبر بنانے اور تابوت رکھنے میں اگرچہ وہ لوہے کا ہو اختیار ہے:

(۳۷) علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ در مختار کے قول لا الآجر والخشب لوحول المیت اما لو فوقہ فلا یکرہ کے متعلق لکھتے ہیں لانہ یکون عصمة من السبع حجر ۔ یعنی میّت کے اوپر پکی اینٹ اور لکڑی مکروہ نہیں کیونکہ اس کے سبب درندہ سے حفاظت ہوگی وہ قبر کو نہ کھود سکے گا ، ہاں میّت کے گرد یہ چیزیں نہ چاہئیں :

(۳۸) وہی قول درمختار وجاز ذالك حوله بارض رخوة کے حاشیہ میں فرماتے ہیں :-

قوله وجاز ذالك اى الاجر والخشب کما فی النهر۔ یعنی نرم زمین میں پکی اینٹ اور تختہ میّت کے گرد جائز ہے ؛

(۳۹) اسی میں ہے :-

قوله ولا يطين اى الا الضرورة۔ یعنی ضرورت کے لیے قبر کی کہگل جائز ہے ؛

(۴۰) بحرالرائق میں لکھا ہے :-

اما لوكان فوقه لا يكره لانه يكون عصمة من السبع۔ یعنی اگر پختہ اینٹ یا تختہ میت کے گرد نہ ہو بلکہ لحد وغیرہ کے اوپر ہو تو مکروہ نہیں کہ یہ درندوں سے حفاظت ہوگی ؛

(۴۱) اسی میں ہے :-

قال فی الفتاوی اليوم اعتادوا السفط ولا باس بالتطيين۔ یعنی فتاوی میں ہے کہ آج کل سفط (تابوت) کا طریقہ عام طور پر ہے اور قبر کی لپائی میں کچھ مضائقہ نہیں ؛

(۴۲) اسی میں ظہیریہ سے منقول ہے :-

لو وضع عليه شئى من الاشجار او كتب عليه شئ فلا باس به عند البعض۔ یعنی قبر پر کوئی درخت رکھ دیا جائے یا کچھ لکھ دیا جائے تو بعض کے نزدیک حرج نہیں ؛

(۴۳) فتاویٰ عالمگیری میں ہے :-

حكى عن الشيخ الامام ابى بكر محمد بن الفضل رحمة الله انه جوزا تخاذ یعنی شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل سے روایت ہے کہ انہوں نے زمین کی نرمی اور کمزوری کے

التابوت فی بلادنا لرخاوۃ الارض قال ولو اتخذ التابوت من حدید لا باس بہ۔

سبب اجازت دے دی ہے کہ اگر لوہے کا تابوت رکھا جائے تو حرج نہیں :

(۴۴) اسی میں ہے :۔

اذا خربت القبور فلا باس تطیینھا کذا فی التاتارخانیۃ وھوالاصح وعلیہ الفتوی کذا فی جواھر الاخلاطی۔

یعنی جب قبریں خراب ہو جائیں تو ان پر کہگل کرنے میں مضائقہ نہیں ، ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اسی طرح جواہر اخلاطی میں ہے :

(۴۵) علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں :۔

ضرب الفسطاط ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلا للاحیاء لا لاظلال المیت فقط جاز۔

ج رابع صفحہ ۲۰۴ متعلق رائے ابن عمر وقال خارجہ۔

(۴۶) مراقی الفلاح میں ہے :۔

وھذا عند الوجدان و فی محل لا یوجد الا الصخر فلا کراھۃ فیہ فقولھم وکرہ الآجر والخشب محمول علی وجود اللبن بلا کلفۃ والا فقد یکون الخشب والآجر موجودین و یعدم اللبن لان الکراھۃ لکونھا للاحکام والزینۃ اما اذا ارید بہ دفع اذی السباع او شئی اخر فلا یکرہ ا ہ ملخصاً۔

(۴۷) علامہ طحطاوی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں :۔

قولہ وھذا ای استحباب اللبن والقصب قولہ الا الصخرا ای اولاجر قولہ لان الکراھۃ الخ علۃ المحذون ای فلا یکرھان حینئذ قولہ ولذا قال بعض مشایخنا قال فی الخانیۃ یکرہ الاجر اذا کان ممایلی المیت اما فیما وراء ذالک فلا باس وفی الحسامی قد نص اسمٰعیل الزاھد بالاجر خلف اللبن علی اللحد واوصی بہ کذا فی الشرح قولہ اوشئی اخر کقطع الرائحۃ اوکانت البلاد کثیرۃ المطر۔

(۴۸) جامع الرموز میں ہے:۔

وکرہ الاجر والخشب ای ستر اللحد بھما وبالحجارۃ والجص کما فی الحلابی وقیل ان الاجر لم یکرہ الا الزینۃ وفی التمرتاشی لاباس بالاجر بعد الاھالۃ وفی الخزانۃ لاباس بان یوضع حجارۃ علی راس القبر ویکتب علیہ شئی۔

(۴۹) اسی میں ہے: والمختار ان التطیین غیر مکروہ۔

(۵۰) اسی میں ہے:۔

یرفع القبر استحبابا غیر مسطح قدر شبر فی ظاھر الروایۃ کما فی الکرمانی وفیہ اشعار باباحۃ الزیادہ علی قدر شبر فی روایۃ۔

(۵۱) تفسیر روح البیان میں حضرت شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب کشف النور میں اصحاب القبور سے منقول ہے:۔

ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمی سنۃ فبناء القباب علی قبور الاولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورھم امر جائز اذا کان القصد

بذالك التعظيم فی اعین العامة حتی لا یحتقر
واصاحب القبر۔

(۵۲) علامہ شامی نے بھی ردالمحتار کتاب الکراہۃ میں عبارت مذکورہ نقل فرمائی اور اس کو برقرار رکھا۔

(۵۳) علامہ شیخ عبدالقادر رافعی حنفی مفتی دیار مصریہ نے بھی التحریر المختار میں یہ عبارت ذکر کی ہے۔

(۵۴) فتاویٰ قاضی خان میں ہے :۔
حکی عن الشیخ الامام ابی بکر محمد ابن الفضل الخ وہی عبارت جو فتاویٰ عالمگیری سے ابھی ہم نقل کر چکے ہیں۔

(۵۵) اسی میں فرمایا ہے :۔
ویکرہ الاٰجر فی اللحد اذا کان یلی المیت اما فیما وراء ذالک لاباس بہ۔
یعنی لحد کے اندر میت کے متصل پکی اینٹ مکروہ ہے مگر اس کے علاوہ ہو تو حرج نہیں ؛

(۵۶) اسی میں ہے :۔
وان کتب علیہ شیئا اووضع الاحجار لاباس بذالک عند البعض۔
یعنی اگر قبر پر کچھ لکھ دے یا پتھر رکھے تو اس میں بعض کے نزدیک مضائقہ نہیں ؛

(۵۷) شیخ الاسلام کشف الغطا میں فرماتے ہیں :۔
مکروہ است گچ کردن بر قبر کذا فی اکثر الفتاویٰ والشروح ودر معدن گفتہ ایں قول قدما است ومتاخرین مستحسن اشتہ اند آترا۔ یعنی قبر پر گچ کرنا مکروہ ہے معدن میں ہے کہ یہ متقدمین کا قول ہے مگر موخرین نے اس کو بہتر بتایا ہے۔

(۵۸) پھر مطالب المومنین سے نقل کرتے ہیں :۔

دیدیم در بخارا قبرہا راکہ بنا کردہ شدہ بود بہ خشت ہائے پختہ ہموار کردہ شدہ۔ یعنی ہم نے بخارا میں پکی ہموار اینٹوں سے بنی ہوئی قبریں دیکھیں۔

(۵۹) اسی میں تجنیس سے کہگل کرنے کے متعلق منقول ہے کہ اس میں حرج نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر کہگل کرنا وارد ہے۔

(۶۰) اسی میں ہے :-

در مضمرات گفتہ مختار عدم کراہت است۔ یعنی مختار یہ ہے کہ کہگل مکروہ نہیں۔

(۶۱) اسی میں ہے :-

در سفر السعادۃ از ترمذی نقل کردہ کہ بعضے از اہل علم کہ حسن بصری از ایشان ست در گل کردن قبور رخصت کردہ اند و شافعی نیز ہم برین است۔

یعنی شرح سفر السعادت میں ترمذی سے نقل کیا ہے کہ بعض اہل علم مثلاً حضرت حسن بصری و امام شافعی علیہم الرحمۃ نے قبروں پر کہگل کرنے کی اجازت دی ہے۔

(۶۲) اسی میں خلاصہ اور ظہیریہ سے قبر پر لکھنے یا پتھر رکھنے کی اجازت نقل کی ہے۔

(۶۳) اسی میں جامع الفتاویٰ سے منقول ہے :-

تحقیق بتوارث یافتیم نوشتن در برا ز مشائخ خود و اگر مکروہ بودی چگونہ اجازت دادندے۔

یعنی ہم نے توارث اور تعامل اپنے مشائخ کا قبروں پر لکھنا پایا اگر یہ مکروہ ہوتا تو وہ کیوں اجازت دیتے۔

(۶۴) اسی میں شرعہ اور سراجیہ سے قبر پر علامت بنانے کا جواز نقل کرکے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے متعلق جو حدیث وارد ہوئی ہے ذکر کی ہے۔

(۶۵) اسی میں قبر پر گنبد بنانے کے متعلق عمدۃ الابرار سے نقل کیا ہے کہ بعض کے نزدیک اس میں حرج نہیں۔

(۶۶) اسی میں مطالب المومنین سے نقل کیا کہ سلف نے مشایخ وعلماء مشہورین کی قبر پر عمارت بنانا مباح کیا ہے تاکہ لوگ زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر آرام پائیں۔

(۶۷) اسی میں ہے کہ مدینہ مطہرہ میں اصحاب کرام کی قبور پر عمارات اگلے زمانہ سے موجود ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ یہ اس زمانہ کے علما کی تجویز سے ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرقد منور پر بھی قبۂ عالی ہے۔

(۶۸) اسی میں قبر پر سائبان وخیمہ وغیرہ لگانے اور لوح قائم کرنے کی نسبت فرماتے ہیں:

اگر غرض صحیح داشتہ باشد در آں باک نیست وآں چنانکہ در بنا بر قبر بہ نیت آسائش مردم وچراغ افروختن در مقابر بقصد دفع ایذار مردم از تاریکی راہ ونحو آں گفتہ اند کذا یفہم من شرح الشیخ۔

یعنی قبر پر خیمہ لگانا، عمارت بنانا لوگوں کی آسائش کے لیے یا چراغ جلانا کہ آدمیوں کو اندھیرے میں تکلیف نہ ہو یا کوئی اور فائدہ ہو تو حرج نہیں۔

(۶۹) اسی میں خلاصہ اور قاضی خان سے نقل کیا کہ اگر پکی اینٹ لحد میں میت کے قریب نہ ہو تو کوئی حرج نہیں تاکہ درندہ سے پناہ رہے۔

(۷۰) اسی میں تجنیس سے نقل کیا کہ امام اسماعیل زاہد نے اجازت دی ہے کہ لحد پر کچی اینٹوں کے پیچھے پکی اینٹیں رکھ دی جائیں اور انہوں نے اس کی وصیت فرمائی تھی۔

(۷۱) اسی میں بلندی قبر کے متعلق لباب سے نقل کیا کہ ایک بالشت سے اونچی قبر جائز ہے۔

(۷۲) پھر لکھا ہے :۔

اما بلند ساختن زیادہ ازیں مقدار بقدر اعتدال در قبور علماء و اکابرین جائز بلکہ مستحسن باشد نظر بقا قاصر نظر آن زمان تا رعب ایشاں بر قلوب آنانکن گردد۔

یعنی بالشت سے زیادہ بقدر اعتدال اونچا کرنا علماء و اکابرین کی قبروں میں جائز بلکہ بہتر ہے۔ اس زمانہ کی قاصر نظر کے اعتبار سے تاکہ ان کا رعب اور شوکت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو جائے۔

(۷۳) مولانا علی قاری رحمۃ الباری مرقاۃ المفاتیح میں لکھتے ہیں :۔

رخص بعضهم التطيين منهم الحسن البصري وقال الشافعي لا باس ان يطين القبر ذكره الطيبي.

یعنی بعض علما نے قبر پر کہگل کرنے کی اجازت دی ہے انہیں میں سے حضرت حسن بصری ہیں اور شافعی بھی کہتے ہیں کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں یہ طیبی نے ذکر کیا ہے ؛

(۷۴) اسی میں ہے :۔

وقد اباح السلف البناء على قبر المشائخ والعلماء المشهورين ليزورهم الناس ويستريحوا بالجلوس فيه.

یعنی سلف اور اگلے حضرات نے مشہور مشائخ اور علماء کی قبر پر عمارت کو مباح کہا ہے اور جائز رکھا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں ؛

(۷۵) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ میں لکھتے ہیں:
ودفن درجوار قبور صلحا وحضور وشہود در ساحت عزت ایشاں
موجب برکت ونورانیت وصفاست وزیارۃ مقامات متبرکہ
ودعا در آنجا متوارث است یعنی بزرگوں کی قبر کے قریب دفن
اور ان کے معزز مقام اور مکان میں حاضری برکت اور نورانیت
وصفائی قلب کا موجب ہے، مقاماتِ متبرکہ کی زیارت اور
وہاں دعا مانگنا قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔

(۷۶) اسی میں ہے:۔ در آخر زمان الخ یعنی چونکہ عوام کی نظر ظاہری
مصلحت پر مبنی ہوتی ہے اس لیے آخر زمانہ میں مشائخ اور بزرگوں
کے مقابر و مشاہد پر تعمیر میں بعض چیزیں زیادہ کر دی گئیں تاکہ اہل اسلام
اور نیک لوگوں کی شوکت وعظمت ظاہر ہو۔

(۷۷) اسی میں ہے امام شافعی گفتہ است کہ قبر امام موسیٰ کاظم
سلام اللہ علیہ وآبائہ الکرام تریاق مجرب است برائے اجابت
دعا۔ یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ امام موسیٰ
کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مقدس مقبولیت دعا کے
واسطے تریاق مجرب ہے۔

(۷۸) اسی میں ہے: و در زیارت قبور احترام اہل آں را در
استقبال وجلوس وتادب ہماں حکم است کہ در حالت حیات
بود کذا قال الطیبی۔
یعنی قبور کی زیارت میں صاحب قبر کا احترام اسی طرح چاہیے
جس طرح حالت حیات میں کیا جاتا ہے۔ ان کی طرف منہ کرنا،
بیٹھنا اور ادب کرنا ویسا ہی لازم آتا ہے۔

(۷۹) مدارج النبوۃ میں ہے: در مطالب المومنین گفتہ است کہ

مباح داشتہ اند سلف کہ بنا کردہ شود بر قبر مشایخ و علماء مشہور تا زیارت کنند ایشاں را مردم و استراحت یابند دراں و بنشینند در سایہ آں نقل کردہ است آنرا ز مفاتیح شرح مصابیح و گفتہ است کہ دیدم بہ بخارا قبور رکہ عمارت کردہ شدہ است و خشتہائے تراشیدہ و تجویز کردہ آنرا اسماعیل زاہد کہ از مشاہیر فقہاء است۔

(۸۰) اسی میں ہے: و چراغ افروختن بر قبور ممنوع است مگر آنکہ در سایہ آں کارے کنند یا نزدیک باں راہے رود۔

یعنی قبروں پر چراغ جلانا اس وقت جائز ہے کہ اس کی روشنی میں کوئی کام کریں مثلاً قرآن شریف پڑھیں، یا اس کے قریب راستہ چلتا ہو۔

(۸۱) اسی میں ہے: و از جملہ اعظام و اکابر آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم اکبار جمیع انچہ متعلق است بوئے از مشاہد و اماکن و معاہد و انچہ دست شریف وے بداں رسیدہ و بوی شناختہ شدہ۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر میں یہ بھی داخل ہے کہ ان تمام مقامات کی عزت کی جائے جہاں آپ تشریف فرما ہوئے یا آپ نے عبادت کی یا آپ کا ہاتھ پہنچا۔

(۸۲) اسی میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی جانور پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو اپنے جانور کے سُم سے پامال کروں جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں اور جہاں آپ نے قدم مبارک رکھے ہیں، اسی لیے امام مالک نے اپنے تمام گھوڑے امام شافعی کو دے دیئے۔ امام شافعی نے کہا کہ اپنے لیے بھی کوئی گھوڑا رہنے دیجئے تو انہوں نے اسی قسم کا جواب دیا۔

(۸۳) اسی میں ہے کہ احمد بن فضلویہ، جو زاہد غازی اور تیر انداز تھے فرماتے تھے کہ میں کمان کو اپنے ہاتھ سے بغیر طہارت کے نہیں چھوتا جب سے میں نے سنا ہے کہ آنحضرت اپنے دستِ شریف میں کمان لیا کرتے تھے۔

(۸۴) اسی میں عقبہ جبل سنیٰ کے متعلق جہاں بیعت اولیٰ واقع ہوئی فرماتے ہیں کہ اب وہاں ایک مسجد ہے کہ اس کی حاضری اور بیعت کا واقعہ یاد کرنے سے مشتاق دلوں میں نور و ایمان پیدا ہوتا ہے اور دعا و تضرع و ابتہال کا باعث ہے۔

(۸۵) علامہ سمہودی مدنی علیہ الرحمۃ خلاصۃ الوفا میں لکھتے ہیں:۔

ذکر المسعودی ماحاصلہ ان هنالك رخامة مكتوب فيها هذا قبر فاطمة بنت رسول الله سيدة النساء العلمين الخ۔

یعنی مسعودی نے ذکر کیا ہے کہ وہاں ایک پتھر پر لکھا ہے کہ یہ حضرت فاطمہ اور دیگر اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے مزارات ہیں اور یہ ۳۳۲ھ میں ذکر کیا ہے۔

(۸۶) پھر فرماتے ہیں:۔

بل فی کلام سبط ابن الجوزی مایقتضی نقل ذالك عن الواقدی وھو مدنی مولدہ بالمدینة سنة ثلثين ومأة فھودال على ان تلك الكتابة قديمة۔

یعنی سبط ابن جوزی کے کلام سے اس کا واقدی علیہ الرحمۃ سے منقول ہونا معلوم ہوتا ہے اور وہ مدنی ہیں، ان کی پیدائش ۱۳۰ھ میں ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ یہ لکھائی قدیم ہے۔

(۸۷) وہی مراغی علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں:

فینبغی الدعاء فیه وقد اخبرنی غیر واحد ان الدعاء

یعنی دارِ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دعا مانگنی چاہیے

هنالك مستجاب۔ اور میں نے سُنا ہے کہ وہاں دُعا مقبول ہوتی ہے:

(۸۸) اس کے بعد خود لکھتے ہیں:۔

الاماکن التی دُعا بھا صلی اللہ علیہ وسلم کلھا اماکن اجابۃ ولذا یستحب الدُّعاء فیھا۔

یعنی وہ تمام مقامات جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دُعا فرمائی ہے اجابت وقبول دُعا کے مواقع ہیں اسی لیے وہاں دُعا مستحب ہے:

(۸۹) وہی فرماتے ہیں:۔

اذا شارف المدینۃ الشریفۃ وتراٰت لہ قبۃ الحجرۃ المنیفۃ فلیستحضر عظمتھا وتفضیلھا ویمثل فی نفسہ مواقع اقدامہ الشریفۃ عند تردد فیھا۔

یعنی جب مدینہ شریف کے قریب پہنچے اور حجرہ مبارکہ کا قبہ نظر آئے تو اس کی عظمت وفضیلت کا تصوّر کرے اور اپنے نفس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس قدموں کا تصور جمائے جس وقت آپ وہاں آتے جاتے ہوں گے:

(۹۰) وہی لکھتے ہیں:۔

یلاحظ بقلبہ مدۃ اقامتہ بالمدینۃ جلالتھا وترددہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھا ولا یرکب بھا دابۃ بھما قدن علی المشی کما فعل مالک رحمۃ اللہ وقال استحیی من اللہ ان اطا تربۃ فیھا رسول اللہ صلی اللہ وعلیٰ اٰلہ وسلم بحافر دابۃ الخ

یعنی جب تک مدینہ منورہ میں ٹھہرا رہے اپنے دل سے اس کی جلالت وعظمت اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدورفت کو ملاحظہ کرے اور جہاں تک پیادہ پا چل سکے جانور پر سوار نہ ہو جس طرح امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اور فرمایا میں اللہ پاک سے شرم کرتا ہوں کہ اس زمین

کو جانور کے کھر سے پامال کروں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں :

(۹۱) وہی فرماتے ہیں :-

ویستحب اتیان بقیۃ المساجد والاثار المنسوبۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مما علمت عینہ اوجہتہ وکذا الابار التی شرب او تطھر منھا والتبرک بذالک۔

باقی مساجد و آثار جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں وہاں جانا مستحب ہے یونہی وہ کنویں جن کا پانی آپ نے پیا ان سے طہارت کی ان پر حاضری اور ان سے برکت لینا مستحب ہے :

(۹۲) لباب المناسک میں شیخ امام رحمۃ اللہ سندی اور اس کی شرح المسلک المتقسط میں شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

(والنظر فی زمزم عبادۃ) ای اذا قصد بہ القربۃ (ویجوز الاغتسال والتوضؤ بماء زمزم علی وجہ التبرک) الخ ملخصاً۔

زمزم میں نظر کرنا عبادت ہے جبکہ اس سے قربت مقصود ہو اور زمزم کے پانی سے تبرک کے طور پہ نہانا اور وضو کرنا جائز ہے :

(۹۳) اسی میں ہے :-

ویستحب حملہ الی البلاد ای تبرکاً للعباد الخ۔

یعنی زمزم کا پانی دوسرے شہروں کو لوگوں کیلئے تبرکاً لیجانا مستحب ہے :

(۹۴) اسی میں اماکنِ اِجابت (دُعا قبول ہونے کے مقامات) کا ذکر فرماتے ہیں مطاف، ملتزم، میزاب کے نیچے، بیت اللہ کے اندر، بیرِ زمزم کے قریب، مقامِ ابراہیم کے پیچھے، صفا، مروہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ، جمرات، بیت اللہ دیکھنے کے وقت، حطیم کے اندر، حجرِ اسود، رکنِ یمانی وغیرہ۔

(۹۵) اسی میں ان مقدس مقامات کا ذکر کرتے ہوئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے لکھتے ہیں :-

فینبغی لمن قصد الآثار ان	اس شخص کو جو آثار کا قصد کرے
یعم الاماکن التی ورد فیھا	چاہیے کہ ان تمام مقامات پر حاضر
الاخبار رجاء ان یظفر بمصلی	ہو جن کے متعلق روایات وارد ہیں
سید الاخیار۔	اس امید پر کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ مل جائے :

(۹۶) اسی میں ہے :۔

یستحب زیارۃ بیت سیدتنا	یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
خدیجۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا الخ۔	کے مکان کی زیارت مستحب ہے :

جس میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں اور اسی میں وقتِ ہجرت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقیم رہے جو مسجد الحرام کے بعد مکہ مکرمہ کے تمام مقامات سے بالاتفاق افضل ہے اور مولد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دار ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مولد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دار ارقم اور غار جبل ثور جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے :۔ (ثانی اثنین اذھما فی الغار) اور غار جبل حرا جہاں رسالت سے قبل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تنہا عبادت فرمایا کرتے تھے وہیں آپ پر سب سے اول آیات قرآن مجید (اقرا باسم ربک) نازل ہوئیں اور آپ کا سینہ مبارک شق کیا گیا۔ اور مسجد الجن جہاں آپ کے پاس آکر جنوں نے قرآن کریم سنا یا جہاں آپ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو خط کھینچکر چھوڑا تھا اور مسجد شجرہ اور مسجد جبل ابو قبیس اور مسجد الرایہ اور غار مرسلات وغیرہا کی زیارت مستحب ہے۔

(۹۷) اسی میں ہے : جنۃ المعلیٰ، جو جنۃ البقیع کے بعد سب سے افضل مقبرہ ہے اور ان دونوں کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں" کے حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام و اولیاء و صلحاء فخام کے مزارات کی

زیارت مستحب ہے۔ ان بزرگوں کے مزارات کی زیارت کرے اور برکت حاصل کرے اور ان پر سلام کرے۔

(۹۸) اسی میں ہے :-

ولیغتنم ایام مقامہ بالمدینۃ المشرفۃ فیحرص علی ملازمۃ المسجد وادامتہ النظر الی الحجرۃ الشریفۃ او القبۃ المنیفۃ مع المھابۃ والخضوع فانہ ای النظر المذکور عبادۃ کالنظر الی الکعبۃ الشریفۃ۔	مدینہ شریف میں قیام کو غنیمت سمجھے مسجد مبارک کی ملازمت اور حجرہ شریفہ یا قبہ منیفہ کی طرف خوف وخضوع کے ساتھ برابر نظر رکھنے پر حریص رہے کیونکہ یہ عبادت ہے جس طریقہ پر کعبہ مکرمہ کی طرف نظر کرنے میں ؛
(۹۹) اسی میں ہے :۔ وجمیع سواری المسجد یستحب الصلوٰۃ عندھا لانھا لاتخلو عن النظر النبوی الیھا وصلوٰۃ الصحابۃ عندھا۔	مسجد کے تمام ستونوں کے قریب نماز مستحب ہے کیونکہ ان پر حضور کی نظر ضرور پڑی ہو گی اور صحابہ کرام نے ان کے قریب نماز پڑھی ہو گی ؛

(۱۰۰) اسی میں ہے :-

ولیستحب زیارۃ اھل البقیع کل یوم واتیان المساجد ای الاربعۃ وغیرھا والمشاھد البحوما واحد والآبار المنسوبۃ الیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	ہر روز اہل بقیع کی زیارت اور مساجد اربعہ وغیرہ اور تمام مشاہد اور احد اور ان کنوؤں پر حاضری جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں مستحب ہے ؛

(۱۰۱) اسی میں ہے : ویبدی احین وصولہ الی قرب اخذ

ومساجدہ بمسجد حضرۃ سیّد الشہداء عم سید الانبیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیسلم علیہ بخشوع وخضوع مع مراعاۃ غایۃ الادب والاجلال التام فعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ما رأینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باکیا قط اشد من بکائہ علیٰ حمزۃ بن عبدالمطلب وضعہ فی القبلۃ ثم وقف علیٰ جنازتہ وانتحب حتی انشغ من البکاء ای شھق حتی کاد ان یغشی یقول یاحمزۃ یا عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسد رسولہ یاحمزۃ یا فاعل الخیرات یا حمزۃ یا کاشف الکربات یا حمزۃ یاذاب عن وجہہ رسول اللہ۔

جب احد اور اس کی مسجدوں کے قریب پہنچے تو سید الشہداء عم سید الانبیاء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد سے شروع کرے خشوع و خضوع اور نہایت ادب واجلال تام کے ساتھ ان پر سلام بھیجے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی اس قدر روتے نہ دیکھا جس قدر حضرت حمزہ بن عبدالمطلب پر روتے دیکھا ان کو آپ نے قبلہ میں رکھا پھر ان کے جنازہ کے قریب کھڑے ہو کر رونے لگے یہاں تک کہ چیخنے لگے اور قریب تھا کہ بے ہوش ہو جاویں اور فرماتے تھے اے حمزہ اے عم رسول اللہ اے رسول خدا کے شیر اے حمزہ اے نیک کام کرنے والے اے حمزہ اے مصیبتوں کے دُور کرنے والے اے حمزہ اے رسول اللہ سے دشمنوں کے دُور کرنے والے ؛

مُخالفین کے دلائل اور اُن کا جواب

اوّل تو طرفدارانِ نجدیہ کہتے رہے کہ ابن سعود نے مزارات و مآثر شہید نہیں کئے لیکن جب اس کی حرکت بخوبی ثابت ہوگئی تو اس فعلِ شنیع کی تائید کرنے لگے۔ سید سلیمان ندوی، مولوی کفایت اللہ دہلوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری، مولوی عبدالماجد دریاآبادی، مولوی عبدالحق پروفیسر جامع ملیہ، مولوی ظفرالملک لکھنوی وغیرہم نے اس تائید و حمایت میں کافی حصہ لیا۔ ہم ان تمام مضامین کے اہم استدلالات پر بحث کریں گے۔

قبروں کے پختہ کرنے اور ان پر قبّے وغیرہ بنانے کی ممانعت و حرمت پر مخالفین کی سب سے بڑی دلیل دو حدیثوں پر مبنی ہے۔

اوّل وہ حدیث جس کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے پختہ کرنے اس پر عمارت بنانے اس پر لکھنے اس پر بیٹھنے اس کو روندنے اور پامال کرنے سے منع فرمایا۔

دوسرے وہ حدیث جو ابوالہیاج اسدی سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں تم کو اس کام کے لیے روانہ نہ کروں جس کے لیے مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا کہ تم تصویروں کو مٹا دینا اور بلند قبروں کو برابر کر دینا۔

پہلی حدیث کا جواب

اوّلاً پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ قبر کی عمارت وغیرہ سے ممانعت اس صورت میں فرمائی گئی ہے کہ کسی فائدہ و غرض صحیح کے واسطے نہ ہو بلکہ فخر و مباہات و تکبر کے واسطے ہو۔ پس ممانعت کی علت عدمِ فائدہ یا

زینت وتفاخر ہے جب وہ علت نہ ہوگی تو ممانعت بھی نہ ہوگی۔

(۱) شیخ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ المفاتیح میں تورپشتی سے اس حدیث کے متعلق نقل فرماتے ہیں:

یحتمل وجھین احدھما البناء علی القبر بالحجارۃ وما یجری مجراھا والآخر ان یضرب علیھا خباء ونحوہ وکلاھما منھی لعدم الفائدۃ فیہ۔

قبر پر پتھر وغیرہ سے عمارت بنانے یا خیمہ وغیرہ لگانے کی ممانعت عدم فائدہ کی وجہ سے ہے۔

(۲) پھر خود فرماتے ہیں:

قلت فلیستفاد منہ انہ اذا کانت الخیمۃ لفائدۃ مثل ان یقعد القراء تحتھا فلا تکون منھیۃ

یعنی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب خیمہ کسی فائدہ کے لیے ہو مثلاً قرآن پڑھنے والے اس کے نیچے بیٹھیں تو ممنوع نہیں۔

(۳) اسی میں فرمایا:

لعل ورد النھی لانہ نوع زینۃ۔

یعنی نہی اس لیے وارد ہوئی ہے کہ گچ کرنے میں ایک قسم کی زینت ہے۔

پس اگر زینت مقصود نہ ہو بلکہ درندوں سے قبر کی حفاظت مقصود ہو یا زمین کی نرمی کے سبب گچ وغیرہ کی ضرورت ہو کہ بغیر اس کے قبر کا بقاؤ قیام نہ ہو سکے تو ممانعت نہ ہوگی، جیسا کہ فقہائے کرام نے بالتصریح بیان فرمایا ہے اور اوپر ہم بہت سی عبارتیں اس بارہ میں نقل کر چکے ہیں۔

(۴) مجمع البحار الانوار میں ہے:

منھی عنہ لعدم الفائدۃ وقد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء المشاھیر

یعنی فائدہ نہ ہونے کے سبب ممنوع ہے اور سلف (اگلے بزرگوں) نے مباح بتایا ہے کہ مشہور مشائخ اور

ليزورهم الناس وليتر يحوا بالجلوس فيه۔	علماء کی قبروں پر عمارت بنائی جائے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اسمیں بیٹھ کر آرام پائیں ؛

اس عبارت میں بصراحت مذکور ہے کہ جب فائدہ نہ ہو تو عمارت وغیرہ کی ممانعت ہے لیکن چونکہ بزرگوں کے مزارات پر عمارت بنانے میں فائدہ ہے کہ آدمی وہاں بیٹھ کر آرام پائیں اور اطمینان سے زیارت کریں گے اور قرآن شریف پڑھیں گے اس لیے جائز ہے۔

(۵) امام ترمذی اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں :

قد رخص بعض اهل العلم منهم الحسن البصري في تطيين القبور و قال شافعي لا باس ان يطين القبر۔	یعنی بعض اہل علم مثلاً حسن بصری اور امام شافعی نے قبر کی لپائی جائز بتائی ؛

ثانیاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب . محمد ابن الحنفیہ نے حضرت ابن عباس کے مزار پر خیمہ لگایا۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں حکم بن ابی العاص کی قبر پر خیمہ قائم کیا گیا۔ دیکھیے حدیث ۶، ۷، و ۱۲۔ حضرت عقیل نے حضرت ام حبیبہ کی قبر پر عمارت بنائی۔ دیکھیے حدیث ۱۴، تو کیا یہ حضرات حدیث جانتے اور سمجھتے نہ تھے۔

ثالثاً قبر پر لکھنے سے ممانعت اس وقت ہے جب کہ قدر حاجت سے زیادہ یا بغیر ضرورت ہو۔

رابعاً کتابت سے نہی منسوخ ہے جیسا حاکم سے مروی ہے :

(۶) ملا علی قاری لکھتے ہیں :

قيل ليسن كتابة اسم الميت لا سيما الصالح ليعرف عند

تقادم الزمان لان النهی عن
الکتابۃ منسوخ کما قال الحاکم
اومحمول علی الزائد علی ما
یعرف بہ حال المیت ام وفی
قولہ لیس محل بحث والصحیح
انہ یقال انہ یجوز۔

خامساً حضرت ام حبیبہ کی قبر پر حضرت عقیل کو ایک پتھر ملا جس پر ان کا نام لکھا ہوا تھا۔ دیکھو حدیث نمبر ۱۴۔

سادساً اسی حدیث میں قبر پر بیٹھنے اس کو پامال کرنے سے بھی تو ممانعت ہے اس کو نجدی پرست کیوں نظرانداز کر دیتے ہیں (کیا ابن سعود کا وظیفہ کھا کر آنکھوں میں چربی چھا گئی جو یہ الفاظ نظر نہیں آتے) دیگر احادیث بھی وارد ہیں کہ مردہ کو تکلیف دینا جائز نہیں دیکھو حدیث نمبر ۱۸، نمبر ۱۹، نمبر ۲۰ کیا نجدیوں نے احکام شریعت اور احادیث شریفہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔ کیا انہوں نے مزارات کو پامال اور ان کی تحقیر نہیں کی اور ان پر نجاستیں نہیں ڈالیں جانور نہیں باندھے۔

سابعاً بعض مخالفین نے لکھ دیا کہ اس حدیث کو بخاری نے بھی روایت کیا، جیسا کہ مزارات حجاز مطبوعہ امرتسر صفحہ ۵ میں اور ایڈیٹر النا ظر لکھنو کے مضمون ہمدم مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۵ء میں ہے ہم ان صاحبوں کو لکھتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ بخاری شریف کی کس کتاب اور کس باب میں یہ حدیث مذکور ہے۔

ثامناً نواب صدیق حسن بھوپالی رئیس الوہابیہ مسک الختام میں سبل سے ناقل ہیں، رفتہ اند جمہور بآنکہ نہی بناء در تجصیص برائے تنزیہ است یعنی جمہور علماء کے نزدیک عمارت و پختگی سے ممانعت و کراہت

تنز یہی مراد ہے۔

دوسری حدیث کے جوابات

اوّلاً یہ حکم مشرکوں اور کافروں کی قبروں کے متعلق تھا نہ کہ اہلِ اسلام کے واسطے اور اس پر صریح قرینہ یہ ہے کہ تصویر مٹانے اور بلند قبر ہموار کرنے کا حکم اس حدیث میں ایک ساتھ موجود ہے لیکن اہلِ اسلام کی قبور پر تصویریں کہاں ہوتی ہیں البتہ مشرکوں کی قبروں پر بت بلند عمارت کے ساتھ قائم ہوتے ہیں۔

(۷) علامہ علاء الدین علی ماردینی قاضی دیارِ مصریہ متوفی ۷۴۵ھ ہجری الجوہر النقی میں فرماتے ہیں:

قلت الظاهر ان المراد قبور المشركين بقرينة عطف التمثال عليها وكانوا يجعلون عليها الانصاب والابنية فاراد عليه السلام ازالة آثار الشرك۔	یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا تھا اس میں ظاہر یہی ہے کہ مشرکوں کی قبریں مراد ہیں جن کا قرینہ یہ ہے کہ تمثال (تصویر) کا عطف کیا گیا ہے اور مشرک قبروں پر بت اور عمارتیں بنوایا کرتے تھے:

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ شرک کے آثار کو زائل کر دیا جائے۔

ثانیاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے گرد عمارت بن چکی تھی تو کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حکم کی تعمیل کی تھی۔ نہیں ہرگز نہیں یونہی حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے

ام المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پہ عمارت بنوائی خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر اتنا بھاری پتھر رکھا کہ دوسرا شخص اس کو اٹھا بھی نہ سکا تو آنحضرت نے آستینیں چڑھا کر اٹھایا۔ دیکھئے حدیث ۱ اور ان کی قبر اتنی اونچی تھی کہ جو اس کو پھلانگ جاتا تھا اس کی ڈگ سب سے بڑی ہوتی تھی دیکھو حدیث ۲۵ پس ان دونوں حدیثوں کے ساتھ ہی ساتھ دوسری حدیث اور واقعات کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

ثالثاً اس حدیث سے قبر زیادہ بلند کرنے کی ممانعت نکلتی ہے نہ کہ قبر کے گرد عمارت بنانے کی۔

رابعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت علی نے ابو الہیاج اسدی کو اوّل تو تصویریں مٹانے کے لیے حکم فرمایا اس کے بعد قبروں کے متعلق ارشاد فرمایا۔ نجدی اور ان کے ہوا خواہ قبروں کے ہدم پر تو اس قدر زور دیتے ہیں مگر تصویروں کے مٹانے میں ذرا بھی کوشش نہیں کرتے بلکہ خود تصویریں بناتے ان کے سامنے کھڑے ہو کر سر جھکاتے اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ مولانا احمد مختار صاحب صدیقی وفد خدام الحرمین اپنے مکتوب ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ میں لکھتے ہیں، ابن سعود نے شاہی دعوت کی۔ کھانے میں مٹھائی اور چاول وغیرہ کے اونٹ گھوڑے گدھے اور نجدی شکل کے ہتھیا بند بدّو دسترخوان پر بکثرت چُنے تھے۔ ہمارے سیّد وفد فدائے ملت سیّد حبیب صاحب کا سوال مزید ارتھا کہ کیا یہ جائز ہے یہ پوچھتے ہی ابن سعود کے چہرہ پر سیاہی دوڑ گئی" ظفر الملک ایڈیٹر الناظر لکھنؤ نے مسٹر تلک کی تصویر کے سامنے فاتحہ پڑھی دیکھئے اخبار حقیقت لکھنؤ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بعض احادیث اور بھی ان کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں ان کو بھی

ہم ذکر کیے دیتے ہیں اور ہر ایک کا مفصل جواب بھی لکھتے ہیں۔

تیسری حدیث اور اس کے جوابات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت کی اور نیز ان لوگوں پر جو قبروں پر مسجدیں بنائیں اور چراغ جلائیں۔

اقول اولاً۔ ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے منع فرمایا گیا تھا بعد کو اجازت مرحمت فرمادی گئی جیسا حدیث میں وارد ہے دیکھئے حدیث نمبر ۲۶ و نمبر ۲۷

ثانیاً۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت ہے کہ وہ ہمیشہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائیں اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر زیارت کرنے تشریف لے گئیں دیکھئے حدیث نمبر ۲۹۔

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر جاتیں، شہدائے احد کی قبور پر جاتیں دیکھو حدیث نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲ و نمبر ۱۳ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زیارت قبور کی اجازت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے دیکھو حدیث نمبر ۲۸۔

ثالثاً۔ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ عورتوں کو بھی زیارات قبور کی زیارت ورخصت ثابت ہے ملاحظہ ہو عبارت ذیل:

(۸) جامع الرموز میں ہے:۔

وزیارۃ القبور مستحبۃ
للرجال وکذا للنساء علی
الاصح۔

(۹) درمختار میں ہے: لا باس بزیارۃ القبور ولو للنساء

لحدیث کنت نہیتکم۔

(۱۰) بحرالرائق میں لکھا ہے:

والاصح ان الرخصة ثابتة لهما۔

(۱۱) کشف بزدوی میں:۔ والاصح ان الرخصة ثابتة للرجال والنساء جميعا فقد روي ان عائشة رضی الله عنها كانت تزور قبر رسول الله صلی الله عليه وسلم فی كل وقت وانها خرجت حاجة زارت قبر اخيها عبدالرحمٰن۔

(۱۲) فتح المنان میں ہے اکثر علما بر ثبوت رخصت اند برائے مردان وزنان ہمین ست مذہب ائمہ ثلثہ سوائے احمد کہ از وے دو روایت ست۔

(۱۳) ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

قد رائ بعض اهل العلم ان هذا كان قبل ان يرخص النبی صلی الله عليه وسلم فی زيارة القبور فلما رخص دخل فی رخصة الرجال والنساء۔

(۱۴) ملا علی قاری اس قول کو نقل کرکے فرماتے ہیں:

(وهذا هو الظاهر۔)

(۱۵) وہی فرماتے ہیں: فهذا الاحاديث بتعليلها نها تدلك على ان النساء كالرجال فی حكم الزيارة اذا زارت بالشروط المعتبرة فی حقهن۔

رابعاً۔ عورتوں پر لعنت اس وقت ہے کہ زیارت قبور میں کوئی دوسری حرام بات کریں مثلاً نوحہ وغیرہ۔

(۱۶) مرقاۃ میں ہے: واما خبر لعن الله زوارات محمول على زيارتهن بلحرم كالنوح وغيره۔ الخ

خامساً۔ بیشک قبروں پر مساجد بنانا ان پر نماز پڑھنا ان کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنا جائز نہیں مگر قبور کے قریب مسجد بنانا صلحاء و بزرگانِ دین کے مزارات کے قرب و جوار میں نماز پڑھنا ان کی روح سے فیوض و برکات حاصل کرنا۔ وہاں اس امید پر اللہ تعالےٰ سے دُعا مانگنا کہ صاحبِ قبر جو بارگاہِ الٰہی میں مقرب ہے اس کی برکت سے قبول ہوگی یقیناً جائز بلا ریب مباح ہے۔

(۱۷) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں لکھا ہے:۔

وقید علیہا یفید ان اتخاذ المساجد بجنبہا لا باس بہ ویدل علیہ قولہ علیہ السلام لعن اللہ الیہود والنصارٰی الذین اتخذوا قبور انبیائہم وصالحیہم مساجد.

حدیث میں علیہا کی قید بتاتی ہے کہ قبروں پر مسجد بنانا جائز نہیں مگر ان کے قریب مسجد بنانے میں حرج نہیں اور اس پر آنحضرت کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ اللہ یہود و نصارٰی پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء اور صلحاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔

(۱۸) وہی (لعن اللہ الیہود والنصارٰی) الخ کی شرح میں فرماتے ہیں:۔ سبب لعنہم اما لانہم کانوا یسجدون لقبور الانبیاء تعظیماً لہم وذالک ہو الشرک الجلی واما لانہم کانوا یتخذون الصلوٰۃ اللہ تعالیٰ والسجود علی مقابرہم والتوجہ الی قبورہم حالۃ الصلوٰۃ کذا قالہ بعض الشراح من أئمتنا ویویدہ ماجاء فی روایتہ یحذر ما صنعوا قال القاضی کانت الیہود النصارٰی یسجدون لقبور انبیائہم ویجعلونہا قبلۃ ویتوجہون فی الصلوٰۃ نحوہا امامن اتخذ مسجدا فی

جوار صالح او صلی فی مقبرۃ وقصد الاستظھار بروحہ او وصول اثر عبادتہ علیہ لا التعظیم لہ والتوجہ نحوہ فلا حرج علیہ الا تری ان مرقد اسمٰعیل علیہ السلام فی المسجد عند الحطیم والنھی عن الصلوٰۃ فی المقابر مختص بالقبور المنبوشۃ لما فیہ من النجاسۃ کذا ذکرہ الطیبی۔

یعنی یہود و نصاریٰ کی لعنت کا سبب یا تو یہ ہے کہ وہ انبیاءؑ کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے یا یہ کہ قبروں پر سجدہ کرتے تھے اور نماز میں ان کی طرف منہ کرتے تھے۔ قاضی کہتے ہیں کہ اگر بزرگ کی قبر کے پاس مسجد بنائے وہاں اس کی روح سے مدد کے قصد یا اثر عبادت اس کو پہنچنے کے ارادہ سے نماز پڑھے تو حرج نہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مزار مسجد حرام میں حطیم کے قریب ہے اور قبرستان میں نماز سے ممانعت ان قبروں کے ساتھ مخصوص ہے جو اکھڑی کھدی ہوں کیونکہ وہاں نجاست ہوگی، ایسا ہی طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے ؛

(۱۹) وہی حدیث (الا وان من کان قبلکم یتخذون قبور انبیائھم وصالحیھم مساجد) کی شرح میں لکھتے ہیں (ای بالمعنی السابق) اگلے لوگ اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے یا ان پر سجدہ کرتے اور عبادت ادا کرتے تھے۔

(۲۰) مجمع بحار الانوار میں ہے :-

وحینئذ ماکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور اراد بہ	قبور پر مسجد بنانا جو مکروہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ قبروں کو برابر

تسوية القبور مسجدا ليصلي فيه وقيل ان يبني عنده مسجد ليصلي فيه الى القبور واما المقبرة الداثرة اذا بني فيها مسجد ليصلي فيه فلا باس لان المقبرة كالمسجد واما اتخاذه في جوار صالح لقصد التبرك لا التعظيم فلا يدخل تحته۔

کر کے مسجد بنا دی جاوے اور وہاں نماز پڑھی جاوے اور بعض کہتے ہیں یہ مراد ہے کہ قبر کے پاس مسجد بنا کر اس کی طرف سجدہ کرے، لیکن قبرستان میں مسجد بنا کر نماز پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ مقبرہ مسجد کی طرح وقف ہے اور بزرگ کی قبر کے قریب تبرک کے قصد سے مسجد بنانا اس میں داخل نہیں:

(۲۱) مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی (والمتخذین علیها المساجد) کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

لعنت کردہ است رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسانیرا کہ میگیرند بر قبور مسجد را (یعنی سجدہ برندگان بجانب قبور بقصد تعظیم)

(۲۲) نیز لعن اللہ الیہود والنصاریٰ الخ کے متعلق فرماتے ہیں:

گرفتن قبور مساجد بدو طریق متصور است یکے آنکہ بر قبور سجدہ برند و مقصود عبادت آں دارند چنانکہ بت پرستان می پرستند دوم آنکہ اعتقاد برند کہ توجہ بر قبور ایشاں در نماز عبادت حق است ایں ہر دو طریق نامرضی و نامشروع اما اگر در قرب قبر ایشاں مسجدے بنا کنند یا نمازے کنند بے توجہ بجانب آں تا برکت مجاورت آں مواضع کہ مدفن جسد مطہر ایشاں ست و بامداد نورانیت روحانیت ایشاں عبادت کمال و قبولے یابد در ایں مقام محذوری لازم نمی آید و باکے نیست کذا قال الشیخ ابن حجر مکی۔

یعنی قبر پر بقصد عبادت سجدہ کرنا یا نماز میں قبر کی طرف متوجہ ہونا غیر مشروع ہے مگر اولیاء کی قبور کے قریب مسجد بنانا نماز پڑھنا اس طرح کہ قبر کی جانب منہ نہ ہو تاکہ اس جگہ کے قریب ہونے کے باعث جہاں ان کا پاک جسم دفن ہے اور ان کی روحانیت کے نور کی مدد سے عبادت کو کمال و قبول حاصل ہو جائے تو اس میں کوئی قباحت اور حرج نہیں جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے فرمایا ہے۔

(۲۳) بحر الرائق میں ہے :-

ذکر فی الفتاوی اذا غسل موضعا فی الحمام لیس فیہ تمثال وصلی فیہ لا باس بہ وکذا فی المقبرۃ اذا کان فیھا موضع اعد للصلوۃ ولیس فیہ قبر ولا نجاسۃ۔

یعنی قبرستان میں نماز کے لیے کوئی جگہ بنالی جاوے اور وہاں قبر و نجاست نہ ہو تو نماز جائز ہے۔

(۲۴) اسی کے مثل بنیۃ المصلی میں لکھا ہے۔

(۲۵) جامع الرموز میں ہے :

لا یکرہ فی جھۃ القبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لو صلی صلوۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ۔ یعنی قبر کی سمت میں نماز مکروہ نہیں مگر جب کہ قبر اس طرح سامنے ہو کہ اگر خشوع کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کی نگاہ قبر پر پڑے۔

(۲۶) خلاصہ میں مذکور ہے :

ھذا اذا لم یکن بین المصلی وھذہ المواضع حائل کالحائط والکان حائط لا یکرہ۔

کراہت اس وقت ہے کہ نمازی اور قبر کے درمیان کوئی حائل دیوار وغیرہ نہ ہو اگر دیوار ہو تو مکروہ نہیں۔

سادساً۔ خود مسجد حرام میں حضرات انبیاء کرام کے مزارات واقع ہیں۔ سابق میں مرقاۃ کی عبارت مذکور ہو چکی ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مرقد مبارک مسجد حرام میں ہے۔

(۲۷) حضرت امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

اخبرنا ابو حنیفه قال حدثنا عطاء بن السائب قال قبر هود وصالح وشعیب فی المسجد الحرام۔	یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عطا بن سائب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ھود حضرت صالح حضرت شعیب علیہ السلام کی قبریں مسجد حرام میں ہیں:

سابعاً۔ قبروں پر چراغ جلانا اسی وقت ممنوع ہے جب بے کار ہو اور اس میں کوئی فائدہ نہ ہو، لیکن اگر کسی مصلحت سے ہو تو ممنوع و ناجائز نہیں۔ مثلاً قبروں کے قریب راستہ ہے اور گزرنے والوں کو اندھیرے میں تکلیف ہوتی ہے یا وہاں مسجد ہے اور لوگوں کو تاریکی میں نماز پڑھنے سے مشقت اور ایذا ہوتی ہے یا وہاں آدمی بیٹھتے ہیں یا قبور اولیا اور صلحا کی ہیں اور لوگ زیارت و قرأت قرآن کے واسطے حاضر ہوتے ہیں اس لیے وہاں چراغ روشن کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسی صورتوں میں روشنی جائز و مباح ہے۔

(۲۸) سید عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

المتخذین علیها السرج ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثا من غیر فائدۃ۔	قبروں پر چراغ جلانے والے یعنی بیکار اور بلا فائدہ قبور پر چراغ جلانے والے:

(۲۹) وہی فرماتے ہیں:۔

اما اذا کان موضع القبور مسجدا او علی طریق اوکان	لیکن جب قبروں کے قریب مسجد یا راستہ ہو یا وہاں کوئی بیٹھا ہو یا کسی

هناك احد جالس اوكان
قبر ولي من الاولياء او عالم
من المحققين تعظيما لروحه
على تراب جسده كاشراق الشمس
على الارض اعلاما للناس
انه ولي ليتبركوا به ويدعوا
الله تعالىٰ عنده فيستجاب
لهم فهو امر جائز لا منع
منه والاعمال بالنيات.

ولی یا محقق عالم کی قبر ہو اور وہاں
شمع روشن کریں تاکہ اس کے
رُوح کی عظمت ظاہر ہو جو خاک
جسم پر اس طرح روشنی ڈال رہی
ہے جس طرح آفتاب زمین پر۔
اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ ولی
ہے پس وہ اس سے برکت حاصل
کریں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے
دُعا مانگیں کہ مقبول ہو جاوے

تو یہ امر جائز ہے جس سے ممانعت نہیں اور اعمال کی بنیاد و مدار نیت پر ہے۔

(۳۰) صاحب تفسیر روح البیان اور ردالمختار میں علامہ سید محمد ابن شامی اور التحریر المختار میں علامہ شیخ عبدالقادر رافعی حنفی مفتی دیارِ مصریہ کتاب کشف النور عن اصحاب القبور سے ناقل ہیں۔

(ابقاد القناديل والشمع عند
قبور الاولياء والصلحاء من
باب التعظيم والاجلال ايضا
للاولياء فالمقصد فيها مقصد
حسن ونذر الزيت والشمع
للاولياء يوقد عند قبورهم
تعظيما لهم ومحبة فيهم
جائز ايضا لا ينبغي النهي عنه)

اولیاء و صلحاء کے مزارات کے قریب
قندیل شمع روشن کرنا تعظیم و تکریم
اولیا کی قسم سے ہے تو اس کا مقصد
اچھا ہے اور اولیا کے لیے روغن
زیتون اور شمع نذر کرنا کہ وہ ان
کے مزارات کے قریب روشن
کیا جائے ان کی تعظیم و محبت کے
ارادہ سے جائز ہے جس سے منع نہ کرنا چاہیے۔

ثامناً۔ حدیث میں ان لوگوں پر لعنت وارد ہے جو قبروں پر چراغ جلائیں ان پر لعنت نہیں ہے جو قبروں کے پاس روشنی کریں، حدیث کے

الفاظ یہ ہیں : (والمتخذین علیہا المساجد والسرج) یہاں کلمہ (علی) فرمایا گیا ہے جس کے معنی "اوپر" ہیں۔ ہم سابق میں مُلا علی قاری کا قول نقل کر چکے ہیں وقید علیہا یفید الخ یعنی "علیہا" کی قید بتاتی ہے کہ قبروں کے اوپر مسجد بنانا حرام ہے، لیکن قبروں کے قریب بنانے میں کوئی حرج نہیں پس یونہی قبروں کے اوپر چراغ روشن کرنا جائز نہیں مگر ان کے پاس جلانا درست ومباح وجائز ہے۔

چوتھی اور پانچویں روایت اور اس کے جوابات

چوتھی روایت یہ دلیل میں بیان کی جاتی ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے وصیت فرمائی کہ میری قبر پر خیمہ نہ لگانا۔

پانچویں روایت یہ کہ حضرت ابن عمر کا گذر حضرت عائشہ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کی قبر پر ہوا اس پر خیمہ نصب تھا تو آپ نے فرمایا اے غلام اس کو اکھاڑ دے کیونکہ ان پر سایہ ان کا عمل کرے گا۔

یہ دونوں روایتیں "مزاراتِ حجاز" میں علامہ عینی کی شرح بخاری سے منقول ہیں "**اول**" حضرت ابوہریرہ کی وصیت سے خیمہ قائم کرنے کی حرمت ثابت نہیں ہوتی صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میری قبر ایسا نہ کرنا۔ اکثر امور جائزہ کے متعلق مقربان بارگاہِ رب العزت کسر نفسی اور اظہار عجز کے طور پر اپنے لیے ممانعت فرماتے ہیں خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لا تفضلونی علی یونس بن متی) مجھ کو حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو ؛ یہ محض کسر نفسی اور اظہار شان عبودیت ہے ورنہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا افضل العالمین وسید الانبیاء والمرسلین ہونا محقق وثابت ہے۔

دوسرے حضرت ابن عمر کے ارشاد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض لوگ ایسا خیال کرتے تھے کہ خیمہ قائم کرنے سے صاحب قبر پر سایہ ہو جاتا اور اس سے فائدہ پہنچتا ہے مگر یہ خیال غلط ہے اس لیے آپ نے فرمایا اور جب اس ارادے سے خیمہ وغیرہ نہ کیا جائے بلکہ کسی اور مصلحت اور فائدہ کی غرض سے ہو تو اس سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

تیسرے خود علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ جن سے یہ روایات نقل کی گئی ہیں کیا مفہوم و مراد بیان فرماتے ہیں۔ سنیے وہ صاف لکھتے ہیں:

(۳۱) ضرب الفسطاس ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلا للاحیاء لا لاظلال المیت فقط جاز۔

یعنی اگر خیمہ کسی صحیح غرض کے لیے لگایا جائے مثلاً لوگوں کے دھوپ سے بچنے کے لیے نہ کہ فقط میت کے سایہ کے لیے تو جائز ہے:

حدیثوں کے علاوہ وہابیہ بعض ائمہ کرام کے اقوال نقل کرتے اور روایات فقہیہ سے بھی استدلال کرتے ہیں مثلاً حضرت امام شافعی کا یہ قول (رایت الائمۃ بمکۃ یامرون بھدم مایبنی)

اقول میں عرض ہوا

اولاً امام شافعی اپنا ایک مشاہدہ بیان فرماتے ہیں اپنا مذہب ارشاد نہیں فرماتے۔

ثانیاً ائمہ سے مراد حکام ہیں نہ کہ مذہبی مقتدا و علما کرام چنانچہ کتاب الامام کی اصل عبارت میں "ولاۃ" کا لفظ ہے جس کا اطلاق علماء پر نہیں ہو سکتا ہے۔

ثالثاً اس عمارت کے ڈھانے کا حکم دیا جو خود قبر کے اوپر تھی۔

رابعاً۔ جو قبر حد اعتدال سے زیادہ بلند اور اونچی تھی اس کو کم کردیا
چنانچہ اس فعل کی دلیل میں حدیث (ولا قبرا مشرفا الا سویتہ)
یش نہ کرنا بھی مفہوم ظاہر کرتا ہے۔

خامساً۔ اگر وہی تعمیر مراد ہو جو قبر کے گرد بنائی جاتی ہے تو یہ قبور
عوام سے متعلق ہے۔

سادساً۔ ہدم کا حکم اس صورت میں ہے کہ وقف عام میں
عمارت ہو چنانچہ کتاب الام کی اصل عبارت میں اس کی تصریح موجود ہے
لاحظہ فرمائیے کتاب الام صفحہ ۲۴۶ :

(قال الشافی وقد رایت من الولاۃ من یهدم بمکۃ
ما یبنی فیها فلم ار الفقهاء یعیبون ذالک فان کانت
القبور فی الارض یملکها الموتی فی حیاتهم او ورثتهم
بعدهم لم یهدم شیٔ ان یبنی منها وانما یهدم
ان هدم مالا یملکه احد فهدمه

نوٹ : قارئین سے التماس ہے کہ اصل مسودہ
سے چھ صفحات غائب ہیں اگر کسی صاحب کے پاس
مکمل کتاب موجود ہو تو براہ کرم ہمیں ارسال فرمائیں
تاکہ اس کے چھاپنے کا اہتمام کیا جائے شکریہ (ادارہ)

کو مسمار کر کے گھوڑے دوڑائے گئے۔

(۵) شریف مستورات کی بے پردہ تلاشی لی گئی۔

(۶) شہداء کی نعشوں کو زمین پر گھسیٹا گیا۔

مکہ مکرمہ میں نجدیوں کی سفاکیاں اور زیادتیاں

(۷) ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مزار مبارک کو گرا کر بندوقوں کے دستے مارے اور کہا اٹھو کچھ کرامت ہے تو دکھاؤ۔

(۸) مزار حضرت آمنہ (۹) مزار حضرت عبدالمطلب (۱۰) مزار حضرت ابن زبیر (۱۱) قبر ابو طالب (۱۲) مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۱۳) مولد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۱۴) مولد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۵) اور دیگر مزارات کو گرا دیا گیا۔

(۱۶) ایک شخص کی زبان سے حیاۃ النبی نکلا، ایک نجدی نے اس کو مار کر گرا دیا اور کہا کہ یہ کیا کلمہ کفر بکتا ہے۔

(۱۷) حضرت شیخ سنوسی جنت المعلیٰ میں فاتحہ پڑھ رہے تھے تو نجدیوں نے کہا او کافر کیا کر رہا ہے۔

(۱۸) حرم شریف میں نجدی خبیث بیت اللہ کی طرف پاؤں کر کے سوتے ہیں۔

(۱۹) حرم شریف میں جوتوں سمیت جاتے ہیں۔

(۲۰) آب زمزم سے استنجا کرتے ہیں۔

(۲۱) جو شخص حجر اسود کو بوسہ دے اسے مارتے ہیں۔

(۲۲) مسجد جن (۲۳) مسجد جبل ابو قیس (۲۴) جائے ذبیحہ حضرت اسمٰعیل

علیہ السلام کو شہید کر دیا۔

(۲۵) مساجد کی لکڑیاں سر بازار نیلام کیں۔

(۲۶) مسجد نمرہ میں ظہر و عصر جمع کر کے پڑھنا۔ جبل عرفات پر خطبۂ حج اونٹنی پر سوار ہو کر پڑھنا قدیم سنت تھی اس کو نجدیوں نے ترک کر دیا کہ یہ بدعت ہے۔

(۲۷) دلائل الخیرات شریف کو پھاڑ کر پاؤں سے روندا۔

(۲۸) حاجیوں سے رابغ سے مکہ مکرمہ تک فی اونٹ ۵۶ روپے وصول کیے مگر اونٹ والوں کو صرف ۱۴ روپے دئیے۔

(۲۹) واپسی سے مکہ مکرمہ سے رابغ تک ۲ ۳/۴ وصول کیے مگر اونٹ والوں کو ۵/۸ دیتے۔

(۳۰) شہر رابغ سے بندر تک ۳ روپے وصول کیے مگر اونٹ والوں کو صرف ۱۰ روپے دیئے۔

مدینہ منوّرہ میں نجدیوں کی زیادتیاں

اور تباہ کاریاں

(۳۱) سیّدنا حضرت امیر حمزہ کا قبّہ مبارک بہت قبّوں کے درمیان واقع ہے جن کو نقصان پہنچایا (صدر مجلس عالیہ اسلامیہ فلسطین کا بحری پیغام شوکت علی صاحب کے نام)۔

(۳۲) حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف منہدم کر دی۔

(۳۳) اہلِ مدینہ کو لکھ کر بھیجا کہ تم کافر ہو تم حمزہ اور عبدالقادر جیلانی کے ناموں کی پوجا کرتے ہو۔

(۳۴) عرصہ تک اہلِ مدینہ کا محاصرہ کر کے خوراک اور نہر زرقا کا پانی بند کر دیا۔

(۳۵) مسجد امیر حمزہ شہید کی۔

(۳۶) گنبد خضریٰ روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بم پھینکے گئے۔

(۳۷) اور گولیاں چلائی گئیں۔

(۳۸) حجاج جو تاجدارِ عالم روحی بہ الفداء کے سبز گنبد کے سامنے صلوٰۃ وسلام عرض کر رہے تھے ان کو اس مبارک فعل سے روکا۔

(۳۹) ان پر گولیاں چلائیں۔

(۴۰) یہاں تک کہ تیس ۳۰ مسلمانوں کو شہید کر دیا اور ان افعال شنیعہ اور حرکات قبیحہ کا صدور ان سے کچھ تعجب نہیں کیونکہ ان کے عقائد ہی ایسے ہیں اور اس سے پہلے بھی تیرھویں صدی ہجری میں اس قسم کے ناپاک اور شرمناک افعال و اعمال کر چکے ہیں۔ اس کی

تفصیل دیکھنی ہو تو کتاب مستطاب بوارق محمدیہ و سیف الجبار تصانیف اعلیحضرت قطب زمان سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ معین الحق فضل رسول صاحب القادری بدایونی قدس اللہ سرہٗ و نور اللہ مرقدہٗ مطالعہ کیجئے۔ بہت ناواقف لوگ انکے عقائید خبیثہ سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ تو حنبلی ہیں مگر کتاب مجموعۃ التوحید نے جو خود عبدالعزیز بن سعود نجدی کے حکم سے قریب زمانہ میں چھپی ہے تمام راز فاش کر دیا ہم سر دست اخبار "ام القریٰ" سے ایک مختصر عبارت نقل کرتے ہیں جس سے نجدیوں کے عقائد فاسدہ کی حالت روشن ہو جائے گی۔ ام القریٰ" ابن سعود کا خاص اخبار ہے جو مکہ مکرمہ سے شائع ہوتا ہے ۱۵ رجب ۱۳۴۳ھ کے پرچہ میں نجدیوں کے قاضی القضاۃ مکہ مکرمہ کا ایک مضمون چھپا ہے اس میں لکھا ہے:-

فالحب والخشیة والاجلال والدعاء والخوف والرجاء والتوکل وغیرھا من العبادات کلھا خالص حق الرب سبحٰنه لیس لاحد من المخلوقین فیھا شئ ومن صرف فیھا شیئا لغیر اللہ کائنا من کان فقد جعله شریکا اللہ فی عبادته وسواء اعتقد فیه انه یملك الضر والنفع واعتقد انه شفیع له عند اللہ	یعنی محبت خشیت اجلال تعظیم دعاء خوف، امید توکل وغیرہ تمام عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں ان میں کسی مخلوق کا کچھ حق نہیں اور جو شخص ان امور میں سے کوئی بات غیر خدا کے لیے خواہ وہ کوئی ہو صرف کرے تو وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرتا ہے خواہ اس کے متعلق یہ اعتقاد رکھے کہ وہ نفع نقصان کا مالک ہے یا اللہ کے نزدیک اس کا شفیع ہے اور اس کو اللہ کا مقرب بتاتا ہے

وانہ یقربہ الی اللّٰہ او فعل ذالک بحکم العادۃ والتقلید للاسلاف الخ

یا یہ عادت اور سلف کی تقلید کے طور پر کرے۔

غور فرمائیے کہ اس عبارت میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور دیگر مقربانِ بارگاہِ رب العزت کی شفاعت و تعظیم وتوقیر وغیرہ سے صریح انکار اور ان امور پر اعتقاد رکھنے والوں کو مشرک قرار دیا گیا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ٥

اور کیوں نہ ہو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجدیوں کو شیطانی گروہ فرمایا ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شام اور یمن کے واسطے برکت کی دعا فرمائی تو صحابہ نے نجد کے لیے بھی دعا کے واسطے عرض کیا آنحضرت نے پھر شام و یمن کے واسطے دعاء برکت فرمائی۔ اصحاب کبار نے دوبارہ نجد کے متعلق عرض کیا اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا:

ھنالک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان۔

وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کی اُمت اس جگہ ہو گی۔

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں ارقام فرماتے ہیں: نجد نام زمینے بہت بلند و آن مخصوص است بمادون حجاز آنچہ متصل است بہ عراق۔

نواب قطب الدین خان صاحب شاگرد رشید مولوی اسحاق دہلوی مظاہر حق میں لکھتے ہیں:

نجد اس زمین کا نام ہے کہ بلند ہے اور وہ مخصوص ہے سوائے حجاز کے کہ جو زمین متصل ہے ساتھ عراق کے اور اگر بقول بعض مخالفین یہ تسلیم

کر لیا جائے کہ اس حدیث میں حجاز کے سوا عراق وغیرہ سب کو نجد شامل و عام ہے تو بھی یہ نجد جس میں ابن عبدالوہاب وابن سعود کی جائے سکونت ہے حدیث کے مفہوم میں شامل رہتا ہے۔

نجدی برطانوی معاہدہ

آخر میں ہم اس معاہدہ کا خلاصہ بھی ہدیہ ناظرین کیے دیتے ہیں جو ابن سعود نجدی اور گورنمنٹ برطانیہ کے درمیان ہوا ہے تاکہ ان لوگوں کی دروغ بافی اچھی طرح ظاہر ہو جائے جو کہتے تھے کہ اہل نجد کا یہ حملہ حرمین اور حجاز کو غیر مسلم اقتدار سے پاک کرنے کے لیے ہے۔

پہلا معاہدہ جو ۱۹۱۵ء میں ہوا جس کی تصدیق ۱۹۲۰ء میں ہوئی اس کی دفعہ اوّل میں ہے۔

"برطانیہ تسلیم کرتی ہے کہ ان مقام کا مستقل حاکم سلطان (ابن سعود) اور اس کے اجداد ہیں۔ اس کے بعد ان کے لڑکے بالے انکے صحیح وارث ہوں گے، لیکن ان میں سے کسی ایک کی سلطنت کے انتخاب کے لیے یہ شرط ہو گی کہ وہ سلطنت برطانیہ کا مخالف نہ ہو"۔

دفعہ سوم: ابن سعود وعدہ کرتا ہے کہ وہ کسی غیر قوم یا کسی سلطنت کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو یا سمجھوتہ اور معاہدہ کرنے سے پرہیز کرے گا۔

دفعہ چہارم: ابن سعود عہد کرتا ہے کہ وہ اس عہد سے پھرے گا نہیں اور وہ ممالک مذکورہ یا اس کے کسی دوسرے حصہ کو برطانیہ سے مشورہ کئے بغیر بیچنے رہن رکھنے مستاجری یا کسی اور قسم کے تصرف کا مجاز نہ ہو گا۔ اس کو اس امر کا اختیار نہ ہو گا کہ کسی حکومت

یا کسی حکومت کی رعایا کو برطانیہ کی مرضی کے خلاف ممالک مذکورہ بالا میں کوئی رعایت یا لائسنس دے ابن سعود وعدہ کرتا ہے کہ وہ برطانیہ کے ارشاد کی تکمیل کرے گا اور اس میں اس کی قید نہیں ہے کہ وہ اس کے مفاد کے موافق ہے یا مخالف۔

(دیکھیے روزنامہ حقیقت لکھنؤ، ۲ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

اس معاہدہ کا اقرار و اعتراف سید سلیمان ندوی رئیس وفد خلافت کمیٹی نیز ابراہیم بن محمد بن معمر نجدی اور حافظ ابن وہبہ نجدی نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی روداد وفد حجاز میں لکھتے ہیں:

جہاں تک سلطان کے ذاتی واقف کاروں سے ملنے اور انکی واقفیت سے فائدہ اُٹھانے کا موقع ملا یہ معلوم ہوتا ہے کہ نجد و برطانیہ کے درمیان کوئی نہ کوئی معاہدہ ضرور ہے اور اس کی دفعات میں یہ بھی ہے کہ سلطان نجد اپنی مملکت کی زمین کا کوئی حصہ دوسری قوم کے ہاتھ فروخت نہیں کر سکتے اور نہ کوئی امتیاز یا حق کسی غیر انگریزی قوم کو دے سکتے ہیں نیز وہ کسی غیر سلطنت سے کوئی معاہدہ برطانیہ کی بغیر اطلاع نہیں کر سکتے، پھر اسی میں دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

ہم نے ان (ابراہیم بن محمد بن معمر نجدی جو چند سال پہلے سلطان نجد کے سیکرٹری رہ چکے ہیں) سے نجد و برطانیہ کے معاہدہ کے متعلق سوال کیا انہوں نے اس معاہدہ کے وجود کو تسلیم کیا۔ وفد خدام الحرمین نے اطلاع دی ہے ہم نے ہر دو انگریزی نجدی معاہدوں کے جن میں پہلا ۱۹۱۶ء میں ہوا تھا دکھائے جانے کا مطالبہ کیا۔ حافظ ابن وہبہ (وزیر ابن سعود) نے تسلیم کیا کہ جو کچھ شائع ہوا درست ہے۔

اب جدید معاہدہ مقام بحرہ میں (جو مکہ مکرمہ اور جدہ کے درمیان ہے) کیا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے یہ معاہدہ جو سلطان ابن سعود اور جنرل

کلیٹن کے درمیان ہوا ہے اس کا نفاذ کسی توقف یا منظوری کا محتاج نہیں ابن سعود تسلیم کرتا ہے کہ اس کو حق نہ ہوگا کہ وہ دول خارجہ سے تعلق پیدا کرے یہ حق صرف انگلستان کو ہوگا کہ وہ نجد کے حقوق و فوائد کی ممالک خارجہ سے حتیٰ کہ شام سے بھی نگرانی کرے۔ انگلستان کا ایک ریذیڈنٹ ابن سعود کے قصر شاہی میں رہا کرے گا۔ سلطان ابن سعود اس سے دست بردار ہوتے ہیں کہ وہ نجد کا کوئی نمائیدہ لندن میں رکھیں کیونکہ ان کے پاس ایسا کوئی شخص نہیں جو اس منصب کے قابل ہو۔ اب کہاں ہیں نجدی پرست اخبار اور کمیٹیاں جو ابن سعود کو غازی و مجاہد فی سبیل اللہ کے القاب سے یاد کرتے اور کہتے تھے کہ وہ تو حرمین کو غیر مسلم اثر سے پاک کرنے اور شریف حسین کو جو برطانیہ کے زیر اقتدار ہے خارج کرنے کے لیے اُٹھا ہے اب دیکھیں کہ ان کے خانہ ساز اور فرضی غازی نے کیسی شنیع اور قبیح حرکتیں کیں کیسے ذلیل و مذموم افعال و اعمال کا ارتکاب کیا اور کس طرح برطانیہ کا کمترین غلام ہے۔

کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے آخر وصیّت

(اخرجوا الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب) کی تعمیل اب ضروری نہیں، کیا ابن سعود کا اثر بالواسطہ غیر مسلم اقتدار نہیں، کیا ابن سعود کے سب اقوال جھوٹے ثابت نہ ہوئے کیا اس کا یہ کہنا کہ میں حجاز کو نصاریٰ کے اقتدار سے پاک کرنا چاہتا ہوں اور میرا کام صرف یہ ہے کہ شریف حسین کو یہاں سے علیحدہ کر دوں، محض فریب نہ تھا۔ ہم یہاں ابن سعود کے بعض جملے نقل کرتے ہیں۔ ۲۳ صفر المظفر ۱۳۴۴ھ کو ابن سعود نے جو پیغام حکومت ہند کے نام روانہ کیا اسمیں لکھا:

آپ کا خط جو مسلمان ممبران مجلس واضعان قانون ہند کے تار پر مشتمل تھا موصول ہوا ہم نے روضۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیز ہر اس چیز کا جس کی بے توجہی یا اذیت پہنچانے سے مسلمان دین سے خارج اور مرتد ہوجاتا ہے اسی طرح کافی اہتمام کیا ہے جیسا مسلمان کر سکتے ہیں۔ تمامی عمارات و آثار قدیمہ کی اسی طور سے حفاظت کی گئی ہے جس طرح مسلمان کر سکتا ہے۔ یقین جانئے کہ کوئی حادثہ مدینہ منورہ میں اس قسم کا واقع نہیں ہوا جس طرح دشمنوں نے مشتہر کر رکھا ہے۔

ہرگز ہماری قوم کا ارادہ حرمین شریفین پر تسلط کرنے کا نہیں ہمارے ارادے اعلائے کلمۃ الحق و نشر سنت نبوی کے سوا نہیں ہم اسی طرح اپنے عہد پر قائم ہیں جیسا اللہ اور مسلمانوں سے کر چکے ہیں ہم مسلمانان عالم اور علماء محققین کے مقاصد سے باہر نہیں ہو سکتے۔

موتمر اسلامی بلانے حجاز میں جمہوریت قائم کرنے مسلمانان عالم کے فیصلہ پر معاملات حجاز چھوڑنے کا وعدہ کیا تھا لیکن جدّہ میں داخل ہونے کے بعد اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا ہم تو پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ ابن سعود کے یہ وعدے فقط فریب دینے کے لیے ہیں ہم نے رسالہ "حرمین شریفین اور والئ نجد" میں اول ہی لکھ دیا تھا کہ ہمیں ابن سعود کے تمام اقوال اور وعدے سراب اور محض نمائشی نظر آتے ہیں غیر مقلدین نے اگر ان اقوال اور دعاوے کو معاذ اللہ وحی آسمانی سمجھا اور بتایا تو تعجب نہیں۔ تعجب اور سخت تعجب یہ ہے کہ بعض سنی یا مدعیان سنیت حضرات نے بھی ان ابلہ فریب دعووں اور وعدوں پر یقین کر کے دھوکہ کھایا یا مسلمانوں کو دھوکا دیا۔

(ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب اکثر مسلمان نجدیوں کے عقائد اور صحیح حالات سے باخبر ہو گئے اور حجازِ مقدس میں ان کے تغلب اور جابرانہ تسلط کے مخالف ہیں۔ بہ استثنائے معدودے چند بندگانِ زر ایمان فروشوں کے خلافت کمیٹی بھی انکی حکومتِ حرمین کے خلاف ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد خاتم النبیین واٰلہ وصحبہ الطیبین الطاھرین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

ضمیمۂ فائدہ عظیمہ

یہاں یہ تذکرہ ضروری ہے کہ انہدام مقامات متبرکہ کے متعلق ابن سعود کی طرف سے یہ بھی عذر کیا گیا تھا کہ قصداً ایسا نہیں کیا گیا بلکہ بعض ناواقف فوج والوں سے یہ فعل سرزد ہو گیا ہے جس کا تدارک کر دیا جائے گا اور وہ مقدس مقامات دوبارہ تعمیر کرا دیئے جائیں گے، مگر یہ عذر و وعدہ بھی غلط ثابت ہوا۔ اعلحضرت تاجدار دکن سلطان العلوم نظام الملک میر عثمان علی خان آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ نے اپنے بعض مخصوص ارکان دولت کو حرمین شریفین روانہ کیا کہ وہ وہاں جاکر تخمینہ کریں کہ کس قدر صرفہ ہو گا تاکہ خزانہ عامرہ سے مقاماتِ متبرکہ تعمیر کر دیئے جائیں، لیکن اہلِ نجد نے بھی اس سے بھی انکار کیا۔ امید ہے کہ حضور نظام کا یہ مبارک ارادہ انشاء اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی وقت کامیاب ہو کر رہے گا۔

آمین بجاہ سید المرسلین ؛

سگ راہِ غبارِ مدینہ : صوفی اصغر علی ۔ ۱۴ ؍ اگست ۱۹۹۸ء

بما راٰہ المومنون حسنا

جس فعل کو مسلمان اچھا جانتے ہیں

فھو عند اللہ حسن۔ وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب

جو شخص اللہ تعالٰی کی نشانیوں کی عظمت کرے تو بیشک یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے

الحمد للہ کہ رسالہ لاجواب

در تحقیق جواز بنائے قباب و حرمت ہدم قباب یعنی

کَشْفُ الْحِجَابْ عَنْ مَسْئَلَۃِ الْبِنَاءِ وَالْقُبَابْ

از عالم حقانی طبیب روحانی آیۃ من آیات اللہ مفتی اہل السنۃ حضرت مولانا مولوی محمد مظہر اللہ صاحب نقشبندی مجددی دہلوی امام مسجد فتح پوری دہلی۔ حسب فرمائش جناب حکیم محمد اسحاق صاحب ایڈیٹر اخبار مبلغ و ناظم جمعیۃ خدام الحرمین دہلی

سُوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عامہ مقابر مسلمین یا اپنی مملوکہ زمین میں عام مومنین یا اُمرا و سلاطین یا انبیاء و مرسلین صحابہ و تابعین، علماء وصلحاء وسادات معظمین کے مزارات پر قبہ بنانا خواہ برائے تکبر و تفاخر ہو خواہ بغرض اظہار عظمت دینی وغیرہ اغراض صحیحہ شرعیہ کے ہو، مطلقاً حرام و مکروہ ہے، یا ان کے حکم میں کچھ تفصیل ہے، نیز قبروں کے توڑنے کا حکم اس حدیث شریف میں وارد ہوا ہے وہ کن کی قبور تھیں، مومنین کی یا کافرین کی۔

عَنْ اَبِی الْهَیَّاجِ الْاَسَدِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُّشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَهٗ (رواہ مسلم)

ابو ہیاج اسدی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو اُس فعل کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھیجا تھا، (حضور نے یہ حکم دیا تھا) کہ ہر صورت بغیر مٹائے اور ہر بلند قبر بغیر برابر کیے نہ چھوڑنا۔

قبر مربع یا بصورت کوہان شتر بنانی چاہیے اور بلندی قبر کا ادنیٰ درجہ کس قدر ہے۔ بینوا و توجروا۔

المستفتیان ارا کین جمعیۃ خدام الحرمین

الجواب وہو الموفق للصواب

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سیدالانبیاء محمدن المجتبیٰ وآلہ المرتجیٰ :

اَمَّا بَعْدُ قبروں پر قبہ وغیرہ بنانا علی الاطلاق حرام نہیں حرمت کے لیے نص قطعی درکار ہے اور یہاں کوئی ایسی نص موجود نہیں جس سے اس کی حرمت ثابت ہو البتہ اخبار احادیں اس کی ممانعت کی جانب ضرور اشارہ پایا جاتا ہے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے :-

قال نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ (رواہ مسلم)	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر پر چونا گچ کرنے اور اس پر بنا کرنے اور اس پر بیٹھنے سے ممانعت فرمائی۔

لیکن شارحین نے اس حدیث کے مختلف معنی بیان فرمائے ہیں بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ خیمہ ہے جس کو زمانۂ جاہلیت کے کفار اپنے مردوں کی قبروں پر نصب کرتے تھے۔ قاضی خاں میں ہے :-

قالوا اراد بالبناء السفط الذی یجعل علی القبر فی دیارنا انتھی مافیہ وبکذا فی البحر۔	علماء نے فرمایا کہ حدیث میں بنا سے مراد وہ خیمہ ہے جو ہمارے ملک میں قبروں پر نصب کیا جاتا ہے۔
وقال التوربشتی (کرہ البناء) لانہ من ضیع اھل الجاھلیة ای کانوا یظللون علی المیت الی سنة۔ انتھی مافی المرقات۔	علامہ توربشتی نے فرمایا کہ قبر پر بنا اس لیے مکروہ ہے کہ وہ مشرکین کے افعال سے ہے یعنی اُن کا طریقہ تھا کہ وہ ایک سال تک مردہ پر سایہ کرتے تھے۔

بعض نے فرمایا کہ عین قبر پر مقدار شرعی سے زیادہ کرنا مراد ہے تو گویا کہ انہوں نے اس بناء کو قبر مشرف پر محمول کیا ہے جس کا اہل کتاب میں دستور تھا۔

درمختار میں اور اس کے حاشیہ ردالمختار میں ہے :-

ویھال التراب علیہ وتکرہ الزیادة علیہ لانہ بمنزلة	اور قبر پر مٹی ڈالی جائے اور جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس پر زیادتی کرنا مکروہ

البناء لما صح عن جابر قال نهی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ۔ انتہی۔

ہے اس لیے کہ وہ بھی بمنزلۂ بناء کے ہے اور یہ کراہت بوجہ اُس حدیث کے ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحت کو پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر کو چونہ گچ کرنے اور اس پر بناء کرنے سے ممانعت فرمائی ہے:

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:۔

ویسنم ندبا وفی الظھیریۃ وجوبا قدر شبر وھو مقتضی النھی المذکور ویؤیدہ ما فی البدائع من التعلیل بانہ من صنیع اھل الکتاب والتشبہ بھم فیما منہ بد مکروہ اھ لکن فی النھر ان الاول اولیٰ قلت ولعل وجھہ شبھۃ الاختلاف۔ انتہی۔

اور قبر کو کوہان شتر کی صورت میں بقدر ایک بالشت اونچی کی جاوے از راہ استحباب اور ظہیریہ میں کہا کہ اس قدر اونچی بنائی جاوے رشامی نے کہا کہ) نہی مذکور یعنی حدیث جابر کا اقتضاء بھی وجوب ہے اور اس کی تائید اس تعلیل سے ہوتی ہے جو بدائع میں مذکور ہے کہ قبر کا اونچا کرنا اہل کتاب کے افعال سے ہے اور اہل کتاب سے اُن امور میں تشبہ کرنا جن میں ناچاری نہیں مکروہ ہے (بدائع کی عبارت ختم ہوئی، لیکن نہر الفائق میں کہا کہ قول اوّل یعنی یہ قول کہ قبر کا بقدر ایک بالشت کے اونچا کرنا مستحب ہے) اولیٰ ہے میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ شاید اختلاف کی وجہ سے شبہ کا واقع ہو جانا ہے۔

حاشیہ ابو داؤد میں ہے:۔

مُشْرِفًا بکسر الراء من اشرف اذا ارتفع وھو الذی بنی

مشرفاً بکسر احرف رے، اشرف سے مشتق ہے جو بمعنی ارتفع (بلند ہوا)

علیہ حتیٰ ارتفع۔ انتہی

اور مشرف وہ قبر ہے جس پر بناء کی جائے یہاں تک کہ اونچی ہو جائے:

اور بعد امعان نظر یہی احتمال اوجہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث پاک میں نفس قبر ہی کے متعلق احکام بیان فرمائے گئے ہیں کہ قبر پر چونہ گچی نہ کی جائے اور یہ زینت ہے اور قبر محل زینت نہیں اس پر اینٹ پتھر سے چنائی کر کے اونچا نہ کیا جائے کہ یہ بے فائدہ ہے دوسرے یہ اہل کتاب کا بھی طریقہ ہے اور بے ضرورت اُن کا طریقہ اختیار کرنا مکروہ ہے، اس پر بیٹھا نہ جائے کہ ان میں صاحب قبر کی اہانت ہے اور اس کو ایذا دینا ہے بعض نے فرمایا کہ یہ حدیث ان دونوں معنی کا احتمال رکھتی ہے۔

قال التوربشتی یحتمل وجہین احدھما البناء علی القبر بالحجارۃ وما یجری مجراھا والاخران یضرب علیھا خباء ونحوہ۔ انتہی

تورپشتی نے کہا ہے کہ نہی کی حدیث میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ قبر کے اوپر پتھر اور پتھر کے مثل (اینٹ و مٹی وغیرہ) سے بنا کرنا، دوسرے یہ کہ خیمہ اور خیمہ کے مثل دوسری چیز نصب کرنا:

بعض نے اس کے ساتھ بنائے حجرہ کا احتمال بھی شامل فرمایا۔

مجمع البحار میں ہے:۔

نھی ان یجصص وان یکتب علیھا وان یبنی علیھا تجصیص القبور مکروہ وکذا البناء وھوان یبنی علیھا بحجارۃ ونحوہ وان یضرب علیھا خیمۃ اویبنی علیھا بیت۔ انتہی

آنحضرت نے قبر پر گچ کرنے اور لکھنے اور بنا کرنے سے منع فرمایا، قبروں پر گچ کرنا مکروہ ہے نیز بنا کرنا بھی مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ نفس قبر پر پتھر اور پتھر کے مثل دوسری چیز سے بنا کی جائے اور اس پر خیمہ نصب

کیا جائے یا قبر پر گھر بنایا جائے ؛

پھر اس کے ساتھ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے شاید قبر پر مکان مسکونہ بنانے کی ممانعت مراد ہو کہ اس میں اہانت صاحبِ قبر کے علاوہ اُس کے حق کا تلف کرنا بھی ہے. چنانچہ فقہائے کرام نے جہاں قبور کے اوپر مکان مسکونہ کی بناء کو مکروہ فرمایا ہے وہاں اسی دلیل سے استدلال فرمایا ہے غرض کہ جب اس حدیث پاک کے معنی میں اس قدر احتمالات موجود ہیں تو یہ بات بھی صاف ہو گئی کہ یہ حدیث پاک قطعی الدلالۃ بھی نہیں اب جب یہ معلوم ہو چکا کہ یہ حدیث نہ قطعی الثبوت ہے نہ قطعی الدلالت تو اس سے حرمت تو درکنار کراہت تحریمی بھی ثابت نہیں ہوتی بعض الناس فی دفع الوسواس میں ہے:-

ثم الادلہ اربعۃ انواع اولھا قطعی الثبوت والدلالۃ کالنصوص المتواترۃ المحکمۃ وثانیھا قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ کالآیات المؤولۃ وثالثھا ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ کالاخبار التی مفھومھا قطعی ورابعھا ظنی الثبوت والدلالۃ کالاخبار التی مفھومھا ظنی فبالاول یثبت الفرض والحرام وبالثانی والثالث یثبت الوجوب و کراھۃ التحریم وبالرابع یثبت السنۃ والاستحباب وکراھۃ التنزیھی لیکون ثبوت

دلیل کی چار قسمیں ہیں اول وہ دلیل جس کا ثبوت اور دلالت قطعی ہو مثلاً نصوص متواتر حکمہ دوم وہ دلیل جس کا ثبوت قطعی اور دلالت ظنی ہو مثلاً تاویل کردہ آیتیں، سوم وہ دلیل جس کا ثبوت ظنی اور دلالت قطعی ہو مثلاً وہ حدیثیں جن کے مفہوم قطعی ہیں، چہارم وہ دلیل جس کا ثبوت ظنی اور دلالت بھی ظنی ہو مثلاً وہ احادیث جن کے مفہوم ظنی ہیں، پہلی حدیث سے فرض و حرام، دوسری و تیسری دلیل سے وجوب و کراہت تحریمی اور چوتھی حدیث سے سنت و استحباب اور اور کراہت تنزیہی ثابت ہوتی ہے تاکہ

الحکم بقدر دلیلہ۔ انتہی | حکم کا ثبوت دلیل کے موافق ہو:

غرض کہ ثابت ہو گیا کہ اس حدیث پاک سے حرمت یا کراہت تحریمی بناء علی القبور کی ثابت نہیں ہوتی اب یہاں یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ جب حدیث سے اس میں کراہت تحریمی ثابت نہیں ہوتی تو پھر ہمارے بعض فقہاء اس پر حرمت یا کراہت تحریمی کا کیوں حکم فرماتے ہیں یہاں تک کہ بعض علماء امامنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس میں کراہت کی روایت پیش کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو امام صاحب سے جو روایت آئی ہے اُس کا حال معلوم نہیں کہ اُس کا ماخذ کونسی کتاب ہے اور وہ کتاب کتب ظاہر الروایت سے ہے یا غیر ظاہر الروایت سے پھر وہ الفاظ کیا ہیں جو حضرت امام صاحب سے روایت کیے گئے پس جب تک ان تمام امور کا علم نہ ہو اس کی صحت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا پھر اگر اس کی صحت تسلیم بھی کر لی جاوے تو اس میں بھی وہ تمام احتمالات نکلتے ہیں جو حدیث پاک کی شرح میں گزرے بلکہ بعض فقہاء کے کلام سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد اس بناء سے وہی بناء مراد ہے جو نفس قبر پر کی جائے نہ وہ جو قبر کے گرداگرد ہو اور یہ بات ہر اُس شخص پر جو عبارات فقہائے کے سیاق پر غور کرے گا پوشیدہ نہ رہے گی۔ غرض قبور پر ہر بناء (کہ خواہ نفس قبر پر ہو یا اس کے ارد گرد اور خواہ تفاخر و مباحات کے لیے ہو یا کسی غرض صحیح کے لیے اور خواہ مسقف ہو یا غیر مسقف اور خواہ سکونت کے لیے ہو یا زائرین کے آرام پہنچانے کے لیے اور خواہ مقام قبر کے گھیرنے کی غرض سے ہو یا کسی اور مصلحت کے لیے) بہر حال ممنوع نہیں، نہ اس طرح کی ممانعت حدیث پاک کا منشاء ہے نہ فقہائے کرام کا مسلک، پھر غرض صحیح کے لیے مسقف عمارت کی بناء کی تو خود قرآن کریم کی نص سے اصحاب کہف کی خواب گاہوں پر ثابت ہے لقولہ تعالیٰ :-

قال الذین غلبوا علیٰ امرھم | بیدار دس مسلم بادشاہ اور اُس کے

لنتخذن علیهم مسجدا او
قال فی الجلالین فی تفسیر
هذه الایة ای یصلی فیه
وفعل ذالك علی باب الکهف
انتهی وقال فی المدارك یصلی
فیه المسلمون ویتبرکون بمکانهم۔

مسلمان مصاحبوں نے (جو غلبہ پائے
ہوئے تھے) کہا کہ ہم ضرور بالضرور
ان (کی خواب گاہوں) پر مسجد بنائیں
گے۔ جلالین میں کہا تاکہ اُس میں
نماز پڑھی جائے (پس وہ اپنے ارادے
میں غالب آئے) اور کہف پر مسجد
بنائی گئی اور مدارک میں فرمایا کہ یہ مسجد نماز پڑھنے اور اصحاب کہف کے مبارک مکان سے برکت حاصل کرنے کے لیے بنائی ؛

پس ثابت ہوگیا کہ قبور پر مطلق بنا مباح الاصل ہے، حدیث پاک اور ائمہ کرام کے کلام میں اگر اس کی ممانعت ہے تو کسی عارضی قبح اور خارجی علت کی وجہ سے ہے۔ شراح عظام وفقہائے کرام نے جب اس میں غور فرمایا تو چند علتیں پائیں لہذا انہوں نے اُن ہی علتوں پر اس کے حکم کا مدار رکھا۔ اگر ایسی علت پائی جو تحریم کو مقتضی تھی تو ایسی صورت میں اُس بناء کو حرام فرمایا اور اگر ایسی علت پائی جو کراہت کو چاہتی تھی تو اس صورت میں مکروہ فرمایا لیکن جب ان علتوں میں سے کوئی علت نہ پائی تو ایسی حالت میں مباح فرمایا لانہ لا قبح فی ذاتہ (کیونکہ ذات میں کوئی قبح نہیں ہے) اُن علتوں میں سے جو حرمت یا کراہت کی مقتضی ہیں شراح حدیث نے اور اُن فقہاء نے (جو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی مراد بیان کرنے والے ہیں) ایک یہ علت بیان فرمائی کہ اس میں تفاخر ہے اور تفاخر حرام ہے نیز ان میں زینت بھی ہے اور میت کو زینت کی کیا حاجت پس اس میں سراسر تضییع مال ہے۔ شارح مسلم اکمال میں فرماتے ہیں :۔

اما البناء علی القبور بالرخام
ونحوه للمباهاة والزینة فقال

قبروں پر سنگ رخام اور اسی کی مثل
دیگر پتھروں سے فخر اور زینت کے لیے

بن بشیر لیست القبور موضع زینۃ ولا مباھاۃ والبناء علیھا بشئ من ذالك حرام وان كان لحوز الموضع وتمییزہ فجائز انتھی

بناء کرنے کے متعلق ابن بشیر نے کہا کہ قبریں زیبائش اور فخر کے مقام نہیں ہیں، لہٰذا اس قسم کی چیزوں سے ان پر بنا کرنا حرام ہے، لیکن اگر قبر کی جگہ کو گھیرنے اور ممتاز کرنے کے لیے بنا ہو تو جائز ہے :

اور علامہ حسن شرنبلانی نے فرمایا۔

یحرم البناء علیہ المزینۃ انتھی وفی الاُمّ قال الشافعی واحب ان لا یبنی ولا یجصص فان ذالك یشبہ المزینۃ والخیلاء ولیس الموت موضع واحد منھما انتھی مافیہ۔

زینت کے واسطے قبر پر بناء کرنا حرام ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اُمّ" میں فرماتے ہیں، میں قبر پر بنا اور گچ کرنے کو پسند نہیں کرتا کیونکہ یہ زینت یعنی تفاخر اور غرور کے مشابہ ہے اور موت زینت کا مقام نہیں ہے :

دوسری علت یہ بیان فرمائی کہ یہ مشرکین کی عادت سے تھا کہ وہ اپنے مُردوں کی قبروں پر ایک سال تک خیمہ نصب کرتے تھے تاکہ قبر پر سایہ رہے۔ پس چونکہ اس سایہ سے مُردہ کو کچھ فائدہ نہ تھا محض کفار کی تقلید تھی لہٰذا ممانعت فرمادی گئی :۔

ثم قال التوربشتی ولانہ من صنیع اھل الجاھلیۃ ای كانوا یظللون علی المیت الی سنۃ۔ انتھی مافی المرقات۔

توربشتی کا قول ہے کہ قبر پر خیمہ نصب کرنا زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا فعل ہے وہ لوگ ایک سال تک مُردہ پر سایہ کرتے تھے :

تیسری علت یہ بیان فرمائی کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں :۔

قال التورپشتی یحتمل وجہین احدھما البناء علی القبر بالحجارۃ وما یجری مجراھا والاٰخران یضرب علیھا خباء ونحوہ وکلاھما منھی لعدم الفائدۃ فیہ۔ انتھی

تورپشتی نے کہا کہ نہی کی حدیث میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ قبر کے اوپر پتھر اور اس کے مانند سے بناء کرنا دوسرے یہ کہ خیمہ اور خیمہ کے مثل دوسری چیز نصب کرنا اور دونوں باتیں بے فائدہ ہونے کی وجہ سے منع ہیں:

پس معلوم ہوا کہ ان علتوں کے وجود کے وقت قبر پہ بناء یا حرام ہوگی یا مکروہ پھر کراہت میں بھی علماء کا اختلاف ہے اور جمہور علماء اس پر ہیں کہ بنائیں کراہت تنزیہی ہے:۔

قال فی سُبُل السلام ذھب الجمھور الی ان النھی فی البناء والتجصیص للتنزیہ والقعود للتحریم۔ انتھی

"سُبُل السلام" میں ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ قبر پہ بناء کرنے اور گچ کرنے کی نہی تنزیہی ہے اور قبر پہ بیٹھنے کی نہی تحریمی ہے:

لیکن جبھی کہ جب اپنی ملک میں کوئی بناء کرے ورنہ اگر ایسے قبرستان میں بناء کرے گا جس سے عامہ مومنین کا حق متعلق ہے تب بھی یہ بناء حرام ہوگی۔

مرقات میں ہے:۔

والنھی فی البناء للکراھۃ ان کان فی ملکہ وللحرمۃ فی المُسَبلۃ۔ انتھی

اگر بنا ملک بانی میں ہے تو بناء کی نہی کراہت کیلئے ہے۔ اگر بنا مُسبلہ یعنی موقوفہ قبرستان میں ہے تو تحریم کیلئے ہے:

الحاصل مذکورہ صورتوں میں تو قبر پہ بناء حرام یا مکروہ ہے لیکن مذکورہ علتیں اگر نہ پائی جائیں اور کوئی شخص اپنی ملک میں کسی فائدہ کی غرض سے قبر پہ بنائے کرے تو بلاکراہت جائز ہوگا چنانچہ ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علت عدم فائدہ علامہ تورپشتی سے نقل کرنے کے بعد اُس پر تصریح فرمائی:۔

حیث قال قلت فیستفا منہ اذا کانت الخیمۃ لفائدۃ مثل ان یقعد القراء تحتھا فلا تکون منھیۃ - انتھی

تورپشتی نے کہا کہ قبر پر بناء کرنا بے فائدہ ہے) اس قول سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ خیمہ کا نصب کرنا کسی فائدہ کے لیے ہو مثلاً یہ کہ خیمہ کے نیچے قاری بیٹھ کر ختم قرآن کریں یہ ممنوع نہیں ؛

صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی اسی پر عمل رہا کہ جب کوئی فائدہ دیکھا تو خود قبر پر خیمہ نصب فرمایا اور جس وقت اس میں کوئی فائدہ نظر نہ آیا منع فرمایا بلکہ خود ایسے خیمہ کو علیحدہ کرا دیا۔ چنانچہ بخاری میں ہے :-

ولما مات الحسن بن علی ضربت امرأتہ القبۃ علی قبرہ وقال العینی وضرب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی قبر زینب بنت حجش وضربت عائشۃ علی قبر اخیھا فنزعہ ابن عمر وضربہ محمد بن الحنیفۃ علی قبر ابن عباس۔

جب حضرت حسن کی وفات ہوئی آپ کی بیوی نے آپ کی قبر پر خیمہ بشکل قبہ نصب کیا، اور عینی نے کہا کہ حضرت عمر نے زینب بنت جحش کی قبر پر نصب کیا اور حضرت عائشہ نے اپنے بھائی کی قبر پر خیمہ نصب کیا جس کو ابن عمر نے (جب ضرورت نہ دیکھی تو) کھلوا دیا، محمد بن حنیفہ نے حضرت ابن عباس کی قبر پر خیمہ نصب کیا ؛

شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی جذب القلوب میں فرماتے ہیں :-

در خبر است کہ چون عقیل بن ابی طالب چاہے در دا خود حفر کرد از اں جا سنگے بر آمد کہ در وے نوشتہ اند قبر ام حبیبہ بنت صخر بن حرب عقیل آں چاہ را بانباشت و عمارتے بالائے قبر بناء کرد وہ سمہودی گوید روایات ہمہ ناظر اند وراں کہ قبور امہات المومنین در ہمیں جا باشد کہ الآن زیارت ایشان می کنند۔ انتہی

الغرض بنائے فوق القبر کی ممانعت جبھی ہے کہ جب بغرض نیت صالح نہ ہو یا قبرستانِ موقوفہ میں ہو کہ جس سے لوگوں پر تنگی ہو پس اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو پھر بلا کراہت جائز ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ صلحائے اُمت خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام کے مزارات مقدسہ پر جو قبے بنے ہوتے ہیں ان میں کوئی غرض صالح پائی جاتی ہے یا نہیں یا ان کے بانیوں کی غرض اس سے محض تفاخر ہی تھا پس جب ہم اس میں غرض صالح موجود پاتے ہیں تو یہ ہرگز نہیں گمان کر سکتے کہ تفاخرً ان کی بناء ہوئی کہ ظنوا المومنین خیرا۔ اور غرض صالح یہاں یہ ہے کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اصحاب باطن یہاں حاضر ہو کر فیض یاب ہوں اور یہ دونوں باتیں اہل سنت کے نزدیک جائز ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

"از اولیائے مدفونین انتفاع جاری است"

اور نواب قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مظاہر الحق میں فرماتے ہیں:۔

"تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے ہے وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ ان کے لیے برزخ میں تصرفات و برکات بیشمار ہیں" انتہی

دار المختار میں امام غزالی سے ہے:۔

انھم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالیٰ ونفع الزائرین بحسب معارفھم واسرارھم۔ انتھی۔	اولیاء اللہ قرب باری تعالیٰ اور اپنے زیارت کرنیوالوں کو نفع پہنچانے میں اپنی معرفت اور رموز کے لحاظ سے متفاوت درجہ رکھتے ہیں:

دوسری غرض عوام کی نظروں میں صاحب قبر کی عظمت ڈالنا ہے تاکہ لوگ صاحب قبر کے مرتبہ کے موافق اس مقام کے آداب کا لحاظ رکھیں اور اس کی اہانت سے باز رہیں کہ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ میت مسلم کی حرمت و عزت کا اسی قدر لحاظ رکھا جائے گا جیسا کہ اس کی زندگی میں رکھا جاتا تھا چنانچہ حضرت عائشہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :-

كنت ادخل بيتي الذي فيه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم واني واضع ثوبي واقول انما هو زوجي وابي فلما دفن عمر معهم فوالله مادخلته الاوانا مشدودة على ثيابي حياء من عمر۔

میں اس مکان میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد امہات رونق افروز تھے. جاتی تھی اور چادر، دوپٹہ جسم پر نہ ہوتا اور میں یہ کہتی کہ ایک میرے شوہر ہیں اور دوسرے میرے باپ ہیں جب حضرت عمر اس مقام میں دفن کیے گئے تو بخدا جب میں وہاں آتی تو کپڑوں میں لپٹی ہوتی حضرت عمر کا لحاظ کرنے کی وجہ سے ؛

اس حدیث کے تحت میں نواب قطب الدین خاں صاحب فرماتے ہیں کہ :-
اس میں دلیل ہے اس پر کہ لحاظ میت کا کرے وقت زیارت کے مانند لحاظ اس کے کہ حالت حیات اس کی میں ۔ انتہی بلفظہ

علامہ ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں :-

الاتفاق على ان حرمة المسلم ميتا كحرمته حيًّا۔ انتهى

تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ مسلم میت کی عزت اور اس کا احترام زندگی کی حالت کے عزت و احترام کیطرح کرنا چاہیے

پس ثابت ہو گیا کہ اہل اللہ کے مزارات مقدسہ پر بے فائدہ عمارات نہیں بنائی گئیں، یہی وجہ ہے کہ علماء نے بناء علی القبر کی کراہت پر بحث کرنے کے بعد انبیاء و صالحین کے مزارات مقدسہ کو اس حکم سے مستثنیٰ فرما دیا اور صاف فرما دیا کہ ان کے مزارات پر مکان کی بناء جائز ہے کہ یہاں بے فائدہ نہیں ہے،

تنویر الابصار میں ہے :-

ولا يطين ولا يرفع عليه بناء وقيل لا باس به وهو المختار۔

قبر پر کہگل نہ کی جائے اور نہ اس پر بناء بلند بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ

وقال فی الردالمختار فی الاحکام عن الجامع الفتاوی وقیل لا یکرہ اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات قلت لکن ھٰذا فی غیر المقابر المسبلۃ کما لا یخفی انتھی ما فیہ۔

بناء بلند بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ مختار مذہب ہے اور احکام میں جامع الفتاوٰی سے منقول ہے کہا گیا ہے کہ بناء قبر پر مکروہ نہیں ہے جب میت مشائخ اور علماء و سادات میں سے ہو میں کہتا ہوں کہ غیر مکروہ جب ہے کہ جب مقابر غیر مسبلہ میں ہو اور یہ بات ظاہر ہے :

(تنبیہ) یہاں سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ شامی کے اس قول (اما ابنیاء فلم ار من اختار جوازہ) کا مطلب یہی ہے کہ مطلق بناء کو جائز بتلانا صحیح نہیں جیسا کہ صاحب تنویر کے ظاہر کلام کا مفہوم ہے کیونکہ موقوفہ زمین میں بناء کے جواز کا کوئی قائل نہیں۔

اور بحر تحریر میں تفسیر روح البیان سے نقل فرمایا :۔

قال الشیخ عبدالغنی النابلسی فی کشف النور عن اصحاب القبور ما خلاصتہ ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمی سنۃ فبناء القباب علی قبور الاولیاء والعلماء والصلحاء امر جائز انتھی وقال العلامۃ الباجوری فی حاشیتہ نعم استثناھا بعضھم للانبیاء والشھداء والصالحین ونحوھم۔ انتھی

کتاب "کشف النور عن اصحاب القبور" میں شیخ عبدالغنی نابلسی نے کہا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ بدعت حسنہ جو مقصود شرع کے موافق ہو وہ سنت کہی جاتی ہے لہٰذا اولیاء علماء اور صلحاء کی قبروں پر قبوں کا بنانا جائز ہے اور علامہ باجوری نے شرح ابن قاسم پر اپنے حاشیہ میں کہا، ہاں بعضوں نے انبیاء شہداء صلحاء اور ان کے امثال کی قبروں پر قبوں کے بنانے کو حدیث النہی سے مستثنٰی کر لیا ہے :

اور مجمع البحار میں ہے :۔

وقد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء والاولیاء والعلماء لیزور الناس ویستریحون فیہ انتہی	بلاشک سلف صالحین نے فضلاء و اولیاء علماء کی قبروں پر بناء کرنے کو مباح رکھا ہے تاکہ لوگ زیارت کرنے آئیں ؛

اسی طرح مرقات شریف میں ملا علی قاری علامہ تورپشتی سے نقل فرماتے ہیں :۔

وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشہورین لیزورھم الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ ۔ انتہی

اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں :۔

در آخر زمان بجہت اقتصار نظر عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشائخ و عظماء دیدہ چیز ہا افزودند تا آن جا بہت و شوکت اہل اسلام و ارباب صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہندوستان کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند و ترویج و اعلائے شان این مقامات باعث رعب و انقیاد ایشان است و بسا اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ در آخر زمان از مستحبات گشتہ ۔ انتہی

الحاصل جن احادیث و روایات میں مطلق بناء کی ممانعت وارد ہے وہاں وہی بناء مراد ہے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو، محض تفاخر کی راہ سے بنائی گئی ہو جیسا کہ پچھلے زمانے کے سلاطین میں ان کا رواج تھا اور اس وقت بھی بعض لوگ عوام کی قبور پر عمارتیں بناتے ہیں، پس چونکہ ان میں وہ فائدہ نظر نہیں آتا جو اہل اللہ کے مزارات سے متصور ہے لہٰذا ان کو ممانعت کی جائے

گی مطلقاً ہرگز نہ کی جائے گی اور مطلقاً ممانعت کی بھی کیسے جاسکتی ہے کہ جب خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر حجرہ شریف رکھا گیا اور پھر حضرت عمر اور ان کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس پر بناء کی اور اُن کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پُرانے حجرہ شریف کو منہدم کرا کرا از سرِ نو اُس کی تعمیر کی اور کسی نے اُس پر انکار بھی نہ کیا تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ مطلقاً ہر شخص کی قبر پر بناء ممنوع وحرام ہے اگر ایسا ہوتا تو صحابہ سے اس کا ارتکاب کیونکر ہوسکتا:۔

قال عمرو بن دینار و عبید اللہ بن ابی یزید لم یکن علٰی عہد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علٰی بیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حائط فکان اوّل من بنی علیہ جدارا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال عبید اللہ کان جدارا قصیرا ثم بناہ عبد اللہ بن زبیر وزاد فیہ وعن رجاء بن حیوۃ قال کتب الولید بن عبد الملک الی عمر بن عبد العزیز وکان قد اشتری حجر ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ھدمھا ووسّع بھا المسجد فقعد عمر فی ناحیۃ ثم امر

عمرو بن دینار اور عبداللہ بن ابی یزید نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حجرہ نبویہ پر دیوار نہ تھی اوّلاً حضرت عمر نے (خشت خام سے) دیوار بنائی (عبیداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر کی بنائی ہوئی دیوار چھوٹی تھی) پھر حضرت عبداللہ بن زبیر نے دیوار بنائی اور سابق دیوار میں اضافہ کیا۔ رجا بن حیوۃ سے منقول ہے کہ ولید بن عبدالملک (خلیفہ اموی) نے عمر بن عبدالعزیز (عامل مدینہ طیبہ) کو جو ازواج مطہرات کے حجروں کو خرید چکے تھے، لکھا کہ حجروں کو شہید کرکے مسجد کی توسیع کردو، عمر بن عبدالعزیز ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور حجروں کے گرانے کا حکم دیا میں نے کسی رونے والے

بهدمها فما رأيت باكيا اكثر من يومئذ ثم بناه كما اراد فلما ان بنى البيت على القبر وهدم البيت الاول ظهرت القبور الثلاثة الخ (عيني)

کو اس زور سے زیادہ روتا ہوا نہیں دیکھا پھر جس طرح چاہا مسجد کو تعمیر کیا جب سابق مکان کو گرا کر قبر شریف پر نئی تعمیر شروع کی تو تینوں قبریں ظاہر ہوگئیں۔

اور شاہ عبدالحق صاحب رحمہ اللہ محدث دہلوی جذب القلوب میں فرماتے ہیں:۔

اما حجرہ منیفہ کہ حاوی قبور شریفہ است در اوّل حجرہ بود داخل بیت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از جرید نخل بر طبق سائر حجرات مصطفویہ و بعد ازاں کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ در مسجد زیارت کرد حجرہ را از خشت خام بنا کرد تا زمان حدوث عمارت ولید ابن حجرہ ظاہر بود عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحکم ولید بن عبدالملک اں را ہدم کرد و بحجارۂ منقوشہ برآورد و بر ظاہر آں خطیرہ دیگر بناء کرد و در سنہ ثمان و ستین و ستمائۃ در دولت قلادون صالحی قبہ خضرا کہ بالائے خطیرہ شریفہ است بلند تر از سقف مسجد بطرزیکہ الآں موجود است باشباک نحاس بناء فرمودند انتہی ملتقطا۔

غرضیکہ ثابت ہوگیا کہ محبوبانِ الٰہی کے مزارات پر کسی قسم کی عمارت بنانا صرف اس لیے کہ زائرین اس کے سایہ سے فائدہ حاصل کریں مکروہ نہیں، یہی سبب ہے کہ ایک زمانے سے اہلِ اسلام کا عمل شرقاً و غرباً اس پر ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزاراتِ مقدسہ پر عمارات رفیعہ بناء کرتے رہتے ہیں تاکہ مسلمان اُن کی زیارت کرنے والے آرام پائیں، شارح مسلم اکمال میں فرماتے ہیں:

ولما صح الحاکم فی مستدرکہ احادیث النھی عن البناء والکتب قال ولیس علیھما

حاکم نے مستدرک میں قبروں پر بناء کرنے اور لکھنے کی حدیثوں کی تصحیح کی تو یہ کہا کہ ان دونوں نہیوں پر عمل نہیں ہے۔

العمل۔ انتھی (مطلب یہ ہے کہ احادیث نہی صحیح ہیں
بصحت اثری اور صحیح نہیں ہیں بصحت عملی کہ متروک العمل ہیں)
پھر فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں اور اس عمل میں تو تعارض ہی نہیں ہے :۔

حیث قال لا یعارض تلک الاحادیث لامکان الجمع بان یحمل مافی الاحادیث علی البناء المشرف کما کانت الجاھلیۃ تفعل انتھی

چنانچہ کہا کہ عمل سلف صالحین نہی کی حدیثوں کے معارض و مخالف نہیں ہے، کیونکہ دونوں میں تطبیق ممکن ہے، صورت یہ ہے کہ بناء جو احادیث میں مذکور ہے اس کو بناء مشرف (بلند) پر محمول کیا جائے جیسا کہ عرب اپنے زمانہ میں کرتے تھے :

بحرالرائق میں ہے :۔

ولا یرفع علیہ بناء قالوا اراد بہ السفط الذی یجعل فی دیارنا علی القبر و قال فی الفتاوی الیوم اعتادوا السفط ولا باس بالتطیین انتھی مافیہ۔

قبر پر اونچی بناء نہ بنائی جائے علمائے نے کہا کہ اونچی بناء سے مراد سفط ہے جو ہمارے ملک میں قبر پر رکھا جاتا ہے اور فتاویٰ میں کہا کہ اس زمانہ میں سفط بنانا مروج ہو گیا ہے اور قبر پر کہگل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے :

اگر حدیث مسلم پر تنقیدی نظر ڈالی جاوے تو اس میں بھی بہت کچھ گنجائش ہے کہ اس کے بعض رواۃ میں علماء نے کلام فرمایا ہے لیکن میں اس پر بحث نہیں کرتا ورنہ اس کا یہ مطلب ہوگا کہ میں اس زمانے کے علماء کے لیے حدیث سے استدلال کرنا تو جائز جانتا ہوں اگر کلام ہے تو صرف اس میں کہ یہ حدیث حجت ہو سکتی ہے یا نہیں حالانکہ حدیث سے استدلال کرنا مجتہد ہی کا کام ہے غیر مجتہد تو بسا اوقات ضلالت کی دلدل میں پہنچا تا ہے امام اجل سفین بن عینیہ امام شافعی و امام احمد کے اُستاد اور امام بخاری و امام مسلم کے اُستاد الاستاد ارشاد فرماتے ہیں کہ الحدیث مضلۃ الا للفقہاء حدیث سخت گمراہی کا باعث ہے مگر مجتہدین کو علامہ ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں :۔

يريد ان غيرهم قد يحمل الشئ على ظاهره وله تاويل من حديث غيره اودليل يخفى عليه اومتروك اوجب تركه غير شئ مما لا يقوم به الا من استبحر وتفقه۔ انتهی

حضرت سفین کی مراد یہ ہے کہ غیر مجتہد کبھی کسی حدیث کے ظاہری معنی مراد لے لیتا ہے حالانکہ دوسری حدیثیں یا کوئی دلیل جو اس پر مخفی ہے پتہ دیتی ہیں کہ یہاں معنی مخفی مراد ہیں نہ ظاہری یا وہ حدیث متروک العمل ہے جس کے ترک کے لیے متعدد وجوہ مقتضی ہیں جن پر وہی شخص اطلاع پا سکتا ہے جو عالم متبحر اور مجتہد ہو۔

پس غیر مجتہد تو اپنے مجتہد کے بتلاتے ہوئے معنی پر عمل کرے گا اور اگر اس میں بھی کوئی خفا دیکھے گا تو فقہائے متقدمین کی تحقیق کی طرف رجوع لائے گا یا اُمت مرحومہ کا عمل دیکھے گا کہ کس پر ہے، جس پر عمل دیکھے گا اُس پر کاربند ہوگا سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں العمل اثبت من الاحادیث عمل علمائے ربانیین، حدیثوں سے زیادہ مستحکم ہے اس لیے کہ وہ ہم سے زیادہ اس میں نظر رکھنے والے ہیں اُن پر حدیث کے خلاف کرنے کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تک تو بنائے فوق القبر کی کراہت و عدم کراہت میں کلام تھا اب رہا یہ کہ ان کا انہدام کہاں تک جائز ہے تو اس میں اصلاً شک نہیں کہ اگر یہ متیقن ہو کہ یہ زمین موقوفہ عامہ میں بلا اجازت مستحقین بنایا گیا ہے تب اس کا انہدام جائز ہے ورنہ حرام ہے:۔

لاضاعة المال ولاهانة صاحب القبر وكلاهما حرام قال الشافعي فى كتاب الأُمِّ فان كانت القبور فى الارض يملكها الموتى فى حياتهم او ورثتهم بعدهم

قبروں پر تعمیر ہو جانے کے بعد بوجہ نقصان مال و اہانت قبر ہدم ناجائز ہے کیونکہ مال کا ضائع کرنا اور صاحب قبر کی توہین کرنا حرام ہے امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ

لم يهدم شئ وانما يهدم ان هدم مالا يملكه احد فهدمه لئلا يحجر على الناس موضع القبر فلا يدفن فيه احد فيضيق ذلك بالناس انتهى ما فيه وقال فى الاكمال وافتى ابن رشد بوجوب هدم ما يبنى فى مقابر المسلمين من السقائف والقبب والروضات ولنقض لربه قال فان كان فى ملك الرجل فحكمه حكم بناء الدور انتهى

اگر مُردوں کی قبریں اُن کی یا اُن کے ورثہ کی مملوکہ زمین میں ہیں تو اُن پر کی عمارت سے ہرگز کچھ نہ گرایا جائے گا

اگر گرانا ہی ہے تو اُن ہی عمارات کو گرایا جائے گا جو موقوفہ زمین میں ہیں تاکہ لوگوں پر تنگی نہ واقع ہو۔ جو چھتیں اور قبے اور چمن مسلمانوں کے موقوف مقابر میں بنائے جائیں ان کے گرا دینے کے وجوب کا ابن رشد نے فتویٰ دیا اور ٹوٹ ان کی ان کے مالک کو دلائی اور کہا کہ اگر وہ عام قبرستان نہ ہو بلکہ اس شخص کی مِلک ہو تو اس کا حکم گھروں کی تعمیر کے مانند ہے (یعنی وہ جائز ہیں پس ان کو نہ گرایا جائے گا ؛)

لیکن صرف اس خیال سے کہ یہ زمین موقوفہ میں پائے جاتے ہیں اُن کو منہدم کرنے کی جرأت نہ کی جائے گی چنانچہ حاشیہ علامہ باجوری میں ہے :۔

ولو وجد بناء فى ارض مسبلة ولم يعلم اصله ترك لاحتمال ان يكون وضع بحق قبل تسبيلها۔ انتهى

اگر کوئی بناء مُسبلہ زمین میں ہو اور اس کی حقیقت نہ معلوم ہو کہ مملوکہ زمین میں ہے یا غیر مملوکہ زمین میں تو اس کو بحالہ چھوڑ دیا جائے کیونکہ احتمال ہے کہ بناء اپنے ملک میں فی سبیل اللہ کر دینے سے پہلے ہوئی ہو :

پھر ایسے قبوں کے ہدم میں جو زمین موقوفہ میں نہیں ہیں علاوہ اضاعۃ مال کے بغیر حق شرع صاحب قبر کی سخت اہانت بھی ہے جو حرام ہے :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر (رواہ مسلم) وروی انہ (علیہ السلام) رأی رجلا متکئا علی قبر فقال لاتوذ صاحب القبر قال الطیبی ہو نہی عن الجلوس علیہ لما فیہ من الاستخفاف بحق اخیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر پر بیٹھنے کے بہ نسبت بہتر ہے کہ تم میں سے کوئی آگ پر بیٹھے اور اس کے کپڑے جل کر آگ کا اثر جلد تک پہنچ جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو قبر سے تکیہ لگائے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ صاحب قبر کو تکلیف نہ دے طیبی کہتے ہیں کہ یہی مطلب قبر پر بیٹھنے سے منع کرنے کا ہے کیونکہ اس میں حق برادر کی توہین ہے:

علامہ اجل سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:۔

معناہ ان الارواح تعلم بترک اقامۃ الحرمۃ والاستہانۃ فتأذی بذالک۔ انتہی

مطلب یہ ہے کہ ارواح کو ان کے احترام نہ کئے جانے اور اہانت کیے جانے کا ادراک ہوتا ہے اور اس سے ان کو تکلیف ہوتی ہے:

علامہ اجل شیخ الہند حضرت شیخ عبدالحق محقق دہلوی قدس سرہ العزیز شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:۔

شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش میدارد و راضی نیست بتکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن اہانت و استخفاف را بوے۔ انتہی

شامی میں ہے:۔

لان المیت یتأذی بما یتأذی بہ الحی انتہی

اس لیے کہ جو چیزیں زندہ کے لیے باعث تکلیف ہیں وہ مردہ کیلئے بھی باعث تکلیف ہیں

پس جب یہ بات ہے تو قبہ جات کے ہدم میں صاحب قبر جس قدر ایذا پائے گا وہ ظاہر ہے کہ ہر زندہ آدمی اس بات سے سخت تکلیف پاتا ہے کہ کوئی شخص اُس کے ایسے مکان ڈھا دے جو اُس کے مہمانوں کے لیے بنایا گیا ہو۔ علاوہ بریں یہ عمارتیں اس پر وقف ہوتی ہیں کہ زائرین ان کے سایہ سے فائدہ اُٹھائیں پس ان کا انہدام کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ اس میں تغیر بلکہ ابطالِ شرط واقف ہے:۔

وھو حرام کما صرح بہ الفقھاء حیث قالوا لا یجوز تغییر شرط الواقف۔

اور تغیر شرط واقف حرام ہے چنانچہ فقہاءٗ نے اس کی تصریح فرمادی کہ وقف جن شرطوں پر ہے ان کا بدلنا جائز نہیں ہے:

یہی وجہ ہے کہ فقہا موقوفہ عمارت کے ہدم کرنے والے کو تعذیر کا حکم دیتے ہیں اور اُس پر جبر کرتے ہیں کہ وہ اُس مقام پر اُسی جیسی عمارت بنائے جو اُس نے منہدم کی ہے چنانچہ شامی میں ہے:۔

وفی اجارات فتاوی قاری الھدایۃ فیمن استاجر دارًا وقفاً فھدمھا وجعلھا طاحونا اوفرنا اجاب بانہ ینظر القاضی ان کان ماغیرھا الیہ انفع واکثر ریعاً اخذ منہ الاجرۃ والبقی ماعمرہ للوقف وھو متبرع والا الزم بھدمہ واعادتہ الی الصفۃ الاولی بعد تعذیرہ بمایلیق بحالہ انتھی

قاری ہدایہ کے فتاویٰ کی کتاب الاجارات میں ہے کہ ایسے شخص کے متعلق جس نے موقوفہ مکان کرایہ پر لیا پھر اس کو توڑ کر آٹا پیسنے کا کارخانہ یا باورچی خانہ بنا لیا) جواب دیا کہ قاضی اس پر نظر کرے کہ جو کچھ اس نے بنایا ہے اگر وہ زیادہ فائدہ مند ہے تب تو اسی تعمیر کو وقف کے لیے باقی رکھے اور اس سے کرایہ لیتا رہے کہ یہ عمارت بنانے میں متبرع ہے (یعنی اس کی جانب سے یہ احسان ہے عمارت میں اس کا کوئی حق نہیں) اور اگر یہ پچھلی عمارت زیادہ مفید نہیں تو قاضی اس کو ایسی سزا دے جو اس کے حال کے لائق ہے اور حکم دے کہ وہ اس

عمارت کو تڑوا کر اُس ہی جیسی عمارت اپنے خرچ سے بنا دے جو اُس نے منہدم کی ہے ؛

اگر ان عمارات کے ڈھانے کے لیے یہی حیلہ نکالا جاتا ہے کہ حضور نے ان کو ناپسند فرمایا ہے تو چاہیے کہ جس جس کی عمارت بلند اور پختہ دیکھی جائے بے دھڑک ڈھانی شروع کر دی جائے کہ حضور نے ایسی تمام عمارات کو ناپسند فرمایا ہے یہاں تک کہ بعض صحابہ سے کلام تک ترک فرما دیا اور جب تک اُنہوں نے اپنی اُس عمارت رفیعہ کو ڈھا نہ دیا اُن سے کلام نہ فرمایا۔ چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا پورا قصہ ابو داؤد شریف میں مروی ہے جس کے آخر میں حضور کے یہ کلمات روایت کیے گئے کہ :۔ اما ان کل بناء وبال علیٰ صاحبہ الا ما لا یعنی ما لا بُد منہ یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ ہر غیر ضروری عمارت اپنے مالک پر وبال ہے مگر وہی جس کے بغیر چارہ نہیں۔ تو کیا کوئی ذی ہوش اس کا ارتکاب کرنے پر آمادہ ہے کہ جس کی عمارت بلند و پختہ دیکھے ڈھا دے۔ دوسروں کی عمارتیں کو پیچھے ڈھائے گا پہلے اپنے ہی گھر سے بسم اللہ کرے اور اس سنت پر عمل کر کے ستو شہیدوں کا ثواب حاصل کرے۔ احادیث کے سمجھنے کے لیے فقاہت درکار ہے۔ حضور نے عمارات پختہ کو اس لیے ناپسند نہیں فرمایا کہ وہ ناجائز تھیں بلکہ اس لیے کہ اگر ابتدائے اسلام میں لوگوں کو آسائش کی جانب توجہ ہو گئی تو اسلام کی ترقی میں نقصان پہنچے گا۔

اگر ایسے قبہ جات کا ہدم ضروری ہی تھا تو کیا وجہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باوجود اپنے غلبہ و سطوت اور فتح کے باوجود شدت اتباع سنت کے بیت المقدس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ نبینا و علیہ السلام کے اور دیگر انبیائے کرام کے قبہ جات شریفہ کو شہید کرنے کو حکم نہ فرمایا چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ بشارت محمدیہ کے صفحہ ۹۸ پر فرماتے ہیں :۔

"مولانا احمد بن حسن ترعی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب مصباح الظلام

میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ملک شام کو فتح کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر پر اور ان کے سوا اور انبیاء کی قبروں پر جو قبے تھے اُن کو ڈھانے کا حکم نہیں دیا۔ انتہی بلفظہ

قبہ جات کے ہدم کا وجوب ابو ہیاج اسدی کی حدیث سے ثابت کرنا نہایت بعید ہے اس کے اندر کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس مراد پر دلیل ہو سکے اس میں تو قبر مشرف یعنی اونچی قبر کے تسویہ کا امر ہے، مرقات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے :۔

ولا قبرًا مشرفا ھوالذی بنی علیہ حتی ارتفع ۔	قبر مشرف اس قبر کو کہتے ہیں جس پر چنائی کی جائے یہاں تک کہ وہ مقدار شرعی سے اونچی ہو جائے ؛

اور علماء نے اُس کو مشرکین کی قبروں پر محمول فرمایا ہے کہ یہ انہیں کی عادت تھی کہ وہ بطریق مباہات اونچی اونچی قبریں بناتے تھے۔

قال المحقق علی الاطلاق العلامۃ ابن الھمام ھٰذا الحدیث محمول علی ما کانوا یفعلونہ من تعلیۃ القبور بالبناء الحسن العالی ولیس مرادنا ذٰلک القدر (بتسنیم القبر) بل قدر ما یبدو من الارض ویتمیز منھا انتھی وقال فی الاکمال معنی التسویۃ ان لا یعلو بناؤھا کما کانت قبور المشرکین بل تکون لاصقۃ بالارض ثم تسنم لیتمیز انہ قبر ھو ۔	محقق مطلق علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ یہ حدیث (یعنی حدیث نہی) اُس رسم پر محمول ہے جو عرب میں تھی یعنی اونچی خوبصورت بناؤں سے قبروں کو بلند کرنا اور کوہان نما قبر بنانے سے ہماری مراد قبر کو اتنا بلند بنانا نہیں ہے بلکہ اس مقدار میں اونچی کرنا کہ سطح زمین سے نمایاں اور ممتاز ہو جائے، اور شارح مسلم اکمال میں فرماتے ہیں تسویہ قبر کے یہ معنی ہیں کہ قبور کی بنائیں مشرکوں کی قبور کی مقدار اونچی نہ ہوں بلکہ

معنی قول الشافعی تسطح ولا
تبنی ولا ترفع بل تکون علی
وجه الارض نحوا من شبر
انتہی ما فیه وقال العینی
والجواب عما رواه الترمذی
ان المراد من المشرفة
المذکورة فیه هی المبنیة
التی یطلب بها المباهاة۔ انتہی

بصورت کوہان شتر زمین کے قریب ہوں
اور امام شافعی کے قول تسطح الخ کے
معنی بھی یہی ہیں۔ عینی نے کہا کہ اس
حدیث کا جواب جو امام ترمذی نے روایت
کیا ہے یہ ہے کہ مراد قبور مشرفہ (بلند)
سے جو حدیث مذکور میں ہے وہ بناء
ہے جس سے فخر مطلوب ہو۔

پس اس حدیث پاک سے قبر پر حجرہ وقبہ وغیرہ کے انہدام کا حکم ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور نفس قبر کے انہدام کا حکم بھی ہے تو مشرکین یا یہود و نصاریٰ کی قبروں کا ہے نہ مسلمانوں کی کیونکہ یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ باوجود ممانعت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت تک صحابہ اونچی قبریں بنا کر حضور کا خلاف کرتے رہے اور خلفائے ثلاثہ نے اس کی ممانعت نہ فرمائی پھر اس حدیث پاک میں مورتوں کے مٹانے کا حکم فرمانا یہ دوسرا قرینہ ہے اس بات پر کہ یہاں انہیں کی قبور مراد ہیں کیونکہ انہیں کا دستور تھا کہ وہ اپنے بزرگوں کی قبروں پر مسجدیں بناتے تھے اور اس میں اُن کی تصویریں رکھتے تھے ان کے اگلے لوگوں نے اس کام کو صرف اس غرض سے کیا تھا کہ اُن بزرگوں سے اُنس پیدا کریں اور ان کے افعال صالحہ کو یاد کریں پھر جس طرح انہوں نے ان افعال حسنہ میں کوشش کی تھی یہ بھی کوشش کریں لیکن شیطان نے اُن کے بعد کے لوگوں کے دلوں میں ڈالا کہ تمہارے اگلے لوگ ان کو پوجتے تھے لہذا حضور نے حکم فرمادیا کہ نہ اُونچی قبر چھوڑو نہ تصویر اور نہ یہود و نصاریٰ کی طرح تم قبروں کی جانب سجدہ کرو۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:۔

قالت لما اشتكى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ذكر بعض نسائه كنيسة رأتها بارض الحبشة يقال لها مارية وكانت ام سلمة وام حبيبة اتتا ارض الحبشة فذكرتا من حسنها وتصاوير فيها فرفع رأسه فقال اولئك اذا مات منهم الرجل الصالح بنوا على قبره مسجدا ثم صوروا فيه تلك صورا اولئك شرار الخلق عند الله رواه البخاري. قال القرطبي انما صوروا اوائلهم الصور ليتأنسوا بها ويتذكروا افعالهم الصالحة فيجتهد كاجتهادهم ويعبدون الله عند قبورهم ثم خلفهم قوم جهلوا مرادهم ووسوس الشيطان ان اسلافكم كانوا يعبدون هذه الصور ويعظمونها فحذر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن مثل ذلك سدا للذريعة المؤدية الى

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو بعض ازواج نے کنیسہ (گرجا) کا تذکرہ کیا جس کو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اور اس کا نام ماریہ تھا اور ام سلمہ اور ام حبیبہ حبشہ گئی تھیں انہوں نے اس گرجا کی خوبصورتی اور اس کی مورتوں کا تذکرہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر انور اٹھایا اور فرمایا کہ جب کوئی مرد صالح ان میں مرتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد تعمیر کر دیتے اور ان کی مورتیں اس میں بنا دیتے تھے۔ خدا کے نزدیک یہ (تصویریں) بنانے والے بدترین مخلوق ہیں، امام بخاری نے اس حدیث پاک کو اپنی صحیح میں روایت کیا۔ قرطبی نے کہا کہ پہلے لوگوں نے موانست قلبی اور ان کے نیک افعال یاد کرنے کے واسطے وہ مورتیں بنائی تھیں تاکہ انہیں لوگوں کی طرح اعمال صالحہ میں کوشش کریں لیکن عبادت خدا ہی کی کرتے تھے، پھر ان کے بعد جو قوم ہوئی پہلے لوگوں کی مراد کو

ذالك بقوله اولئك شرار الخلق عند الله قاله القسطلانی۔

نہ سمجھی اور شیطان نے اُن کے دل میں یہ وسوسہ ڈال دیا کہ تمہارے اسلاف انہیں صورتوں کی پرستش کرتے تھے اور ان کی عظمت کرتے تھے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اولئك شرار الخلق (وہ بدترین مخلوق ہیں) سے اس طریقہ کو جو عبادت صور کی طرف مودی تھا روکنے کے لیے اس قسم کے افعال کرنے سے منع فرمایا۔ یہ مطلب قسطلانی نے بیان کیا ہے:

پھر جب یہ ثابت ہے کہ حضور کی اور شیخین کی قبریں مسنم بنائی گئی ہیں اور مسلمانوں کو بھی مسنم قبریں بنانے کی اجازت ہوتی تو اس کے کیا معنی کہ مسلمانو کی قبروں کو زمین سے برابر کرنے کا حکم دیا جاتا، پس ثابت ہوا کہ یہ حکم قبور کفار کے لیے تھا صحابہ پر یہ ہرگز گمان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ انہوں نے باوجود ممانعت کے اپنی قبور میں قبور کفار کے ساتھ مشابہت کی ہو، البتہ اس میں شک نہیں کہ ہمارے علماء نے مقدار شرعی سے اُونچی قبر کرنے کی ممانعت ضرور فرمائی ہے، پس مستحب ہے کہ بقدر ایک بالشت یا اس سے کچھ اونچی قبر کو کوہان شتر کی صورت میں بنائی جائے پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ بہت زیادہ اونچی قبر بنانا مکروہ ہے یا مباح بعض نے مکروہ فرمایا اور بعض نے مباح۔

فی الازھار قال العلماء یستحب ان یرفع القبر قدر شبر و یکرہ فوق ذالك انتھی مافی المرقات۔

ازہار (نام کتاب) میں ہے کہ قبر کو ایک بالشت بلند کرنا علماء مستحب کہتے ہیں اور اس سے زیادہ بلند کرنے کو مکروہ:

اور بدائع میں ہے:-

ومقدار التسنیم ان یکون

قبر کو کوہان نما بنانے کی مقدار یہ ہے

مرتفعاً من الارض قدر شبرا واکثر قلیلا انتهی مافیه وقال الکرمانی یستماً ای یرفع القبر استحبابا غیر مسطح قدر شبر قال صاحب جامع الرموز فیه اشعار باباحة الزیادة علی قدر شبر انتهی مافی جامع الرموز اقول ای قلیلا والارتفاع القبر باکثر قدر شبر جدا مکروہ لورود النہی فیہ.

کہ سطح زمین سے بقدر ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ بلند ہو. کرمانی کہتے ہیں کہ قبر کو کوہان نما بنائی جائے اور بقدر ایک بالشت اونچی کی جائے سطح نہ کی جائے اور قبر اونچی کرنا مستحب ہے، صاحب جامع الرموز کہتے ہیں کہ اس میں ایک بالشت سے زیادہ اونچی بنانے کی اباحت کا اشارہ ہے. میں کہتا ہوں (یعنی اس رسالہ کا مصنف کہتا ہے) کہ ایک بالشت سے تھوڑی اونچی بنانے کی اجازت ہے ورنہ قبر کا ایک بالشت سے بہت زیادہ بلند کرنا مکروہ ہے کیونکہ حدیث پاک میں اسی کی ممانعت ہے :

اب یہاں یہ معلوم کرلیا جاوے کہ مکروہ کس کو کہتے ہیں کہ اس میں بھی بہت دھوکا دیا جارہا ہے. علمائے احناف کے نزدیک مکروہ دو قسم کا ہوتا ہے، ایک مکروہ تحریمی جو حرام کے قریب ہے دوسرا مکروہ تنزیہی جو حلال کے قریب ہے۔

تکلموا فی معنی المکروہ والمروی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی نصا ان کل مکروہ حرام الا انہ لما لم یجد فیہ نصا قاطعا لم یطلق علیہ لفظ الحرام وعن ابی

مشائخ نے مکروہ کے معنی میں گفتگو کی ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے صریح یوں مروی ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے لیکن چونکہ انہوں نے اس میں کوئی نص قاطع نہیں پائی لہذا اس پر حرام کا اطلاق

حنیفة وابی یوسف رحمهما الله تعالیٰ انه الی الحرام اقرب (کذا فی الهدایه) وهو المختار (هکذا فی شرح ابی المکارم) هذا هو المکروه کراهة تحریم واما المکروه کراهة تنزیة فالی الحلال اقرب (کذا فی شرح الوقایة) والاصل الفاصل بینهما ان ینظر الی الاصل فان کان الاصل فی حقه اثبات الحرمة وانما سقطت الحرمة للعارض ینظر الی العارض ان کان مما تعم به البلوی وکانت الضرورة قائمة فی حق العامة فهی کراهة تنزیه وان لم تبلغ الضرورة هذا المبلغ فهی کراهة تحریم فصار الی الاصل وعلی العکس ان کان الاصل الاباحة ینظر الی العارض فان غلب علی الظن وجود المحرم فالکراهة للتحریم والا فالکراهة للتنزیه۔ کذا فی العالمگیری۔

نہیں کیا اور شیخین رحمہا اللہ تعالیٰ سے اس طرح مروی ہے کہ مکروہ حرام کے قریب ہوتا ہے (یہ تقریر ہدایہ میں ہے) اور یہی مختار ہے (کذا فی شرح ابوالمکارم) یہ تعریف اس مکروہ کی ہے جس کو مکروہ تحریمی کہا جاتا ہے رہا مکروہ تنزیہی سو وہ وہ ہے جو حلال سے زیادہ قریب ہو (جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے) اور مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی میں فرق یہ ہے کہ قطع نظر دلائل کراہت سے فعل کی اصل کو دیکھا جاوے اگر اصل فعل اثبات حرمت کا مستحق ہو مگر حرمت کسی عارض کی وجہ سے ساقط ہو تو عارض کو دیکھنا چاہیے اگر ایسا عارض ہو جس میں عموماً لوگ مبتلا ہوں اور ضرورت بھی سب کے حق میں ثابت ہو تب تو کراہت تنزیہی کہا جائے گا ورنہ کراہت تحریمی اور اگر اصل فعل میں علت ہے مگر کوئی عارض ایسا پیش آیا جو اُس کی حرمت کو چاہتا ہے تو دیکھا جائے اگر اُس

عارض کے وجود کا جو حرمت کو چاہتا ہے غالب ظن ہے تب تو کراہت تحریمی ہوگی ورنہ کراہت تنزیہی۔ کذا فی العالمگیری۔

پس محقق ہوگیا کہ قبر کو اونچا کرنا چونکہ خود کوئی حرام فعل نہیں اس کی ممانعت بھی صرف اس وجہ سے ہے کہ اس میں کفار کی مشابہت ہے لہٰذا جس بناء میں کفار کی مشابہت پائی جائے گی اس کو مکروہ تحریمی کہا جائے گا ورنہ مکروہ تنزیہی جس کا حکم یہ ہے کہ اس کا نہ کرنا کرنے سے بہتر ہے۔

کما صرح به الفقهاء حیث قالوا المکروه تنزیها وهو ما کان ترکه اولیٰ من فعله ویرادف خلاف الاولیٰ۔ کذا فی الرد المختار۔

علماء نے فرمایا کہ مکروہ تنزیہی وہ ہے جس کا نہ کرنا کرنے سے بہتر ہو اور مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ دونوں کے ایک معنی ہیں:

اب اہل اسلام خود فیصلہ فرمالیں کہ ہماری قبور میں نصاریٰ وغیرہ کی قبور کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے یا نہیں پس اگر نہیں پائی جاتی اور یقیناً نہیں پائی جاتی تو ان کے توڑنے کا کیسے حکم دے دیا جائے گا۔ اس سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا بنانا بہتر نہ تھا لیکن جب بن چکیں تو اب ان کا انہدام سخت مذموم ہے۔ علامہ احمد بن علی بصری فصل الخطاب میں فرماتے ہیں:

هذا البناء علیٰ قبور هؤلاء الشهداء من الصحابة رضی الله تعالیٰ علیهم لا یخلوا اما ان یکون واجبا او جائزا بغیر کراهة وعلیٰ کل فلا یقدم علی الهدم الا رجل مبتدع ضال لاستلزامه انتهاك

شہدائے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور کی بنائیں دو حال سے خالی نہیں یا واجب ہیں یا بغیر کراہت جائز ہیں اور ہر تقدیر پر سوائے بدعتی اور گمراہ شخص کے ان کے توڑنے کی جرأت کوئی شخص نہیں کر سکتا کہ اس میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

حرمة اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الواجب علیٰ کل مسلم محبتھم ومن محبتھم وجوب توقیرھم وای توقیر لھم عند من ھدم قبورھم۔ انتھی

علیہ وسلم کی ہتک حرمت لازم آتی ہے، حالانکہ ہر مسلمان پر ان کی محبت واجب ہے اور ان کی توقیر کا وجوب اُن کی محبت سے ہے، پھر جس شخص نے ان کی قبور کو ہدم کیا اُس کے نزدیک اُن کی کیا توقیر رہی ؟

آج کل قبوں کے ہدم کے جواز پر بہت کچھ زور دیا جا رہا ہے جس کا اصل منشاء یہ ہے کہ وہ قبہ شریف جس کو قبہ خضراء کہتے ہیں اور جس پر ہر مسلمان کہ جس کے دل میں حقیقی ایمان جلوہ گر ہے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہے اگر خدانخواستہ منہدم کر دیا جاوے تو مسلمانوں میں اضطراب نہ پیدا ہو۔ مسلمانوں خدا کے واسطے دُعا کرو اور ہر ممکن سے ممکن تدبیر ایسی عمل میں لاؤ جس سے وہ روز بد ہمارے سامنے نہ آئے جس کے تصور سے جان پر بنی جاتی ہے آہ! یہ وہ گنبد اقدس ہے جس پر نظر کرنے کو ہمارے علماء اسی طرح عبادت لکھ رہے ہیں جس طرح بیت اللہ پر نظر کرنے کو عبادت کہتے ہیں چنانچہ شیخ رحمہ اللہ تلمیذ محقق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ منسک التوسط میں اور ملا علی قاری اُس کی شرح میں فرماتے ہیں :۔

ولیغتنم ایام مقامه بالمدینة المشرفة فیحرص علیٰ ملازمة المسجد والاعتکاف والختم ولو مرة منه واحیاء لیلة وادامة النظر الی الحجرة الشریفة (ای ان تیسر) او القبة المنیفة (ان تعذر او

مدینہ شریف میں اپنے قیام کے دنوں کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور مسجد نبوی میں برابر حضوری اور اس میں اعتکاف اور ختم قرآن اگرچہ ایک بار ہو اور اور شب بیداری اور حجرہ شریف کی طرف (اگر یہ میسر ہو) یا قبہ بلند کی طرف اگر حجرہ شریف کی جانب نظر

للتنويع) مع المهابة والخضوع (اى ومع الخشية والخشوع ظاهراو باطناً) فانه (اى النظر المذكور) عبادة كالنظر الى الكعبة الشريفة انتهى

دشوار ہو) برابر نگاہ جمائے رکھنے کی حرص ہونی چاہیے کیونکہ حجرہ شریف یا قبہ شریف کو دیکھنا عبادت ہے جس طرح کعبہ شریف کو دیکھنا عبادت ہے۔

بلکہ بعض علماء ادب کی راہ سے آنکھ اٹھانے کی بھی اجازت نہیں دیتے چنانچہ علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ اور علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:-

یلازم الادب والخشوع والتواضع غاض البصر کما کان یفعل بین یدیہ فی حیاته (اى زهوحى) ویستحضر علمه بوقوفه بين يديه عليه الصلوة والسلام وسماعه لسلامه كما هو فی حیاته. انتهی

زائر کو چاہیے کہ اس دربار عالی میں ادب و عاجزی و تواضع کو لازم پکڑے نظر نیچی رکھے جس طرح حضور علیہ السلام کی حیات ظاہری میں کرتا کیوں کہ حضور اب بھی زندہ ہیں اور اس بات کو دل میں جمائے رکھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی درگاہ میں میری حاضری کا علم اُسی طرح ہے اور میرے سلام کو اسی طرح سنتے ہیں جس طرح کہ آپ اپنی حیات ظاہری میں دیکھتے اور سُنتے تھے۔

افسوس جس بارگاہ بیکس پناہ کے حضور علماء زور سے بات کرنے کو بھی ناجائز جانیں وہاں یہ ستم کہ گولوں کی دل دہلا دینے والی آوازیں گونج رہی ہیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے:-

وقد كره بعض العلماء رفع الصوت عند قبره عليه السلام

بے شک مکروہ جانا ہے بعض علماء نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر شریف

لانہ حی فی قبرہ۔ انتھی | کے نزدیک آواز کے بلند کرنے کو کیوں کہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں ؂

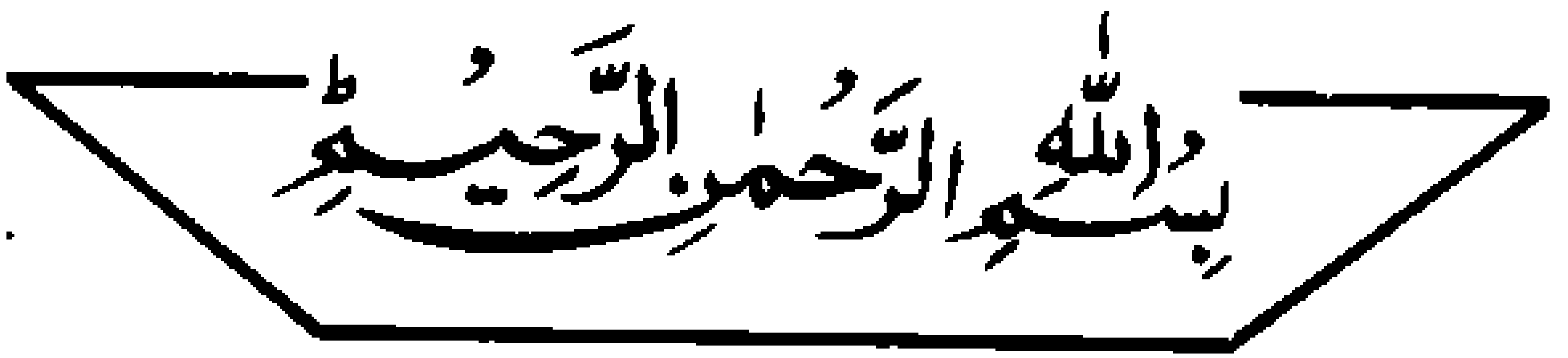
خدا کی قسم میں اس سے کہ اُس قبہ شریف کی توہین کے متعلق کچھ سُنتا یہ بہتر جانتا تھا کہ میرے کان پھوٹ جاتے بلکہ اس سے پہلے میرا وجود ہی نہ رہتا ؎

سنگ درِ حُضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے، دل کو قرار آئے کیوں (حدائق بخشش)

فقط واللہ تعالیٰ بالصواب اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

تحریر بتاریخ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۴۳ھ (۱۹۲۵ء)

حررہ محمد مظہر اللہ غفرلہٗ نقشبندی مجددی
— امام مسجد فتحپوری دہلی —



سُوال علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں ایک گورستان (اہلسنّت) قدیم کی قبروں کو عمداً کھود کر اپنے رہنے کے مکان بنانا موافق مذہب حنفی کے جائز ہے یا نہیں اور ایسا کرنے میں اہلِ قبور کی توہین و اہانت ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجوابُ ومنه الهداية الى الحق والصواب

جاننا چاہیے کہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام و رحمۃ اللہ علیہم و عامۂ مومنین اہلسنّت کے ساتھ جو قلبی عداوت فرقۂ نجدیہ وہابیہ کو ہے ایسی اور کسی فرقۂ مُبتداء کو نہیں ہے اسی وجہ سے اس فرقۂ محدثہ کے اکابر مُلاعنہ کی تصانیف اباطیل اہانت محبوبانِ خدا سے بھری پڑی ہیں جس کا جی چاہے وہ مُلا نجدی و ملا اسمٰعیل دہلوی و ملا صدیق حسن بھوپالی و ملا خرمعلی و ملا رشید گنگوہی وغیرہ کی تالیفات باطلہ اٹھا کر دیکھ لیوے کہ قسم قسم کی اہانتوں سے پُر ہیں منجملہ ان کی ایک اہانت قبور انبیاء و شہداء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا منہدم و نابود تا بمقدور کرنا اس فرقہ کا شعار ہوگیا ہے۔

شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو ڈھانے کا اردہ کیا تھا

علامہ احمد بن علی بصری

"فصل الخطاب فی ردّ ضلالات ابن عبدالوہاب" میں فرماتے ہیں:

منها انه صح انه يقول لو اقدر على حجرة الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لهدمتها.

یعنی میں اگر قدرت پاؤں تو روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو توڑ ڈالوں:

اور بھی علامہ بصری دوسرے مقام میں لکھتے ہیں:

اقول تهديمه قبور شهداء الصحابة المذكورين لاجل البناء على قبورهم ضلالة اى ضلالة انتهى مختصرا.

یعنی نجدی کا شہداء صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور کو ان پر بنا کے باعث توڑ ڈالنا ان کا بڑی ضلالت اور گمراہی اس نجدی کی ہے:

شیخ نجدی نے شہداء و صحابۂ کرام کے مزار توڑ ڈالے تھے

اور بھی علامہ مذکور تیسرے مقام میں لکھتے ہیں:

قال بعضهم ولو كان المبنى عليه مشهورا بالعلم والصلاح او كان صحابيا وكان المبنى عليه قبة وكان البناء على قدر قبره فقط فينبغى ان لا يهدم لحرمة بنشه وان اندرس اذا علمت هذا فهذا البناء على قبورهم

یعنی نجدی نے جو شہداء اصحاب کرام کے قبور کو توڑ ڈالا ہے جس سے ان کے ابدان اور کفن ظاہر ہوگئے تو اس سے وہ بہت بڑا بدعتی گمراہ ہوگیا کہ اس سے ان کی اہانت ہوگئی ہے ان مُلاَّ عنہ کا انبیاء و اولیاء علیہ السلام کے قبور کو جو توڑنا اور منہدم

لاء الشهداء من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنھم لا یخلو اما انیکون واجبا او جائزا بغیر کراھة وعلی کل فلا یقدم علی الھدم الا رجل مبتدع ضال لا مستلزامه انتھاك

کرنا شعار ہو گیا ہے تو باعث اس کا یہ ہے کہ ان بدبختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بے حس بے شعور ہو جاتے ہیں اور مر کر معاذ اللہ مٹی میں مل جاتے ہیں۔

حرمة اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الواجب علی کل مسلم محبتھم ومن محبتھم وجوب توقیرھم وای توقیرلھم عند من ھدم قبورھم حتی بدت ابدانھم واکفانھم کما ذکر بعض علماء نجد فی المسوال ارسله الی انتھی مختصراً۔

مُلّا اسمٰعیل دہلوی تقویت الایمان کے صفحہ ۶۰ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ وارفع میں بکتا ہے کہ (میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں) جب سید المرسلین علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت ان مُلّا عنہ کا ایسا ناپاک خیال ہے اور اُن کے روضۂ اطہر اور شہداء وصحابۂ کرام علیہم رضوان کے قبور کو منہدم کرنے کا بیہودہ خیال ہے تو باقی اموات عامۂ مومنین صالحین کی نسبت کیا پوچھنا چاہیے۔ جب قبور مومنین بلکہ انبیاء واولیاء علیہم الصلاۃ والسلام اجمعین کا توڑنا اور منہدم کرنا شعار نجدیہ وہابیہ ہوا تو

لہ سابقہ علامہ بصری علیہ الرحمۃ کے قول میں گذرا کہ نجدی نے جب قبور شہداء وصحابہ کرام علیہم الرضوان کو شہید کیا تو اُن میں اُن کے

کسی کو جائز نہیں کہ وہ صورت مسئولہ میں قبور مومنین اہلسنت کو توڑ کر بلکہ اُن کو کھود کر اُن پر اپنی رہائش و آسائش کے مکان بنا کر اُن میں لذاتِ دنیا میں مشغول و منہمک ہو تو قطعاً و یقیناً اصحابِ قبور کو ایذا دینا اور ان کی اہانت اور توہین کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔

اہلسنت کے نزدیک انبیاء و شہداء و اولیاء اپنے ابدان مع اکفان سے زندہ ہیں

کہ اہلسنت کے نزدیک انبیاء و شہداء و اولیاء علیہم التحیۃ والثناء اپنے ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہ السلام کے ابدان شریفہ زمین پر حرام کیے گئے ہیں کہ وہ اُن کو کھاوے اسی طرح شہداء و اولیاء علیہ الرحمۃ والثناء کے ابدان و اکفان بھی قبور میں صحیح و سلامت رہتے ہیں وہ حضرات روزی و رزق دیئے جاتے ہیں۔ علامہ شبلی علیہ الرحمۃ شفاء السقام میں لکھتے ہیں: وحیاۃ الشہداء اکمل واعلیٰ فھذا النوع

کفن اور بدن شریف سب سلامت تھے اور صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ عنہم کو مدفون ہوئے تخمیناً بارہ سو سال گذر چکے تھے بیس ہزار تُف ہے اسمٰعیل اور اس کے مقلدین وہابیہ رُوسیاہ پر کہ ان کا ایسا ناپاک عقیدہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس واطہر کے ساتھ جو مسلمان کی شان کے بالکل خلاف ہے اللہ تعالےٰ اہل سنت کو اُن کی صحبتِ بد سے بچائے آمین ثم آمین!!

۱۲ منہ عفی عنہ

من الحیاۃ والرزق لا یحصل لمن لیس فی رتبتھم واعا حیاۃ الانبیاء اعلی واکمل واتعد من الجمیع لانھا للروح والجسد علی الدوام علی ماکان فی الدنیا۔ اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں:

اولیاء گفتہ اند ارواحا اجادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجساد می کنند وگاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید میگویند کہ رسول خدا را سایہ نبود صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارواح ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند و بسبب ہمیں حیات اجساد آنہارا ور قبر خاک عنی خورد بلکہ کفن ہم میماند ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواح مومنین ہر جا کہ خواہد سیر کنند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالیٰ اجساد ایشاں را قوت ارواح مبدہد کہ در قبور نما میخوانند و ذکر می کنند و قرآن میخوانند اھ۔

شیخ الہند محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

اولیائے خدا نقل کردہ شدند زیں دار فانی بدار بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوشحال اند و مردم را ازاں شعور نیست الخ۔

اور علامہ علی قاری شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

لا فرق لھم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ

اولیاء کی دونوں حالت حیات و ممات میں اصلاً فرق نہیں اسی

لا یموتون ولکن ینقلبون من دار الی دار الخ

لیے کہا گیا کہ وہ مرے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے میں تشریف لے جاتے ہیں:

وقائع اولیائے کرام بعد وصال

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح صدور میں اولیائے کرام علیہم رضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند روایات مستندہ لکھتے ہیں جو یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

مُردہ دیکھ کر مسکرایا

امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہٗ اپنے رسالہ میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز اقدس اللہ سرہٗ المناز سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا باب بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا جب میں نے اس کی طرف نظر کی مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا:

یا ابا سعید اما علمت ان الاحباء احیاء وان ماتوا وانما ینقلبون من دار الی دار۔

ابو سعید کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مر جائیں وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بُلائے جاتے ہیں:

فقیر نے قبر میں آنکھیں کھول دیں

وہی عالیجناب حضرت سیدی ابو علی قدس سرہٗ سے راوی میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا جب کفن کھولا اس کا سر خاک پہ

رکھدیا کہ اللہ ان کی غربت پر رحم کرے فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا:

ابا علی تذللنی بین یدی من یدللنی۔ اے ابو علی تم مجھے اُس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے۔

میں نے عرض کی اے سردار میرے کیا موت کے بعد زندگی ؟

فرمایا: بلی افاحی وکل محب لہٗ نصرنلک بجاھی غدا۔ میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے بیشک وہ وجاہت وہ عزت جو مجھے روزِ قیامت ملے گی اُس سے میں تیری مدد کروں گا۔

فوت شدہ مرید نے داہنی کروٹ میری طرف کردی

وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہٗ سے راوی میرا ایک مرید جوان مرگیا مجھے سخت صدمہ ہوا نہلانے بیٹھا گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتداء کی جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی داہنی کروٹ میری طرف کی میں نے کہا جانِ پدر تو سچا ہے مجھی سے غلطی ہوئی۔

ایک مرید تختہ پر

وہی امام حضرت ابو یعقوب سوسی نہر جوری قدس سرہٗ سے راوی ہیں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختہ پر لٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا میں نے کہا جان پدر میں جانتا ہوں کہ تو مُردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔

کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا

جناب ممدوح انہیں عارف موصوف سے راوی مکہ معظمہ میں

ایک مرید نے مجھ سے کہا پیر و مرشد میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا،
حضرت ایک اشرفی لیں آدھی میں میرا دفن آدھی میں میرا کفن کریں
جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا
پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا تو رُوح نہ تھی مَیں نے قبر میں اُتارا آنکھیں کھول
دیں مَیں نے کہا کیا موت کے بعد زندگی، کہا
انا حی وکل محب للّٰہ حی۔ مَیں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر دوست زندہ ہے۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نامناسب افعال کرنے سے اموات مسلمین کو ایذا ہوتی ہے

اور بعض عامہ مومنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے
ہوں تاہم اُن کی قبور پر بیٹھنے بلکہ اُن پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتوں
کی آواز کرنے سے اُن کو ایذا ہوتی ہے احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت
بلا رَیب ہے۔ حاکم و طبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی
کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پہ بیٹھے
دیکھا فرمایا:

یا صاحب القبر انزل	او قبر والے قبر سے اُتر آ
من القبر لا تؤذی	نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے
صاحب القبر ولا یوذیك۔	نہ وہ تجھے؛

سعید بن منصور اپنی سُنن میں راوی کسی نے حضرت سیدنا عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبر پہ پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ۔ مجھے جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یونہی مُردہ کی ۔

امام احمد علیہ الرحمۃ بسند حسن انہیں حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لا تؤذ صاحب ھذا القبر۔ اس قبر والے کو ایذا نہ دے ۔

یا فرمایا لا تؤذہ۔ اسے تکلیف نہ پہنچا ۔

اس ایذا کا تجربہ بھی تابعین عظام اور دوسرے علمائے کرام نے جو صاحب بصیرت تھے کرلیا ہے۔ ابن ابی الدنیا ابو قلابہ بصری سے راوی میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا رات کو خندق میں اترا وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کے سو گیا جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے:

لقد آذیتنی عندا اللیلۃ۔ اے شخص تو نے مجھے رات بھر ایذا دی ۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان نہدی سے وہ ابن میناتابعی سے راوی میں مقبرے میں گیا دو رکعت نماز پڑھ کر لیٹ رہا خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے:

قم فقد آذیتنی۔ اٹھ کہ تو نے مجھے اذیت دی ۔

حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی اگر میں تپائی بھال پر قدم رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پر پاؤں رکھوں۔ پھر فرمایا ایک شخص

نے قبر پر پاؤں رکھا۔ جاگتے میں سُنا:

الیك عنی یا رجل ولا تؤذنی۔ اے شخص الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے:

اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں:

اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانھم یتأذون بخفق النعال۔ مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حنفی نے خبر دی کہ جوتے کی پہچل سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے:

اسی واسطے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قبر پر رہنے کا مکان بنانا یا قبر پر بیٹھنا یا سونا یا اُس پر یا اُس کے نزدیک بول و براز کرنا، یہ سب اُمور اشد مکروہ قریب بحرام ہیں۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

ویکرہ ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام او یطاء علیہ او یقضی حاجۃ الانسان من بول او غائط الخ

علامہ شامی اُس کی دلیل میں حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

لان المیت یتأذی بما یتأذی بہ الحی۔ یعنی اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اُس سے مُردے بھی ایذا پاتے ہیں: بلکہ

حدیث دیلمی نے امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کلیہ کی تصریح روایت کی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

المیت یؤذیہ فی قبرہ مایؤذیہ فی بیتہ۔ میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اُس سے اذیت پاتا ہے:

حدیث ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔

اذا المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ۔ مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں اُسے تکلیف پہنچائی۔

اور اظہر من الشمس ہے کہ قبور کو کھود کر ان پر رہنے کا مکان بنایا تو اس میں یہ سب اُمور موجود ہیں جس سے یقیناً اہلِ قبور کی توہین ہوتی ہے اور ان کو ایذا دینا ہے جو ہرگز ہرگز ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے۔

اعتراض اگر کوئی معترض کہے کہ شرح کنز میں علامہ زیلعی لکھتے ہیں ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ۔

تو جواب اس کا اوّلاً یہ ہے کہ یہ قول علامہ زیلعی کا احادیث مذکورہ اور روایات مسطورہ کے معارض ہے لہٰذا قابلِ قبول نہیں ہے اور

ثانیاً یہ کہ علامہ شرنبلالی نے اِمدادُ الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کو ردّ کر دیا ہے۔ دوسری روایاتِ مَعارضہ سے پس قابلِ تعمیل نہیں قال فی الامداد و یخالفہ خانیۃ اذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ الخ یعنی جب قبر میں میت گل کر مٹی بھی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے۔ کہ اس کی تعظیم و حُرمت کے خلاف ہے کہ اُس میّت کی تعظیم اور حُرمت اب بھی باقی ہے اور

مؤیّد ہے اس کی وہ جو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ میں لکھا ہے:

معناه ان الارواح تعلم بترك اقامة الحرمة والامتهانة فتأذى بذالك۔

یعنی قبر پر تکیہ لگانے سے جو اہلِ قبور کو تکلیف ہوتی ہے اس کے یہ معنے ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا لہذا ایذا پاتے ہیں:

اور علامہ شیخ الہند علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روح وے نہ خوش میدارد و راضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن اہانت او استخفاف را بوے۔ جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہلِ قبور کی اہانت اور اُن کی توہین اور اُن کی ترک تعظیم ہوتی ہے تو اس پر کھیتی کرنے سے اور اس پر مکان بنانے سے تو بطریق اَولیٰ اُنکی توہین ہوگی۔

اور ثالثاً یہ کہ ہم میاں معترض نجدی شعار سے پوچھتے ہیں کہ تجھ کو کیسے معلوم ہوا کہ میّت بالکل مٹی ہو گیا ہے اور اس کی ہڈی ہی باقی نہیں رہی ہے اس واسطے کہ ابھی تک قبر کھودی نہیں گئی ہے اور نہ میّت کے مٹی ہونے کا قرآن اور حدیث میں کوئی وقت مقرر ہوا ہے کہ اتنی مدّت کے بعد میّت کی ہڈیاں بھی مٹی ہو جاتی ہیں بلکہ تجربہ سے بارہا مشاہدہ ہوا ہے کہ کسی بہت پرانی بستی کے اطراف میں کوئی جائے کھودی جائے تو اس میں قبور نکلے جن میں ہڈیاں (بلکہ بعض کے ابدان) اب تک باقی و سلامت تھیں کتبوں سے تین تین چار چار صدیوں کے قبور معلوم ہوتے تھے تو بلا دلیل بلا ضرورت شرعی کے کسی ممنوع امر کا

کسی مُبْہَم روایت کی بناء پر مُرتکب ہونا ہرگز جائز نہیں ہے

اعتراض اگر معترض پھر عود کرے اور کہے کہ بمبئی وغیرہ عظیم شہروں میں قبور کھود کر ان میں دوسرے اموات دفن کیے جاتے ہیں تو اگر قبور کھودنے سے اموات کی توہین ہوتی ہے تو ان شہروں میں یہ کام کیوں ہوتا ہے ؟

تو جواب اس کا یہ ہے کہ ان شہروں میں جائے بہت تنگ ہے ۔ قبرستانوں میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ میّت کے لیے الگ الگ قبر ہو لہٰذا اس ضرورت شدیدہ سے یہ جائز ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات قاعدہ متفقہ ہے۔ کبیری شرح منیہ میں ہے ولا یحضر قبر لدفن اٰخر مالم یبل الاول فلم یبق له عظم الا عند الضرورة بان لم یوجد مکان سوا الخ بالجملہ صورت مسؤلہ میں قبور کو کھود کر اُن پر مکانات بنانا ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے اور بلا شبہہ و شک ایسا کرنے سے اہلِ قبور کی توہین ہوگی جو جائز نہیں ہے ھذا ماعندی والعلم الاتم عند ربی قاله بفمه وامر برقمه۔

العبد الفقیر محمد عمر الدین السنی الحنفی

القادری الهزاروی عفا الله تعالٰی عنه۔

جو کچھ مُجیب لبیب نے لکھا ہے حق اور ثواب ہے چنانچہ خزانۃ الروایۃ میں مرقوم ہے فی مفید المستفید عن مفاتیح المسائل واذا صار المیت ترابا فی القبر یکره دفن غیره فی قبره لان الحرمة باقیة انتهی اور یہ بھی خزانۃ الروایہ میں

ہے لا یجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا او مسجد الا ان موضع القبر حق المقبور ولهذا لا یجوز نبشه انتهی مختصرا۔

نمقه الراجی الی رحمة ربه الشکور عبد الغفور صانه الله عن الآفات والشرور۔

لله در المجیب حیث اجاب فاجاد واصاب فیما افاد حرره المسکین محمد بشیر الدین عفی عنه۔

اس فتوے کو دیکھا فتویٰ صحیح ہے جواب درست ہے۔

حررہ محمد عبد الرشید دہلوی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح محمد فضل المجید عفی عنہ

الجواب صحیح وصواب حررہ العبد المفتقر مطیع الرسول عبد المقتدر القادری البدایونی عفی عنہ

(مہر: مطیع الرسول قادری حنفی محمد عبد المقتدر ۱۳۱۷ھ)

ذلک کذلک محمد فضل احمد البدایونی عفی عنہ

المجیب مصیب۔

(مہر: قادری محمد ابراہیم ۱۳۱۸ھ)

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب محمد حافظ بخش المدرس بالمدرسۃ المحمدیۃ بلدۃ بدایوں۔

(مہر: حنفی محمد حافظ بخش ۱۳۱۷ھ)

صح الجواب حررہ عبد الرسول محب احمد عفی عنہ المدرس بالمدرسۃ الشمسیۃ الکائنۃ بجامع بدایوں۔

(مہر: محب احمد قادری عبد الرسول)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الارض کفاتا واکرم المؤمنین احیاء وامواتا وجعل موتھم راحۃ وسباتا وحرم اھانتھم تحریما بتاتا والصلوۃ والسلام علی من سقانا من فضلہ وفضلتہ ماء فراتا واعطانا فی کل محجۃ ابلجۃ نقضا واثباتا وابدا عظیم المؤمنین ابد الابدین ولم یوقت لہ میقاتا فجعلھم عظاما وان صاروا عظاما وحرم ایذاءھم ولوکان نوارفاتا وعلی الہ وصحبہ واھلہ وحزبہ المکرمین عنداللہ جمیعا واشتاتا۔

جزی اللہ المجیب خیرا ویثیب

جامع الفضائل قامع الرذائل حامی السنن ماحی الفتن مولنا مولوی محمد عمرالدین جعلہ اللہ کاسمہ عمرالدین وبسعیہ ورعیہ عمرالدین کاجواب نا ہج مناہج صواب کافی ووافی ہے مگر بحکم المامور معذور بنظر تکثیر افاضہ دو وصل مفید کا اضافہ

منظور۔ **وصل اوّل**: اس بیان مجیب کی تائید و تصویب میں کہ قبور مسلمین کی تعظیم ضرور اور اہانت مخظور اور یہ کہ کیا کیا امور موجب ایذائے اصحاب قبور یہاں اگر سلسلۂ سخن میں بعض امور مذکورۂ جواب کا اعادہ ہو تو غیر محذور کہ تکرر فرع موجب مزید تاکید و اوقع فی الصدور و رع و المسلک ما کررتہ، ینضوع۔

وصل دوم میں احقاق مرام و ازہاق اوہام و تبکیت مخطیان نجدیۂ لیام اور اس امر کا بیان کامل و تام کہ مقابر عام مسلمین میں کوئی وقفی مکان بھی بنانا حرام نہ کہ اپنی سکونت و آرام کا مقام نیز روایت علامہ زیلعی کی تحقیق انیق اس وصل میں دو فتاویٰ فقیر کی نقل پر قناعت ہے کہ ان میں بحمد اللہ تعالیٰ کفایت ہے و باللہِ التوفیق۔

وصل اوّل

علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ مسلمان کی عزت زندہ و مردہ برابر ہے محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں الاتفاق علی ان حرمۃ المسلم میتا کحرمتہ حیا اھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کسر عظم المیت واذاکسرہ حیا مردے کی ہڈی توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ایسا ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا رواہ الامام احمد و ابوداؤد و ابن ماجۃ باسناد حسن عن ام المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا۔ یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے۔

سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں المیت یؤذیہ فی قبرہ مایؤذیہ فی بیتہ مُردے کو قبر میں بھی اس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اُسے اذیت ہوتی۔

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں افادان حرمۃ المؤمن بعد موتہ باقیۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی حرمت بعد موت کے بھی ویسے ہی باقی ہے۔

حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ۔ مسلمان مُردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ۔

علماء فرماتے ہیں:

المیت یتأذی بمایتأذی بہ الحی۔ جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں۔ کذا فی ردالمحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار۔

علامہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اَشِعَّۃُ اللمعات میں امام علامہ ابوعمر یوسف بن عبدالبر سے نقل فرماتے ہیں:

ازینجا مستفاد میگردد کہ میّت متألم میگردد بتمام آنچہ متألم میگردد بداں حی ولازم ایں ست کہ متلذذ گردد بتمام آنچہ متلذذ میشود بداں زندہ انتہی کلامہ۔

یہاں تک کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کو چلنا حرام ہے۔

فی الشامیۃ عن الطحطاویۃ اٰخر کتاب الطہارۃ نصوا علی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیہا حرام۔

اور فرماتے ہیں مقبرے کی سبز گھاس کاٹنا حرام ہے کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرتی ہے اس سے اموات کا دل بہلتا ہے اور اُن پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز مگر وہاں سے تراش کر جانوروں کے پاس لے جائیں اور یہ ممنوع ہے کہ انہیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں۔

فی جنائز رد المحتار یکرہ ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرۃ دون الیابس کما فی البحر والدرر وشرح المنیۃ وعللہ فی الامداد بانہ ما دام رطبا یسبح اللہ تعالٰی فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ اھ ونحوہ فی الخانیۃ انتہی وفی العلمگیریۃ عن البحر الرائق لوکان فیہا حشیش یحش ویرسل الی الدواب ولا ترسل الدواب فیہا اھ۔

حدیث نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو مقابر میں جوتا پہنے چلتے دیکھا ارشاد فرمایا ہائے کمبختی تیری اے طائفی جوتے والے پھینک اپنی جوتی۔ اخرج الائمۃ ابوداؤد والنسائی والطحاوی وغیرہم عن بشیر بن الخصاصیۃ واللفظ الامام الحنفی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی رجلا یمشی بین القبور فی نعلین فقال ویحک یا صاحب السبتیتین الق سبتیتک اھ السبتیۃ

بکسر المهملة وسکون الموحدة ھی التی لا شعر فیھا قال القاضی عیاض کان من عادۃ العرب لبس النعال بشعرھا غیر مدبوغة وکانت المدبوغة تعمل بالطائف وغیرہ الخ

فاضل محقق حسن شرنبلالی اور اُن کے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی فرماتے ہیں چلنے میں جو آواز کفش یا سے پیدا ہوتی ہے اموات کو رنج دیتی ہے۔

حیث قال فی مراقی الفلاح اخبرنی شیخی العلامة محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمه الله تعالٰی بانهم یتأذون بخفق النعال انتهی اھ اقول ووجهه ما سیأتی عن العارف الترمذی رحمه الله تعالٰی۔

حدیث نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابه فتخلص الی جلدہ خیرله من ان یجلس علی قبر۔ بیشک آدمی کو آگ کی چنگاری پر بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر جلد تک توڑ جائے اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن سیدنا ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حدیث عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں مجھے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا ارشاد فرمایا او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اُتر آ صاحبِ قبر

کو ایذا نہ دے نہ وہ تجھے ایذا پہنچائے۔

اخرج الطحاوی فی معانی الاثار والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن والحاکم وابن مندۃ عن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالسا علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک ولفظ الامام الحنفی فلا یؤذیک۔

حدیث اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا عمرو بن حزم کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا:

لا تؤذ صاحب القبر۔ صاحب قبر کو ایذا نہ دے۔

کما فی المشکوٰۃ وھذا الحدیث لا یلائمہ تاویل الامام ابی جعفر والنھی عن شیئ لا ینافی النھی عن اعم منہ فافھم شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ شرح میں فرماتے ہیں۔ شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش میدارد و راضی نیست کردن بر قبر وے از جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوے[1] اھ

اقول اس توجیہ پر امام علامہ محدث عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہ نے جزم فرمایا تصریح فرماتے ہیں کہ ارواح کو اُن کی بے حرمتی وتنقیص شان معلوم ہو جاتی ہے لہذا ایذا پاتے ہیں

---

[1]

سیدی عبدالغنی فی الحدیقة عن نوادر الاصول معناہ ان الارواح تعلم بترك اقامة الحرمة والاستہانة فتتاذی بذلك اھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان امشی علی جمرة او سیف او اخصف نعلی برجلی احب الی من ان امشی علی قبر۔ البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں۔ (رواہ ابن ماجۃ عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واسنادہ جید کما افادالمنذری۔)

حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لأن اطاء علی جمرة احب الی من ان اطأ علی قبر مسلم بیشک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے (رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن قالہ الامام عبدالعظیم) انہیں صحابی اجل سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا، کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ میں جس طرح مسلمان کی ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں یونہی بعد موت کے اس کی ایذا کو ناپسند رکھتا ہوں۔ اخرجہ سعید بن منصور فی سننہ کما فی شرح الصدور۔

اقول وھذہ الاحادیث تؤید ما اخترنا وتؤذن ان تاویل ابی جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ لیس فی مسئلہ فیما فی عامة الکتب فاخذ لاعتضادھا بنصوص الاحادیث ولانہ

علیہ الا ان العمل بما علیہ الاکثر وانہ لا یعدل عن روایۃ ما وافقتھا درایۃ فکیف اذا کان ھو الاشھد الا ظھر الاکثر الازھر وبھذا ماز عم العلامۃ البدر فی العمدۃ فتبصر۔ انہیں احادیث سے ہمارے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے بے ضرورت[1] قبر پر چلنے اور اس پر بیٹھنے اور پاؤں رکھنے سے منع فرمایا کہ یہ سب حرمت مومن کے خلاف اور ترک ادب وگستاخی ہے۔ ففی النوادر والتحفۃ والبدائع والمحیط وغیرھا ان اباحنیفۃ کرہ وطاء القبر والقعود والنوم او قضاء الحاجۃ علیہ کذا نقل العلامۃ ابن امیر الحاج فی الحلیۃ۔

اَقُوْل والکراھۃ عند الاطلاق کراھۃ تحریم کما صرحوا بہ مع ما یفیدہ من النھی الوارد فی الاحادیث معالا بالایذاء والایذاء حرام فھذا ماندین اللہ تعالیٰ بہ وان قیل وقیل حاشیۂ طحطاوی علی شرح نور الایضاح میں سراج وہاج سے ہے ان لم یکن لہ طریق الا علی القبر

---

[1] قولہ بے ضرورت ضرورت کی صورت مثلاً قبرستان میں میت کے لیے قبر کھودنے یا دفن کرنے جانا چاہتے ہیں بیچ میں قبریں حائل ہیں اس حاجت کے لیے اجازت ہے پھر بھی جہاں تک بن پڑے بچتے ہوئے جائیں اور ننگے پاؤں ہوں ان اموات کے لیے دعا واستغفار کرتے جائیں۔ فی حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح عن شرح المشکوٰۃ الوطأ لحاجۃ کدفن المیت لا یکرہ اھ وعن السراج فان لم یکن لہ طریق الا علی القبر جاز لہ المشی علیہ للضرورۃ ۔ ۱۲ منہ

جازلہ المشی علیہ للضرورۃ اھ

اَقُوْل وھذا ایضا دلیل علی ما اخترنا من کراھۃ التحریم فان المفہوم المخالف معتبر فی الروایات وکلام العلماء بالاتفاق فافادان المشی لایجوز بلا ضرورۃ ومالایجوز فادفاہ کراھۃ التحریم۔

سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں قال الوالد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فی شرحہ علی الدرر ویکرہ ان یوطاء القبر لماروی عن ابن مسعود الخ وذکرالاثر الذی رویناہ اور محیط سے نقل فرمایا یکرہ ان یطأ علی القبر یعنی بالرجل ویقعد علیہ اھ قولہ یعنی بالرجل قلت فسر بذلک لئلا یحمل علی الجماع اقول ویکرہ ایضا بل اشد لما فی من زیادۃ الاستخفاف کالوطأ علی سطح المسجد مع الدلالۃ علی تناھی القلب فی تناسی الموت فکان الحمل علی الوطأ بالرجل لیکون ادخل فی النھی عن الوطاء بمعنی الجماع بطریق دلالۃ النص لالانہ غیر مکروہ ھکذا ینبغی ان یفھم۔

اور جامع الفتاوٰی سے لائے انہ والتراب الذی علیہ حق المیت فلا یجوزان یوطاء۔

اور مجتبٰی سے ان المشی علی القبور یکرہ۔

اور شرعۃ الاسلام و شرح شرعہ سے من السنۃ ان لایطاء القبور فی نعلینہ فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان

یکرہ ذلک الخ

اور امام شمس الائمہ حلوائی سے انہ قال یکرہ۔

اور امام علی ترجمانی سے قال یاثم بوطاء القبور لان سقف القبر حق المیت اھ اقول و ھذا نص علی ما اخترنا من کراھۃ التحریم اذ لا اثم فی المکروہ تنزیہا لان[1] مرجعہ الی خلاف الاولی ولانہ[2] ربما تعمدہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیانا للجواز والنبی معصوم عن تعمد الاثم ولان[3] المؤثم لا یجوز فلا معنی لبیان الجواز ولانہم[4] صرحوا انہ یجامع الاباحۃ کما فی اشربۃ ردالمحتار عن العلامۃ ابی السعود والمعصیۃ لا تجامعہا ولانہم[5] یعبرون عنہا بنفی الباس وای باس اعظم من الاثم ولان[6] من للمؤثم واجب الترک و ما وجب ترکہ کان فعلہ مقارنا بالحرام وھذا معنی کراھۃ التحریم ولانہم[7] نصوا ان فاعل المکروہ تنزیہا لا یعاقب اصلا کما فی التلویح مع ما اعتقدنا ان اللہ تعالیٰ ان یعاقب علی کل جریرۃ ولا صغیرۃ فھذہ بحمد اللہ سبعۃ دلائل ناطقۃ بان ما وقع عن بعض ابناء الزمان فی رسالۃ شرب الدخان من ان المکروہ تنزیہا من الصغائر غلط فاحش وخطأ عظیم نعم قد صرح البحر فی بحرہ ان المکروہ تحریما منہا فتثبت ولا تخبط۔

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے فصل

فی زیارۃ القبور ندب زیارتھا من غیران یطأ القبور۔
اسی میں ہے کرہ وطؤھا بالاقدام لما فیہ من عدم الاحترام
وقال قاضی خان لو وجد طریقا فی المقبرۃ وھو یظن
انہ طریق احدثوہ لا یمشی فی ذالک وان لم یقع فی ضمیرہ
لاباس بان یمشی فیہ اھ ملخصا۔
اقول وھذا ایضا دلیل ما اخترناہ فانہ علق
نفی الباس علی ان لا یقع فی قلبہ انہ طریق علی قبر فافاد
وجود الباس فیما اذا وقع ذالک فی نفسہ وایضا قد تقدم
التصریح بالحرمۃ عن الشامی والطحطاوی عن
علمائنا رحمھم اللہ تعالیٰ۔
علامہ اسمٰعیل بابلسی حاشیہ درر وغرر میں فرماتے
ہیں لا باس بزیارۃ القبور والدعاء للاموات ان کانوا مومنین[1]
من وطاء القبور کما فی البدائع والملتقط اھ طریقہ محمدیہ میں ہے
من آفات الرجل المشی علی المقابر اھ

قبروں کو روندنے کی بجائے کنارۂ قبرستان سے دُعا کرلیں

امام علامہ محقق علی الاطلاق ان لوگوں پر اعتراض فرماتے ہیں جن کے اعزا واقربا کے گرد
مخلوق دفن ہے وہ ان کی قبروں کو روندتے ہوئے اپنے عزیزوں کی
گورتک جاتے ہیں انہیں چاہیے کنارۂ قبرستان سے زیارت اور دعا

---

[1] علی صیغۃ المفعول اے آمنین ۱۲۔

کرلیں اور اُن کی قبروں کے قریب نہ جائیں فقد قال فی الفتح یکرہ الجلوس علی القبر و وطؤہ وحینئذ فما یصنعہ من دفنت حول اقاربہ خلق من وطأ تلک القبور الی ان یصل الی قبر قریبہ مکروہ اھ۔

صاحب قبر نے شکایت کی

امام محدث حافظ الحدیث ابوبکر بن ابی الدنیا حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی اقبلت من الشام الی البصرۃ فنزلت الخندق فتطہرت وصلیت رکعتین باللیل ثم وضعت راسی علی قبر فنمت ثم انتبھت فاذا بصاحب القبر یشتکی و یقول لقد اذیتنی منذ اللیلۃ الخ یعنی میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا رات کو خندق میں اُترا وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا جب جاگا تو ناگاہ سُنا کہ صاحب قبر شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تو نے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی۔

صاحب قبر نے کہا قُمْ فَقَدْ اٰذَیْتَنِیْ

ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت ابو عثمان نہدی وہ ابن مینا تابعی سے راوی میں مقبرے میں گیا دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا صاحب قبر کہتا ہے قُمْ فَقَدْ اٰذَیْتَنِیْ اُٹھ کہ تو نے مجھے ایذا دی۔

قبر سے آواز آئی

امام حافظ ابو منذہ قاسم بن مخیمرہ سے راوی کسی شخص نے ایک قبر پہ پاؤں رکھا

قبر سے آواز آئی الیك عنی یا رجل ولا تؤذنی اپنی طرف ہٹ اے شخص میرے پاس سے اور مجھے ایذا نہ دے۔ ذکرھما العلامۃ السیوطی فی شرح الصدور اقول وفیھما تائیدا علیہ عامۃ علمائنا خلافا للامام ابی جعفر و من تابعہ من بعض المتاخرین

یہاں قبر ہے، قبر سے آواز آئی اور اس فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے حضرت سیدی ابوالحسین احمد نوری مدظلہ العالی سے سُنا کہ ہمارے بلاد میں مارہرہ مطہرہ کے قریب ایک جنگل میں گنج شہیداں ہے، کوئی شخص اپنی بھینس لیے جاتا تھا ایک جگہ زمین نرم تھی ناگاہ بھینس کا پاؤں جا رہا معلوم ہوا یہاں قبر ہے قبر سے آواز آئی، اے شخص تُو نے مجھے تکلیف دی تیری بھینس کا پاؤں میرے سینے پر پڑا۔ وفیھا قصۃ لطیفۃ تدل علی عظیم قدرۃ اللہ و عجیب صنعہ فی الشھداء۔

حکمِ مسئلہ اب بحمد اللہ تعالیٰ حکمِ مسئلہ مثلِ آفتاب روشن ہوگیا جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے اور اُس سے تکیہ لگانے اور مقابر میں جوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا اور علماء نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے۔ گورستان میں جو راستہ جدید نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبر پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ اُس کے پاس نہ سوئیں۔ سنّت یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ بلحاظِ ادب پاس بھی نہ جائیں دُور ہی سے زیارت کر آئیں اور قبرستان کی خشک گھاس اگرچہ جانوروں

کو کھلانا جائز فرمایا مگر یہ کہ یہاں سے کاٹ کرلے جائیں نہ کہ جانوروں کو مقابر میں چرائیں اور تصریح فرمائی کہ مسلمان کی عزت زندہ و مُردہ برابر ہے اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے، مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انہیں تکلیف دینا حرام۔ تو خود ظاہر ہوا کہ یہ فعل مذکور فِی السُّوال کس قدر بے ادبی و گستاخی و باعثِ گناہ واستحقاقِ عذاب ہے۔ جب مکان سکونت بنایا گیا تو چلنا پھرنا بیٹھنا لیٹنا، قبور کو پاؤں سے روندنا، ان پر پاخانہ پیشاب جماع سب ہی کچھ ہوگا اور کوئی دقیقہ بے حیائی اور اَمواتِ مسلمین کی ایذاء رسانی کا باقی نہ رہے گا والعِیَاذُ بِاللّٰہِ ربّ العلمین۔

علماء فرماتے ہیں جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں اُن میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے کما صَرَّحَ بہ العلامۃ المناوی رحمۃُ اللہ تعالٰی فی التیسیر شرح الجامع الصغیر اور ظاہر ہے کہ مقابرِ مسلمین میں صدہا مسلمانوں کی قبریں ہوتی ہیں بلکہ خدا جانے ایک ایک قبر میں کس کس قدر دفن ہیں تو بالضرورۃ ان میں بندگانِ مقبول بھی ضرور ہوں گے بلکہ اس امر کی اموات میں زیادہ اُمید ہے کہ بہت بندے خدا کے جو زندگی میں آلودہ گناہ تھے بعد موت پاک و طیب ہوگئے۔

موت کفّارۂ گناہ ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، اَلْمَوتُ کَفَّارَۃٌ لِکُلِّ مُسْلِم۔ موت کفارۂ گناہ ہے ہر سُنّی مسلمان کے لیے۔

ے فائدہ جلیلہ محاورۂ قرآن وحدیث میں مومن و مسلم خاص اہلسنت کو

اخرجه ابو نعیم والبیهقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال السیوطی صححہ ابن العربی۔ اسی لیے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا فاجر مُعلِن کے فسق و فجور کا اس کی زندگی میں اعلان کیا جائے تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں۔

بعد موت فاسق و فاجر کو بُرا کہنے کی ممانعت

اخرج ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والترمذی فی النوادر والحاکم فی الکنی والشیرازی فی الالقاب وابن عدی فی الکامل والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی السنن والخطیب فی التاریخ کلھم عن الجارود عن

کہتے ہیں کہ زمانہ نزول قرآن عظیم وارشاد احادیث کریمہ میں صرف اہل حق اہلسنت اہل جماعت ہی تھے اس زمانہ برکت نشان میں کسی بد مذہب مبتدع کا ہونا محال تھا کہ مذہبی شبہہ و تاویل سے پیدا ہوتی ہے جسے یقین قطعی سے بدلنے والے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ فرما تھے اگر شبہہ گذرتا حضور کشف فرماتے شبہہ والا مانتا تو سنی ہوتا نہ مانتا تو کافر ہو جاتا۔ یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی ولہذا آیہ کریمہ وَیَتَّبِع غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْن سے جب علماء نے حجیّتِ اجماع پر استدلال کیا تصریح فرمادی کہ مبتدعین کا اتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں کہ مومنین سے مراد امت اجابت ہیں۔ مبتدعین امت اجابت نہیں امت دعوت ہیں دیکھو توضیح وتلویح بحث اجماع وغیرہ۔ یہ فائدہ نفیسہ یاد رکھنے کا ہے کہ انما المؤمنون اخوۃ وغیرہا آیات واحادیث میں مومنین سے اہلسنت ہی مراد ہیں انہیں کے

بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ۔ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس اور بعد موت کیسا ہی فاسق فاجر ہو اُس کے برا کہنے اور اس کی برائیاں ذکر کرنے سے منع فرمایا کہ وہ اپنے کیے کو پہنچ گیا۔ اخرج الامام احمد والبخاری والنسائی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا تسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ما قدموا[۱] واخرج ابوداؤد والترمذی والحاکم والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم[۲] واخرج النسائی بسند جید عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تذکروا ھلکاکم الا بخیر[۳]۔

بعد اس اطلاع کے بھی اگر ایسے اشخاص اپنی حرکت سے باز

باہم اتفاق و اتحاد کا حکم ہے نہ وہ خذلہا اللہ تعالیٰ کی تعمیم اور تمام گمراہوں بد مذہبوں سے اتحاد و وداد کی تعلیم سب بے دینوں کی تکریم و تعظیم پر ان نصوص کو پیش کرنا محض بد دینی و ضلالت ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ۱۲ منہ حفظہ ربہ۔

نہ آئیں تو اب ان کی گستاخیاں عوام مومنین کے ساتھ ہی نہیں بلکہ حضرات اولیائے کرام کے ساتھ بھی ہوں گی اور اَشَدُّ و اَعْظَم مصیبت اس کی جو اولیاء کی جناب رفیع میں گستاخی ہو۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ جل جلالہ فرماتا ہے من عادلی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب جو میرے کسی ولی سے دشمنی باندھے تو بیشک میں نے اس سے لڑائی کا اعلان کر دیا۔ (رواہ الامام البخاری عن سیدنا ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اقول وکفی بالجامع الصحیح حجۃ وان کان فی القلب الذھبی ماکان۔ غرض ان لوگوں پر ضرور ہے کہ اپنے حال سقیم پر رحم کریں اور خدائے جبار قہار جل جلالہ کے انتقام سے ڈریں اور مسلمانوں کے اَموات کو ایذا نہ پہنچائیں۔ آخر انہیں بھی اپنے اُمثال کی طرح ایک دن زمین میں جانا اور بےکس بےبس ہو کر پڑنا ہے جیسے آج یہ لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں ویسا ہی اور لوگ کل ان کے ساتھ کریں گے۔ ؎

عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما تدین تدان اخرجہ ابن عدی فی الکامل عن ابن عمر و احمد فی المسند عن ابی الدرداء و عبد الرزاق فی الجامع عن ابی قلابۃ مرسلا وھو عند الاٰخرین قطعۃ حدیث قلت ولہ شواھد جمۃ وھو من جوامع کلمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اللہ کی طرف

؎

تشکو ہے کہ یہ بلا ان جاہلوں میں اُن اجہلوں کی پھیلائی ہوئی ہے جنہوں نے اموات کو بالکل پتھر سمجھ لیا کہ مر گئے اور خاک ہو گئے نہ اب کچھ سُنیں نہ سمجھیں نہ کسی چیز سے ایذا یا راحت پائیں اور جہاں تک بن پڑا قبور مسلمین کی عظمت قلوب عوام سے چھین ڈالی۔

فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۝

وصل دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ فتوائے اولیٰ

مسئلہ از کلکتہ امرتلا لین نمبر ۸ مرسلہ حاجی لعل خاں صاحب وبار دوم بلفظ از کانپور بازار نیا گنج کمپنی داؤد جی دادا بھائی سورتی مرسلہ عبدالرحیم صاحب، ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ ایک سطح وقف زمین جو کہ قبرستان کے نام سے مشہور ہے جس کی ایک طرف چند پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں اور باقی ایک تہائی سطح میدان پڑا ہوا ہے اور وہاں کے عمر رسیدہ قریب اسی سو برس کے بزرگوں سے تحقیق کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے ہوش سے ہم لوگوں کے جاننے میں کسی حصہ اس سطح زمین میں کوئی میت دفن نہیں ہوا ہے اس پر چند مسلمانان عالی ہمت نے اس تہائی خالی سطح زمین پر مدرسہ و کتب خانہ بنانے کے لیے حاکم وقت سے درخواست کی۔ تحقیق کرنے کے بعد کہ وہاں کوئی قبر نہیں ہے حاکم

نے اجازت دی۔ اُن حضرات نے مدرسہ وکتب خانہ بنانے کے لیے تمام سامان فراہم کیا ہے۔ اس صورت میں ایسے مقام پر مدرسہ و کتب خانہ بنانا درست ہے یا نہیں اور مدرسہ کی نیو کھودتے وقت اگر اچانک وہاں مُردہ کی بوسیدہ ہڈی نکلے تو اس کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا۔

الجواب

وقف کی تبدیلی جائز نہیں۔ جو چیز جس مقصد کے لیے وقف ہے اُسے بدل کر دوسرے مقصد کے لیے کر دینا روا نہیں جس طرح مسجد یا مدرسہ کو قبرستان نہیں کر سکتے۔ یونہیں قبرستان کو مسجد یا مدرسہ یا کتب خانہ کر دینا حلال نہیں۔ سراج وہاج پھر فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

لا یجوز تغییر الوقف عن ہیائتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر ما یری فیہ مصلحۃ الوقف اھ قلت فاذا لم یجز تبدیل الھیأۃ فکیف بتغییر اصل المقصود۔

اور اس بارۂ قبرستان میں سو برس سے کوئی قبر نہ ہوا اُسے قبرستان ہونے سے خارج نہیں کر سکتا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول مفتیٰ بہ پر تو واقف کے صرف اتنے کہنے سے کہ میں نے یہ زمین دفن مسلمانان کے لیے وقف کی یا اس زمین کو مقبرۂ مسلمین کر دیا وہ تمام زمین قبرستان ہو جاتی ہے اگرچہ ہنوز ایک مُردہ بھی دفن نہ ہوا ہو اور امام محمد کے قول پر ایک شخص کے دفن سے

ساری زمین قبرستان ہو جاتی ہے۔

اسعاف پھر رد المحتار میں ہے تسلیم کل شیئ بحسبه ففی المقبرة بدفن واحد وفی السقایة بشربه وفی الخان بنزوله۔

ہدایہ و ہندیہ میں ہے وعند ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی یزول ملکه بالقول کما هو اصله وعند محمد رحمه اللہ تعالٰی اذا استقی الناس من السقایة وسکنوا الخان والرباط ودفنوا فی المقبرة زال الملك ویکتفی بالواحد لتعذر فعل الجنس کله وعلی هذا البئر والحوض۔

در منتقی و شامی میں ہے قدم فی التنویر والدرر والوقایة وغیرها قول ابی یوسف وعلمت ارجحیته فی الوقف والقضاء۔

پس صورت مستفسرہ میں وہاں مدرسہ و کتب خانہ بنانا ہی جائز نہیں اگرچہ مُردہ کی ہڈی نہ نکلے اور نکلنے کی حالت میں ممانعت اور اشد ہو جائے گی کہ قبر مسلم کی بے حرمتی ہوئی۔ کما بیناہ فی الامر باحترام المقابر واللہ تعالٰی اعلم۔

فتوائے ثانیہ

مسئلہ از کانپور مسجد رنگیان مرسلہ مولوی شاہ احمد حسن صاحب مرحوم بوساطت جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ ہجری۔

بخدمت سراپا برکت مولانا صاحب المجدد مائۃ حاضرہ صاحب حجت قاہرہ امام جماعت عالم سنت مولانا وسیدنا المولوی

محمد احمد رضا خاں صاحب تمت فیوضاتہم وعمت سکنۃ المشارق والمغارب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کانپور مولوی احمد حسن صاحب سے ملاقات ہوئی کہتے تھے کہ بالفعل ایک اشد ضرورت ہے وہ یہ کہ جامع العلوم والوں نے ایک فتویٰ لکھا مُستفتی میرے پاس لایا۔ میں نے اُن کے خلاف جواب لکھا۔ جامع العلوم والوں نے اُس کو دیو بند بھیجا۔ اُنہوں نے اپنے ہم مذہبوں کے جواب کی تصدیق کی۔ مُستفتی پھر میرے پاس آیا کہ اب میں کس کے قول پر عمل کروں میں نے کہا کہ جو فیصلہ حکم کرے اُس پر عمل کرو۔ حضرت مولٰنا سے بڑھ کر کون حَکَم ہے۔ لہذا اس اِستفتا کو اپنے ہمراہ لیتے جاؤ اور مولٰنا سے جواب لکھوالو اور فوراً روانہ کردو چونکہ میرا ارادہ حاضری کا تھا میں نے اِستفتا لے لیا اور اتفاق کہ میں حاضر نہ ہوسکا اور یہ بہت ضروری ہے لہذا اس عریضہ کو میں ہمراہ سیّد عبدالشکور صاحب حاضر خدمت کرتا ہوں اسی وقت فیصلہ لکھ دیجئے اور سیّد صاحب ہی کے ہمراہ واپس فرمائیے کہ میں روانہ کر دوں۔ مولوی احمد حسن صاحب انتظار میں ہوں گے۔

نقل اِستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک سطح وقف زمین کہ قبرستان کے نام سے مشہور ہے جس کی ایک طرف چند پُرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں

الخ (بعینہ سوال آمدہ از کلکتہ امرتلالین واز کانپور بازار نیا گنج ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ کہ عنقریب فتاوٰی میں گذرا)

جواب اہالی مدرسہ جامع العلوم ایسے مقام پر کتب خانہ اور مدرسہ بنانا جائز ہے لعدم المانع اور اگر بوسیدہ ہڈی اتفاقی طور پر نکل آئے تو اُس کو کہیں دفن کر دے وقال الزیلعی ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ اھ شامیہ صفحہ ۵۹۹ واللہ اعلم

الاحقر محمد رشید مدرس دوم
مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

دو عالم زفیض محمد رشید
۱۳ ھ ۱۳

من اجاب فقد اصاب محمد عبداللہ عفی عنہ

ہذا الجواب غیر صحیح لانہ مخالف لعبارۃ الفقہاء
محمد عبدالرزاق مدرس مدرسہ
امداد العلوم کانپور۔

محمد عبدالرزاق

خلاصۂ جواب جناب مولوی احمد حسن صاحب

صورت مسئولہ میں اس مقام پر کتب خانہ و مدرسہ بنانا ناجائز ہے اس لیے کہ یہ جگہ جب مقبرہ کے نام سے مشہور اور وقف ہے تو شرعاً یہ مقبرہ سمجھا جائے گا اور اس مقبرہ کے لیے یہ زمین وقف ہو گی اور اُس کی شہرت اس کے ثبوت کے لیے دلیل کافی ہے درمختار میں ہے تقبل فیہ الشہادۃ بالشہرۃ الخ رد المحتار میں ہے الخ

عالمگیریہ الشہادۃ علی الوقف بالشہرۃ تجوز الخ اور اس کے مندرس ہوجانے سے دوسرا کوئی نفع لینا درست نہ ہوگا۔

قاضی خاں مطبوعہ مصر جلد ثالث صفحہ ۳۱۴ مقبرۃ قدیمۃ بمحلۃ لم یبق فیہا اثار المقبرۃ ھل یباح لاھل المحلۃ الانتفاع بہا قال ابو نصر رحمہ اللہ تعالٰی لا یباح۔

علمگیری جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷۰ و ۴۷۱ سئل القاضی الامام شمس الائمۃ محمود الاوزجندی فی المقبرۃ اذا اندرست ولم یبق فیہا اثر الموتی لا العظم ولا غیرہ ھل یجوز زرعہا واستغلالہا قال لا ولہا حکم المقبرۃ کذا فی المحیط نہ عدم جواز انتفاع بالمقبرۃ امام زیلعی کی اس عبارت کے خلاف ہے اس لیے کہ انہوں نے جواز میت کے بوسیدہ اور خاک ہوجانے پر مرتب فرمایا ہے اور جہاں عدم جواز اس وجہ سے نہیں بلکہ بسبب مقبرہ کے وقف ہونے کے ہے جیسا کہ مصحح نے علمگیریہ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے عبارت منقولہ علمگیریہ پر یہ عبارت لکھی ہے قولہ قال لا ھذا لا ینافی ماقالہ الزیلعی لان المانع ھھنا کون المحل موقوفا علی الدفن فلا یجوز استعمالہ فی غیرہ فلیتأمل ولیحرز اھ مصححہ اور مسائل سے یہ بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ غیر جنس کی طرف نقل وقف جائز نہیں۔

علمگیریہ جلد ثانی صفحہ ۴۸۰ سئل شمس الائمۃ الحلوانی عن مسجد او حوض خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس ھل للقاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجد اخر او حوض

اخر قال نعم ولو لم ینفرق الناس ولکن استغنی الحوض عن العمارۃ وھناك مسجد محتاج الی العمارۃ او علی العکس ھل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارۃ ماھو محتاج الی العمارۃ فقال لا کذا فی المحیط۔ لہٰذا اس زمین میں جو دفن ہو کے لیے وقف ہو مدرسہ وغیرہ بنا ناجائز نہ ہوگا گو خالی ہی کیوں نہ ہو اور دوسرے اس کا خالی ہونا فقط اتنی شہادت سے کہ ہماری عمر میں ہمارے علم میں کوئی میت دفن نہ کی گئی نہیں ثابت ہو سکتا بلکہ اس قدیم مقبرے کا پُر ہونا سمجھا جاتا ہے کہ جب دو تہائی زمین میں قبریں اس قدر پرانی ہیں کہ سو برس کے لوگوں کے ہوش سے قبل کی ہیں تو اس ایک ثلث میں اس سے بھی پہلے کی ہوں گی اور وہ بالکل منہدم ہو گئی ہوں زمین صاف معلوم ہوتی ہو زمین بھر جانے کی وجہ سے دفن کرنا چھوڑ دیا گیا ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص بیان کرے کہ جب سے یہ زمین مقبرہ کے لیے وقف ہوئی کوئی میت اس تہائی میں نہ دفن کی گئی تو البتہ خالی ہونا ثابت ہو سکتا ہے پھر بھی مدرسہ وغیرہ سوائے دفن کے دوسرے کام میں لانا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ

عبدہ العاصی فضل الٰہی عفی عنہ

ہٰذا الجواب صحیح کتبہ عبد الرزاق عفی عنہ

الجواب الثانی صحیح کتبہ احمد حسن عفی عنہ

جواب مولوی رشید احمد گنگوہی و دیوبندیان

الجواب یہ جواب صحیح نہیں ہے اور مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اُس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا الحاصل اگر وہ قبرستان وقف نہیں ہے تو کچھ کلام نہیں اور قبرستان کو جو وقف مشہور کر دیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ گورستان وقف نہیں ہوتا اور بعد تسلیم اس بات کے کہ وہ وقفی ہے اُس صورت میں کہ وہاں دفن اموات کا ایک مدت دراز سے بند ہے تو اس میں دوسرا مکان وقفی بنا دینا درست ہے لہذا مدرسہ وقفی بنانا اُس گورستان میں جائز ہے چنانچہ اس روایت سے واضح ہے عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۵۹ فان قلت هل يجوز ان تبنى المساجد على قبور المسلمين خلت قال ابن القاسم لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجدا لم ار بذلك بأسا وذلك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لاحد ان يملكها فاذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضا وقف من اوقاف المسلمين لا يجوز تمليكه لاحد فمعنا هما على هذا واحد اور کتب فقہیہ میں بھی روایات جواز موجود ہیں مگر بندہ کو مہلت نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ

الجواب صحیح بندہ مسکین محمد یٰسین عفی عنہ

محمد یٰسین عفی عنہ

الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ

جبکہ وہ مقبرہ نہایت کہنہ ہے اور اس وقت دفن کرنا وہاں متروک
ہوگیا ہے تو بناء مدرسہ اس جگہ میں خصوصاً حصہ خالی میں درست ہے
البتہ اگر وہ مقبرہ فی الحال دفن اموات کے کام آتا ہو تو کوئی اور بنا اس
میں درست نہیں ہے۔ قال فی العالمگیریۃ ولو بلی المیت
وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ
کذا فی التبیین فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

۱۳۰۷
متوکل علی العزیز الرحمٰن

فتوی مجدد مائۃ حاضرہ

امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں کا جواب مبارکہ

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جواب اول[۱] غلط صریح اور حکم ثانی[۲] حق وصحیح اور تحریر ثالث[۳] جہل
قبیح ہے۔

اولاً سوال میں صاف تصریح تھی کہ ایک سطح وقف زمین پھر
مجیب سوم کی تشقیق[۴] کہ اگر وہ قبرستان وقف نہیں الخ محض شقشقہ

بے معنی ہے۔

ثانیاً قبرستان کو جو وقف مشہور کر دیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں اس کا یہ مُتَنَاثِرُ اِلَیْہِ شہرت ہے یا وقفیت اوّل صحیح ہے مگر مہمل و ندائے بے محل۔

وقف میں شہرت کافی ہے

سوال اس صورت خاصہ سے ہے جہاں شہرت موجود ہے اس پر حکم کے لیے ہر جگہ شہرت کیا ضرور یہ ہیں۔ دوم بھی اگر مقصود سلب وقفیت بجال انتفائے شہرت ہو اور انہیں دونوں صورتوں میں یہ قول کہ اکثر جگہ دیکھا گیا کہ گورستان وقف نہیں ہوتا رو بصحت رکھتا ہے اگرچہ کثیر و اکثر میں فرق نہ کرنا ضیق نطاق بیان ہے اور اگر نفی وقفیت باوصف شہرت مراد تو محض مردود و ظاہر الفساد اور اب وہ شہادت مشاہدۂ اکثر بلا دصراحۃً حقایت بے محکی ہے متون و شروح و فتاویٰ مذہب میں تصریحات جلیہ ہیں کہ شہرت مثبت وقفیت و مسوغ شہادت ہے۔ کلام مجیب دوم سلمہ میں بھی اس کی بعض نقول منقول پھر باوصف تسلیم دلیل شرعی نفی مدلول جہل قطعی۔ یہاں شہادت شہرت کو نہ ماننا نہ اسی مقبرے بلکہ عامۂ اوقاف قدیمہ کو یکسر مٹا دینا ہے طول عہد کے بعد شہود و معائنہ کہاں اور مجرد خط حجت نہیں۔

فتاویٰ خیریہ میں ہے لا یعمل بمجرد الدفتر ولا بمجرد الحجۃ لما صرح بہ علماءونا من عدم الاعتماد علی الخط

وعدم العمل به لمکتوب الواقف الذی علیہ خطوط القضاۃ الماضین وانما العمل فی ذلك بالبینۃ الشرعیۃ

اُسی میں ہے کتاب الوقف انما ھو کاغذ بہ خط وھو لا یعتمد علیہ ولا یعمل بہ کما صرح بہ کثیر من علمائنا والعبرۃ فی ذلك للبینۃ الشرعیہ وفی الوقف یسوغ للشاھد ان یشھد بالسماع ویطلق ولا یضر فی شہادۃ قولہ بعد شہادۃ لم اعاین الوقف ولکن اشتہر عندی او اخبرنی بہ من اثق بہ۔

اب اگر شہرت بھی مقبول نہ ہو تو ہزاروں وقف سوا اس کے کہ محض بے ثبوت و باطل قرار پائیں اور کیا نتیجہ ہے؟

وقف میں تبدیل حرام ہے

ثالثاً مقبرے کے لیے وقف تسلیم کرکے اس میں مدرسہ وغیرہ دوسرے مکان وقفی بنانے کو درست بتانا ظلم واضح وجہل فاضح ہے کہ اس میں صراحۃً تغییر وقف ہے اور وہ حرام ہے حتیٰ کہ متولی کو بھی جو وقف پر ولایت رکھتا ہے نہ کہ اجنبی۔ حتیٰ کہ علمانے تغییر ہیأت کی بھی بے اذن واقف اجازت نہ دی نہ کہ تغییر اصل وقف عقود الدریہ میں ہے، لا یجوز للناظر تغییر صیغۃ الواقف کما افتی بہ الخیر الرملی والحانوتی وغیرھما۔

سراج الوہاج و ہندیہ میں ہے: لا یجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر

ما یری فیہ مصلحۃ الوقف۔
فتح القدیر و رد المحتار و شرح الاشباہ للعلامۃ البیری
میں ہے۔ الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ
دون زیادۃ۔

وقف کرنے کے لیے مالک ہونا شرط ہے، شے ایک بار وقف ہو کر دوبارہ وقف نہیں ہو سکتی

رابعاً مدرسہ یا کتب خانہ یا کوئی مکان کیا خالی دیواروں کا نام ہے ہر عاقل ادنیٰ عقل والا بھی جانتا ہے کہ زمین ضرور اُس میں داخل تنہا دیواروں کو بنا و عملہ کہتے ہیں نہ بیت و خانہ مدرسہ جائے درس محل درس زمین ہے یا دیواروں پر بیٹھ کر درس ہوگا اور یوں بھی ہو تاہم قرار استقرار کو انتہا علی الارض سے کیا چارہ اور یہ زمین ایک بار ایک جہت کے لیے وقف ہو چکی دوبارہ وقفیت کیونکر معقول کہ واقف کا وقتِ وقف مالک موقوف ہونا شرط وقف ہے۔

زمین وقف میں کوئی عمارت دوسری غرض کے لیے وقف نہیں ہو سکتی

ہمارے مذہب میں باتفاق اہل وقوف اُس پر صحت وقف موقوف اور وقف بعد تمامی کسی کی مِلک نہیں تو خود اصل واقف بھی اگر دوبارہ اُسے وقف کرنا چاہے محض باطل ہوگا نہ کہ زید و عمرو بلکہ یہ حکم عام ہے خواہ وقف دوبارہ جہت اخرے پر ہو یا اسی جہت اولے پر کہ علی الاول تحویل باطل ہے اور علی الثانی تحصیل حاصل والکل باطل بحر الرائق و عالمگیریہ وغیرہما میں ہے۔

اما شرائطہ فمنہا العقل والبلوغ ومنہا ان یکون
قربۃ ومنہا الملک وقت الوقف وتیضرع علی اشتراط
الملک انہ لا یجوز وقف الاقطاعات ولا وقف ارض الحوز
لادم اھ ملتقطا۔

اسعاف میں ہے۔ اتفق ابو یوسف ومحمد رحمہما
اللّٰہ تعالٰی ان الوقف یتوقف جوازہ علی شروط
بعضہا فی المتصرف کالملک فان الولایۃ علی المحل
شرط الجواز والولایۃ نستفاد بالملک او ھی نفس الملک
اُسی میں ہے لو وقف ارضا اقطعہ ایاھا السلطان
فان کانت ملکا لہ او مواتا صح وان کانت من
بیت المال لا یصح۔

خامسًا تنہا عمارت وقف ہوگی یا تنہا زمین یا دونوں ثانی
بدیہی البطلان لان الوقف لا یوقف یونہیں ثالث لانہ علیہ
یتوقف اوّل کا جواز ارض غیر محتکرہ میں صرف اس صورت
میں ہے کہ یہ عمارت اسی کام پر وقف ہو جس پر اصل زمین کا وقف
ہے ھوالصحیح بل ھوالتحقیق وبہ التوفیق تو زمین مقبرہ
اور دیواریں عدسہ یہ محض وسوسہ۔

فتاویٰ علامہ خیرالدین رملی میں ہے سئل فی کرم مشتمل
علی عنب وتین وارضہ وقف سیدنا الخلیل علیہ
وعلی نبینا وسائر الانبیاء افضل الصلوۃ واتم
السلام من الملک الجلیل ادعی رجل بانہ وقف

جدہ ہل تسمع دعواہ اجاب لا تسمع ولا تصح
اذا الکرم اسم للارض والشجر وان ارید بہ الشجر
فوقف الشجر علی جہۃ غیر جہۃ الارض مختلف
فیہ وقد قال صاحب الذخیرۃ وقف البناء من
غیر وقف الارض لم یجز ھوالصحیح وان ارید کل
من الارض والشجر فبطلانہ بدیھی التصور وان
ارید الارض فبدیھیۃ البطلان اولی اھ ملتقطا۔
اسی میں اس کے متصل ہے کیف یصح للواقف وقفھا
علی نفسہ وھی وقف الخلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اھ
وھذا معنی قولہ فبطلانہ بدیھی التصور۔
ردالمحتار میں ہے الذی حررہ فی البحر اخذا من
قول الظہیریۃ وما اذا وقفہ علی الجہۃ التی کانت
البقعۃ وقفا علیھا جاز اتفاقا تبعاً للبقعۃ وان قول
الذخیرۃ لم یجز ھوالصحیح مقصور علی ما عدا
صورۃ الاتفاق وھو ما اذا کانت الارض ملکا او وقفا
علی جہۃ اخری اھ وعلی ھذا فی ینبغی ان یستثنی
من ارض الوقف ما اذا کانت الارض معدۃ للاحتکار وبہ
یتضح الحال ویحصل التوفیق بین الاقوال اھ ملخصا
وقد اوضحناہ فیما علقنا علیہ۔
سادساً مدرسہ یا کتب خانہ جو بنایا جائے گا جبکہ شرعاً وقف
نہیں ہو سکتا لاجرم مِلک بانیاں پر رہے گا اور اب یہ صراحۃً وقف

میں تصرف مالکانہ اور اپنے انتفاع کے لیے اُس میں عمارت بنانا ہوگا تو آفتاب کی طرح واضح کہ قاضی خاں و علمگیری و محیط کی عبارات جو مجیب دوم سَلَّمہٗ نے نقل کیں کہ مقبرہ اگرچہ مندرس ہو جائے اُس میں قبر کا نشان درکنار اَموات کی ہڈی تک نہ رہے جب بھی اُس سے انتفاع حرام اور ہمیشہ اس کے لیے حکم مقبرہ رہے گا اسی طرح فتاوٰی ظہیریہ و خزانۃ المفتین و اسعاف کی عبارات کہ مقبرۃ قدیمۃ بمحلۃ لم یبق فیھا اٰثار المقبرۃ لا یباح لاھل المحلۃ الانتفاع بھا وان کان فیھا حشیش یحتش منھا و یخرج الحشیش الی الدواب ولا ترسل الدواب فیھا قطعا مفید مدعا تھیں اور مجیب سوم کا یہ زعم کہ مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا محض سوئے فہم و جہل مبین۔

مجیب سوم[1] کی جہالت

سابعاً مجیب سوم کو جب فقہ میں کوئی راہ نہ ملی ناچار متون و شروح و فتاوائے مذہب سب بالائے طاق رکھ کر نصوص اصول و فروع فقہ حنفی سب سے آنکھ بند کر کے شرح صحیح بخاری سے ایک روایت خارج عن المذہب پر قناعت کی کہ ابن القاسم نے کہا کہ میری رائے میں جب مقبرے کے آثار مٹ جائیں اور اُس کی حاجت نہ رہے تو وہاں مسجد بنا لینا جائز ہے۔ عربی لفظوں کا ترجمہ دیکھ لیا آپ آدراک کیسے کہ یہ ابن القاسم کون ہیں کس مذہب کے عالم ہیں ان کا قول مذہب

---

[1] یعنی گنگوہی صاحب۔

حنفی میں کہاں تک سنا جا سکتا ہے اور وہ بھی خاص ان کی اپنی رائے اور وہ بھی اصول و فروع مذہب کے صریح خلاف۔ مجیب صاحب[1] علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح جامع صحیح میں صرف اقوال مذہب پر اقتصار نہیں کرتے بلکہ آئمہ اربعہ اور اُن سے بھی تجاوز کر کے اُن کے تلامذہ واصحاب وجوہ بلکہ اُن سے بھی گزر کر بعض دیگر سابق و لاحق بلکہ بعض بدمذہبوں مثل داؤد ظاہری و ابن حزم تک کے اقوال نقل کر جاتے ہیں بلکہ بارہا اُن دو آں ہی کے قول پر قناعت فرماتے اور ائمہ مذہب کا مذہب بیان میں بھی نہیں لاتے۔ جاہل کہ تراجم علماء سے آگاہ نہیں آپ کی طرح دھوکا کھاتا ہے اور خادمِ علم بحمدِ اللہ تعالیٰ فرقِ مراتب و تفرقۂ مذاہب کی خبر رکھتا ہے۔ علامہ عینی یہاں کسی کتابِ فقہ کی تحریر میں نہیں۔ یہ استطرادی بالائی فوائد ہیں جن سے اقادیل ناس پر اطلاع مقصود اور مذہب تو اصلاً و فرعاً کتبِ مذہب میں مضبوط ہو چکا۔ اُن کی ان نقول کا اکثر مادہ تصانیف ابن المنذر و ابن بطال وغیرہما شافعیہ وغیرہم ہیں۔ اُن کی عادت ہے کہ محلِ نقل میں سطریں کی سطریں بلکہ کہیں صفحے کے صفحے بلا عزو بے تغییر لفظ نقل فرما جاتے ہیں جس پر اُن کے امام عصری امام ابن حجر عسقلانی رحمہٗ اللہ تعالیٰ نے اَلدُّرَرُ اُلکَامِنَہ میں تنبیہ کی۔ یہاں بھی صدرِ کلام ذکر مایستنبط منہ من الاحکام سے آپ کی منقولہ حکایت تک اُسی قسم کی عبارت ہے۔ عالم تو متعدد وجہ سے پہچانے گا کہ یہ کلام حنفیہ نہیں۔ آپ نے اتنا ہی دیکھا ہوتا کہ اس عبارت میں ہے، الی جواز

---

[1] یعنی گنگوہی صاحب۔

نبش قبورھم للمال ذھب الکوفیون والشافعی واشھب بھذا الحدیث۔ حنفیہ کا محاورہ نہیں کہ اپنے ائمہ کا مذہب یوں بیان کریں کہ کوفے والے ادھر گئے ہیں قائل حنفی ہوتا تو ذھب ائمتنا یا اصحابنا یا علماؤنا وامثال ذلک لکھتا یہ ابن القاسم واشھب[1] دونوں حضرات مالکی المذہب عالم ہیں خود امام ہمام کے شاگرد اور اُن کے مذہب میں اہلِ روایت ودرایت جیسے ہمارے یہاں زُفر وحَسَن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہم آپ کی مقدس بزرگی کہ مذہب حنفی کے صریح خلاف ایک مالکی عالم کی رائے پر فتوے دیتے اور اُسے اپنے زعم میں مذہب حنفی کی روایت سمجھ رہے ہیں حالانکہ ہمارے ائمہ تو ہمارے ائمہ۔ وہ اس مذہب کے بھی امام مجتہد سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت نہیں لیتے۔ اُن عالم مالکی کی اپنی رائے ہے جیسے وہ فرماتے ہیں لم ار بذلک باسا کاش بے مہلتی اتنی مہلت دیتی کہ آپ کو اپنی منقولہ عبارت سے دو ہی لفظ آگے بڑھنے دیتی تو آپ کو کیا ملتا وذکر اصحابنا یعنی ابن القاسم نے یہ کہا اور ہمارے علماء نے یوں فرمایا اسی سے آپ کچھ تو چرچتے کہ یہ ابن القاسم ہمارے علماء سے نہیں مگر ہاں جب نافہمی کی ٹھہری تو آپ کو کیا لگتا کہ اس ذکر اصحابنا کو بھی قال ابن القاسم کے تحت میں داخل اور انہیں کے مقولے میں شامل مانتے۔

---

[1] دونوں حضرات کے مزار فائض المرام قرافہ میں ایک جا ہیں علماء فرماتے ہیں ان دونوں مزاروں کے بیچ میں دُعا قبول ہوتی ہے ۱۲ منہ حفظ ربہ۔

گنگوہی صاحب کی تین چالاکیاں اور اُن کا اُلٹا پڑنا

ثانیاً مجیب صاحب آپ نے ناحق اس حکایت غیر مذہب پر قناعت کی کہ فقط بیچارے مُردہ مسلمانوں کے قبریں طلبہ اور مدرسہ کے بھنگی بہشتی سے پامال کرانے کی گنجائش ملی اس ذکر اصحابنا کو کیوں نہ لیا کہ مسجدوں میں ہل چلانے گھوڑے گدھے باندھنے کی راہ چلتی۔

بل ما ھوا شنع واخنع وھو اتخاذ موضع المسجد حشا وکنیفا لقولہ وذکر اصحابنا ان المسجد اذا خرب ودثر ولم یبق حولہ جماعۃ والمقبرۃ اذا عفت ودثرت تعود ملکا لاربابھا قال فاذا عادت ملکا یجوزان یبنی موضع المسجد دارا وموضع المقبرۃ مسجدا او غیر ذلک قال فاذالم یکن لھا ارباب تکون لبیت المال اھ وذلک لان الدار لابدلھا من تلک الاشیاء۔

مگر آپ نے ہوشیاری برتی۔

اوّلاً جانتے تھے کہ کتب معتمدۂ مذہب مشہورہ متداولہ میں اسے صراحۃً ردّ کیا اور اس کے خلاف پر بشدومد فتویٰ دیا ہے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے ولو خرب ماحولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعۃ وبہ یفتی حاوی القدسی بحر الرائق و رد المحتار میں ہے واکثر المشائخ علیہ

مجتبی وھوالاوجه فتح۔

ثانیاً یہ قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جسے علامہ عینی نے اصحابنا کی طرف نسبت کیا خاص اس حالت میں ہے جب وہ شے موقوف اُس غرض کی صلاحیت سے بالکل خارج ہو جائے جس کے لیے واقف نے وقف کی تھی اَصلاً کسی طرح اُس کے قابل نہ رہے ردالمحتار میں ہے۔

ذکر فی الفتح ما معناه انه یتفرع علی الخلاف المذکور ما اذا انهدم الوقف ولیس له من الغلة ما یعمر به فیرجع الی البانی او ورثته عند محمد خلافا لابی یوسف لکن عند محمد انما یعود الی ملکه ما خرج من الانتفاع المقصود للواقف بالکلیة۔

یہ بات مقبرۂ مذکورہ میں کیونکر متصور کہ ہنوز تہائی میدان حسب بیان سائل بالکل خالی پڑا ہے۔

ثالثاً شاید یہ بھی کچھ اندیشہ گزرا کہ اس میں مقبرے کے ساتھ مسجد کی بھی خیر نہیں۔ مبادا عوام بھڑک جائیں ان وجوہ سے ذکر اصحابنا چھوڑ کر قال ابن القاسم کا آسرا پکڑا مگر غافل کہ جن تین اندیشوں سے گریز فرمائی وہی تینوں یہاں بھی آپ پر عائد بلکہ مع شے زائد۔

اوّل تو وجہ سابع میں دیکھ چکے کہ خلاف مفتی بہ ہونا درکنار دو تہر سے مذہب کا کوئی قول ضعیف بھی نہیں۔

اور ثانی یوں کہ کلام ابن القاسم میں عفت ودست ہے عفا و دروس نیست ونابود ناپیدا و بے نشان ہونا ہے یہ اس مقبرے پر کہاں صادق کہ سائل کہتا ہے کہ پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں تو ابھی

نیست ونابود وناپدید نہ ہو اور اس روایت خارجہ نے بھی آپ کو کام نہ دیا۔

اور ثالث یوں کہ جب اُن کی رائے میں مُجرد وقفیت موجب اتحاد معنی وجواز اقامت بجائے یکدگر ہے تو جیسے مقبرے کو مسجد کرنا روا۔ یونہیں مسجد کو مقبرہ، یوہیں مسجد کو سرا اور سرا میں بیتُ الخلاء؛

فان الکل وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملیکہ لاحد فمعنی الکل علی ھذا واحد۔ پھر مفر کدھر۔

گنگوہی صاحب کی کمال بلادت کہ احادیث صحیحہ ونصوص ائمۂ مذہب چھوڑ کر ایک مالکی عالم کے جس قول سے سند لائے اس کا بھی مطلب نہ سمجھے	ثالثاً اور براہ مہربانی تھوڑی دیر کو ہوش میں آکر فرمائیے کہ

ابن القاسم نے کہا مقبرے کو بعد بے نشانی مسجد کر دینا روا اور ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مقابر پر مسجد بنانا حرام۔ آپ کے نزدیک یہ دونوں حکم حالت واحد پر وارد۔ جب تو آپ کا ایمان ہے کہ ابن القاسم کی بات حق جانیں اور ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہ مانیں اور اگر حالت مختلف ہے تو پہلے وہ فرق معین کیجئے جس پر ان دونوں احکام کا انقسام ہوگا کیا فقط نو وکہن کا تفرقہ ہے کہ نئی قبروں پر مسجد بنانا حرام اور جہاں ذرا پرانی پڑیں اور اب ان پر نماز جائز ہوگئی یا فقط اوپر کا نشان مٹ جانا چاہیے یا یہ ضرور ہے کہ لاشوں کے تمام اجزا ساری ہڈیاں بالکل خاک ہو جائیں مُردے بجمیع اجزا ہم تراب خالص کی طرف استحالہ کریں اُس کے بعد روا ہے۔

اوّل تو بداہتہً باطل اور شاید بعلت وہابیت آپ کے یہاں تو شرک ہو۔

اور ثانی بھی اسی کی مثل ہے کہ نشان بالا نہ قبر ہے نہ قبر کے لیے رکن و شرط تو اس کا عدم و وجود یکساں معہذا اس مقبرے میں یہ صورت بھی ہنوز متحقق نہ ہوئی کہ نشان قبور موجود ہیں اور آپ کا حکم بے تخصیص ثلث خالی صاف مطلق ہے کہ مدرسہ وقفی بنانا گورستان میں درست ہے اور آپ کے مقلد نے اُس اطلاق کی صریح تصریح کردی کہ بنائے مدرسہ اُس جگہ میں خصوصاً حصہ خالی میں درست ہے۔ اس خصوص نے عموم کو واضح کردیا لاجرم ثالث لیجئے گا اب یہ آپ پر لازم تھا کہ دلیل شرعی سے اُس مدت کی تعیین کرتے جس میں مُردوں کی ہڈی پسلی کا اصلاً نام و نشان نہیں رہتا سب خاک محض ہوجاتے ہیں پھر ثبوت دینا تھا کہ اس مقبرے میں سب سے پچھلی جو میت دفن ہوئی اُسے اتنی مدت مقررہ گزر چکی ان دو مرحلوں کو بغیر طے کیے حکم جواز لگا دینا محض جاہل تھا۔

اثنا یاد رکھیے کہ مجرّد شک یہاں کام نہ دے گا کہ الیقین یزول بالشك عقل و نقل کا قاعدۂ اجماعیہ ہے وجود مانع یعنی بعض اجزائے میت یقیناً معلوم تھا اب جب تک انعدام جمیع اجزائے اموات پر یقین نہ ہو حکم حرمت و ممانعت ہی رہے گا اور آپ کے لیت ولعل سے کام نہ چلے گا تو ظاہر ہوا کہ اس روایت خارجہ عند المذہب کا دامن پکڑنا بھی محض سوئے فہم و بندگئ وہم تھا و باللہ العصمۃ۔

عاشراً لطف یہ ہے کہ اُس

سے موقوف کے بیکار ہو جانے کے معنی اور گنگوہی صاحب کی سخت بے تمیزی کہ مفسد و مفید میں فرق نہ جانا

روایت خارجیہ میں شرط الاستغنا عن الدفن لگائی ہے۔ آیا اس سے یہ مراد کہ اُس کے سوا دوسری جگہ دفن ہو سکتا ہو جب تو یہ شرط محض لغو و عبث ہے۔ وہ کون سا گورستان ہے جس کی طرف احتیاج دفن بمعنی لولاہ لا متنع ہے نہ ہر گز تعطل و ویرانی۔ اوقاف میں صرف اس قدر ملحوظ ہوتا ہے بلکہ یہاں مطمح نظر دو امر رہتے ہیں، ایک عدم حاجت بوجہ عدم محتاجین یعنی وہاں آبادی ہی نہ رہی لوگ متفرق ہو گئے اب حاجت کسے ہو جیسے جواب دوم میں علمگیری اور محیط سے دربارۂ مسجد و حوض گزرا کہ خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس دوسرے عدم حاجت بوجہ عدم صلوح یعنی وہ شے کسی مانع و قصور و نقص کے سبب اب اُس کام کی نہ رہی مثلاً زمین پر پانی نے غلبہ کیا کہ دفن کی گنجائش نہ رہی۔

فتاویٰ کبریٰ و جامع المضمرات و ہندیہ و اسعاف وغیرہا میں ہے:

جعلت قطعة ارض لها مقبرة واخرجتها من يدها ودفنت فيها ابنها وتلك القطعة لا تصلح للمقبرة لغلبة الماء عندها فيصلبها فسادا فارادت بيعها ان كانت الارض بحال لا يرغب الناس عن دفن الموتى لقلة الفساد فليس لها البيع وان كانت يرغب الناس عن دفن الموتى فيها لكثرة الفساد

فلھا البیع پر ظاہر کہ صورت مُستَفسَرہ میں ہرگز نہ عدم محتاجین ہے نہ عدم صُلوح پھر شرط استغنا کب متحقق ہوئی اور تغیر وقف کی اجازت کس گھر سے ملی تو روشن ہوا کہ مجیب سوم کا اس روایت خارجہ سے تمسُّک محض تشبث الغریق بالحشیش تھا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق۔

تنبیہہ یہ مجیب سوم پر تلک عشرۃ کاملۃ ہیں اور اُن کا ردّ اُن کے سب اِتّباع و اَذْناب کے ردّ سے مُغنی۔

ع وکل الصید فی جوف الفرأ

اور اذناب کے پاس ہے ہی کیا سوا

روایت امام زیلعی کی تحقیق

روایت امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے جسے خود مولوی گنگوہی صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر چھوڑ دیا اور روایت فقہیہ نہ لکھنے کے لیے بے مہلتی کا بہانہ لیا۔ مجیب اول نے لکھی مجیب دوم سلمہ نے جواب دیا بعض اذناب سوم نے بے تعرض جواب پھر اسی کا اعادہ کیا مگر جناب گنگوہی صاحب چرچے کہ یہاں مقبرۂ وقف میں کلام ہے مجھے خاص دوسرے مکان وقفی کی اجازت نکالنی مشکل پڑی ہے ہل چلانا کھیتی کرنا کہ اس روایت امام زیلعی میں جائز ہو رہا ہے کس گھر سے جائز کر سکوں گا لہٰذا ہوشیارانہ اس سے عدول کیا جو اذناب کی سمجھ میں نہ آیا غالباً اب تو ناظرین اس روایت کا محمل و محصل سمجھ لیے ہوں گے۔

صاحبو اس سے مقصود زمین مملوک ہے یعنی اگر کسی کی مِلک میں کوئی میت دفن کردی گئی ہو تو جب وہ بالکل خاک ہو جائے مالک کو روا ہے کہ وہاں کھیتی کرے گھر بنائے جو چاہے کرے لان الملك مطلق والمانع زال وهذا ايضا اذا كان ذلك باذنه والا ففي الغصب له اخراج الميت وتسوية الارض كما هي لحديث ليس لعرق ظالم حق۔

علامہ مدقق علائی قدس سرہٗ نے دُرِّ مختار میں اسے ایسے نفیس سلسلے میں منسلک کیا جس نے معنی مراد کو کھول دیا مجیب اول نے یہ مراد وہیں سے اخذ کی مگر علامہ مدقق کے اشارات تک ہر فہم کی دسترس کہاں۔ دُرِّ مختار میں فرمایا لا يخرج منه بعد اهالة التراب الالحق آدمی كان تكون الارض مغصوبة او اخذت بشفعة ويخير المالك بين اخراجه ومساواته بالارض كما جاز زرعه والبناء عليه اذا بلى وصار ترابا زيلعي ورنہ مقبرہ وقفی میں کھیتی کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہدایہ میں ہے فی غاية القبح ان يقبر فيه الموتى سنة ويزرع سنة. بات یہ ہے کہ وہابیہ کی نگاہ میں قبور مسلمین بلکہ خاص مزارات اولیائے کرام علیہم الرضوان ہی کی کچھ قدر نہیں بلکہ حتی الوسع ان کی توہین چاہتے ہیں اور جس حیلہ سے قابو چلے ان کو نیست و نابود اور پامال کرانے کی فکر میں رہتے ہیں اُن کے نزدیک انسان مرا اور پتھر ہوا جیسے وہ خود اپنی حیات میں ہیں کہ لا يسمع ولا يبصر ولا يغنی عنك شيئا حالانکہ شرع مطہر میں مزارات اولیاء تو مزارات عالیہ

عام قبور مسلمین مستحق تکریم و ممتنع التوہین یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے کہ سقف قبر بھی حق میت ہے قنیہ میں امام علائے ترجمانی سے ہے یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی نعلین پاک کی خاک اگر مسلمان کی قبر پر پڑ جائے تمام قبر جنت کے مشک و عنبر سے مہک اٹھے اگر مسلمان کے سینے اور منہ، سر اور آنکھوں پر اپنا قدم اکرم رکھیں اس کی لذت و نعمت وراحت و برکت میں ابد الآباد تک سرشار و سرفراز رہے. وہ فرماتے ہیں لأن امشی علی جمرة او سیف احب الی من ان امشی علی قبر مسلم بیشک چنگاری یا تلوار پر چلنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر چلوں۔ رواہ ابن ماجة بسند جید عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہابیہ کو اس کی فکر ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کی قبروں پر مکان بنیں، لوگ چلیں پھریں، قضائے حاجت کریں، بھنگی اپنے ٹوکرے لے کر چلیں۔

ع اگر این ست پسند تو نصیبت بادا

ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم

واذ قد اخذت المسألة حظها من البیان فلتکف عنان القلم حامدین للہ سبحنه وتعالیٰ علی ما علم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولٰنا محمد وآله

وصحبہ وسلم امین واللہ سبحنہ وتعالیٰ
اعلم وعلمہ جل مجدہ وحکمہ عزشانہ احکم۔

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

کتـــــبہ

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادر
۱۲۹۴
عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں

ان ہذا لھو الحق والحق بالاتباع احق

تقاریظ و تصدیقاتِ علماء کرام

مفتی محمد عبداللہ

اس میں جو کچھ بیان ہے سب مطابقِ احکامِ شریعت و سلف صالحین ہے۔ مسلمان ان سب کو تمسک کریں مؤلف علام کو خدا ئے برتر جزائے خیر دے اور مقبول خاص و عام کرے اور مجھ کو بھی ثواب سے محروم نہ فرمائے۔ والصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام وآلہٖ واصحابہ الکرام۔ المذنب المدعو محمد عبداللہ عفی عنہ

مفتی محمد نعیم پشاوری

مسائل بالا کہ علمائے دین متین و فضلائے امت رسول مقبول تحریر و تقریر فرمودند ہمہ حق و راست و دست اندشاکی اینہا مردود و فاسق اند۔

العبد الضعیف الراجی الی رحمۃ اللطیف

محمد نعیم پشاوری عفا اللہ عنہ وعن والدیہ والمؤمنین والمومنات

آمین ثم آمین!!

سید حیدر شاہ قادری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حامدا و مصلیا و مسلما علی رسولہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ واولیاء امتہ ومتبعھم اجمعین ۵ جو کچھ مولائے مجیب لبیب جامع المعقول و المنقول حلال مہمات فروع و اصول مولوی محمد عمر الدین صاحب الحنفی القادری جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء نے صورت مسئولہ میں تحریر فرمایا

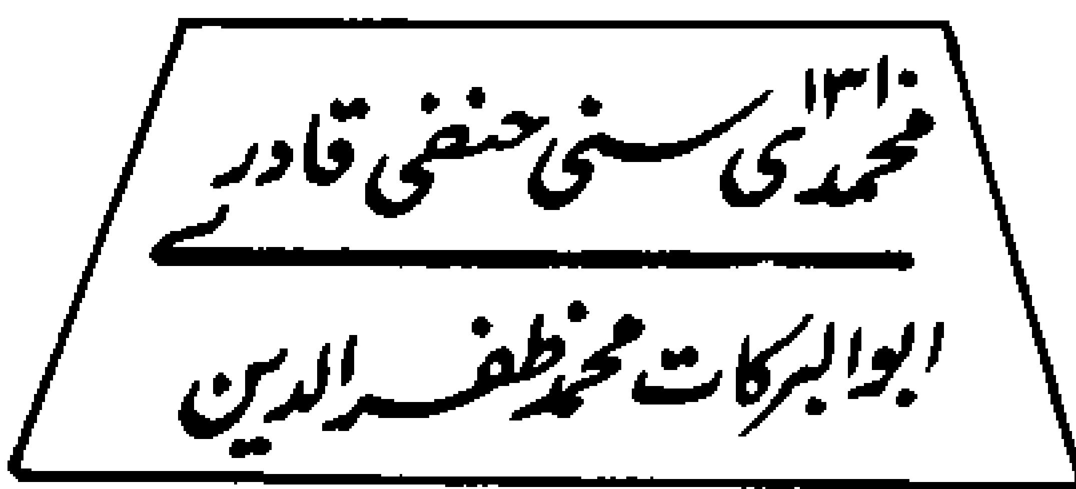
ہے وہ سب حق و صواب ہے جواب لاجواب ہے پسندیدۂ اولی الالباب ہے حنفی مذہب کے مطابق قبروں کو کھود کر صاف میدان کر دینا اور اس پر مکان وغیرہ بنانا ہرگز درست نہیں اس کی تحقیق مولائے مجیب نے عمدہ طور سے فرمائی ہے کوئی فرد گذاشت نہیں کیا معترضوں کے کل اعتراض اٹھا دیئے ہیں منکروں کے سب خدشات دفع کر دیئے ہیں۔

پھر تحریر مہر تنویر فاضل کامل عالم عامل محقق علوم عقلیہ مدقق فنون نقلیہ قالع اصول مبتدعین قامع اوہام نجدیین حامی سنن ماحی فتن مجدد مائۃ حاضرہ صاحب حجت قاہرہ مولانا الحاج احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالیٰ فیوضاتہم کی تو منکروں پر بجلی سی کڑک پڑی رشید گنگوہی کی تحریر پُر تزویر کے خوب پرخچے اڑائے۔ ایسا امر کوئی فرد گذاشت نہ ہوا کہ جس کے لکھنے کی کسی کو تکلیف ہو۔ پس فقیر نے طول دینا مناسب نہ سمجھا۔ لہٰذا اختصار سے کام لیا گیا ان فتووں کا انکار بجز فرقہ نجدیہ وہابیہ اسماعیلیہ ہندیہ اسحاقیہ رشیدیہ گنگوہیہ شیطانیہ خذلہم اللہ تعالیٰ فی الدنیا والآخرۃ کے کوئی نہ کرے گا۔ اہلسنت و جماعت کو ان دجاجلۂ ضلالت کیش و ابالسہ بطالت اندیش کی صحبت سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ اور سلام و کلام قطع کرنا واجب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حررہ الراجی الی لطف ربہ القوی عبدالنبی الامی السید حیدر شاہ القادری الحنفی تجاوز اللہ تعالیٰ

لحرمة المومنین وما رد به علیه خاتم المحققین
عمدة المدققین عالم اهل السنة مجدد المائة
الحاضرة سیدی ومرشدی وکنزی وذخری
لیومی وغدی مولانا المولوی محمد احمد رضا
خان ابده الله الواهب بالفیض والمواهب
فلا اجد لسانا للثناء علیه غیران اقول لاشک
انه الصدق الصراح والحق الفراح فجزاهم الله
خیرا الجزاء عن الاسلام والمسلمین بحرمة
سید المرسلین صلی الله تعالیٰ علیه وسلم والله
تعالیٰ اعلم بالصواب وعنده ام الکتاب قاله
بفمه ورقمه بقلمه محمدن المدعو
بظفرالدین المحمدی السنی الحنفی القادری
البرکاتی الرضوی المجردی البهاری العظیم ابادی .



پکّی قبر اور اُس پر گنبد بنانے کا حکم شرعی

شمس شریعت محمّدیہ ماہتابِ طریقت سہروردیہ
حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر:
مسلم کتابوی
گنج بخش روڈ دربار مارکیٹ لاہور

خدا کی قدرت ہے۔ کہ عبدالوہاب نجدی کے متبعین اور ہمعقیدہ لوگوں کو خدا کے نیک بندوں اور اُن کے ہر ایک نیک فعل سے ایک خاص قسم کی کد ہے۔ جائز ہو یا مستحسن۔ جو ایک بزرگ سے متعلق نظر آئے۔ ان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اہلِ دین میں مقبول نہ ہونے پائے۔ بات وہی جائز سمجھی جانی چاہیئے جو ہم کہیں یا ہماری قلم سے نکلے۔ خدا اس حسد کا بُرا کرے۔ کیا کیا چالیں سکھاتا ہے۔ اور کس طرح پڑھے لکھوں کو بھی حق سے پھیر دیتا ہے۔ قبر پختہ بنانے کا عمل بھی چونکہ اہلِ اسلام نے خدا کے مقبول بندوں اور اہلِ اللہ کے لئے ہی خاص کر رکھا تھا۔ اور ان معترضین کی قبروں پر گنبدوں کی بجائے کبھی کسی چیل کا سایہ بھی نہ ہُوا۔ لہٰذا حسد میں آکر اس مسئلہ پر بھی بڑبڑانے لگے۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ اپنے اعمال کو درست کرتے اور اپنے آپ کو گنبدوں کے قابل بناتے۔ مگر جب یہ توفیق حاصل نہ ہوئی۔ تو لگے گبڑی بڑھیا کی طرح سیدھی کمر والوں کا حسد کرنے۔ تاکہ جس نظر سے خلقِ خدا میں ہم دیکھے گئے ہیں یہ بھی دیکھے جائیں۔ مگر یہ کیسے ہو۔ ہمیشہ حق حق ہوتا ہے اور باطل باطل۔ معترضین جب اس قابل نظر ہی نہ آئیں۔ تو لوگ ان کی قبروں پر چراغ کیوں جلائیں اور قبے و گنبد کیوں بنائیں۔ یہ تکریم تو خاصانِ خدا کا حصّہ ہوتی ہے

اور قبر پختہ بنانا دہ فعل ہے۔ جو ایک آدھ فرد نہیں بلکہ بے شمار متقدمین اہل اسلام کا فعل ہے۔ جیسے انشاء اللہ ثابت کر دیا جائے گا۔ مگر اس کا کیا علاج ہے

شور بختاں بہ آرزو خواہند　　مقبلاں را زوال نعمت وجاہ
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمہ آفتاب را چہ گناہ

معترض صاحب کو دنیا پر تشریف لائے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ اور یہ عمل اہلِ اسلام میں اُن کی پیدائش سے پہلے کا پایا جاتا ہے۔ کیا اس نے نہیں دیکھا۔ کہ یہ جس قدر شاہانِ اسلام کے عہد میں اولیاء اللہ یا اکابر مسلمین کی قبریں بنی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ کیا یہ سب شاہانِ اسلام نعوذ باللہ حرام فعل کرنے والے۔ ناجائز کے مرتکب اور بدعتی تھے۔ یا اس زمانہ میں کوئی عالم اُن کو شریعت کا حکم سکھانے والا موجود نہ تھا۔ کیا سب کے سب لوگ جاہل تھے یا معترض سے کم علم رکھتے تھے۔ جو انہوں نے اپنی جہالت کے ماتحت اپنے پیشواؤں علماؤں اور صوفیاؤں کے اتنے اتنے بڑے گنبد اور مقبرے بنائے۔ مثلاً بانیِٔ اسلام تاجدارِ کائنات احمد مجتبےٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر۔ حضرت فاروقِ اعظم۔ حضرت عثمان۔ حضرت علی المرتضیٰ۔ حضرت حسین۔ حضرت موسیٰ کاظم۔ حضرت ابوایوب انصاری۔ حضرت امام اعظم۔ حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی۔ حضرت بہاؤ الدین نقشبند۔ حضرت شاہ بوعلی قلندر۔ حضرت شاہ شرف قلندر۔ حضرت سید حسن رسول نما دہلوی۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی۔ حضرت گنج بخش علی

ہجویری لاہوری حضرت میاں میر لاہوری۔ شاہ خیر الدین ابو المعالی لاہوری۔ شاہ محمد غوث صاحب لاہوری۔ میراں موج دریا لاہوری۔ شاہ جہانگیر بادشاہ۔ شاہ امام علی الحق سیالکوٹی حضرت غوث بہاوالحق ذکریا ملتانی حضرت شاہ رکن عالم نوری ملتانی حضرت شاہ شمس تبریز ملتانی حضرت مخدوم و شاہ جمال ملتانی حضرت خواجہ غریب نواز سلطان الہند معین الدین اجمیری۔ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہٰی دہلوی۔ شاہ ہمایوں۔ خواجہ فرید الدین گنج شکر اجودھنی پاکپٹنی رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے علاوہ ایسی بے شمار اور ہستیاں غلامانِ رسول اللہ کی ہیں۔ جن کے مقابر پر گنبد اور قبہ جات اُن شاہان اسلام نے بنوائے۔ جن کی ادنےٰ ترین خدمت اسلام مولوی صاحب ملتانی جیسے اہلِ علم کو فقہی مسائل سکھانے کے لئے فتاویٰ عالمگیری کی صورت میں آج بھی موجود ہے۔ ان کو نہ کسی نے منع کیا اور نہ وہ خود ہی اپنے اتقا کے ماتحت یہ معلوم کر سکے۔ کہ یہ فعل ناجائز ہم کیوں کر رہے ہیں۔ بلکہ بقول مولوی صاحب تمام عمر نعوذ باللہ یہ ناجائز عمارتیں بنا کر گناہ کا ہی ارتکاب کرتے رہے۔ مذکورہ بالا مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ حدود ہند سے باہر نکل کر پتہ چلتا ہے۔ کہ متقدمین نے بقول معترض یہ ناجائز فعل کس افراط سے کیا ہے اور کون کون علمائے دہر سے ان کی اس بدعت میں اعانت فرماتے رہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ کریم ایسے مریض القلب ملانوں کو توفیق تحقیق رفیق فرمائے۔ تاکہ یہ بات کرنے سے قبل اپنی بے بضاعتیٔ معلومات پر غور کر لیا کریں۔ پھر متقدمین اسلام کے حق میں زبان طعن کھولیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی ملتانی صاحب یا تو ہندوستان اور بیرونی ممالک اسلامیہ کی ایسی عمارت سازی سے قطعاً ناواقف ہیں۔ اور زمانہ میں بے چاروں نے لے دے کے ملتان کے سوا اور کچھ دیکھا ہی نہیں۔ یا اگر دیکھا ہے۔ تو جان بوجھ کر اعتراض کر رہے ہیں۔ اور محض ہٹ دھرمی سے لکھ رہے ہیں۔ کہ:۔

"قبروں کو پکا بنانے یا ان پر قبہ وغیرہ بنانے نبی پاک وصحابہ کرام وسلف صالحین سے بالکل ثابت نہیں بلکہ مخالفت رسول مقدس صلی اللہ علیہ وسلم وسلف صالحین ہے۔ اس لئے قطعاً حرام وناجائز ہے۔ بلکہ مال کی اضاعت اور رسولِ خدا کی مخالفت ہے۔ دیکھو مواعظ المسلمین فی مراسم المرتحلین مولوی صاحب سنبھلی ملتانی ص۱۳۵ بلفظہٖ"

حالانکہ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام اہل بیت عظام اولیاء اللہ۔ بزرگان دین شہداء وصالحین اور بادشاہان اسلام کے تمام کے تمام مقابر پختہ اور قبہ ساختہ صفحۂ دنیا پر ظاہر وباہر موجود اور جمیع اہلِ اسلام کی شریعت پسندی کے شواہد کھڑے ہیں۔ اگر یہ مولوی صاحب ان سب پر مبتدع اور فعل خلاف شرع کرنے والے کا بے اصل فتوے دیتے ہیں۔ تو ان کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ رب العزت نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدے ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولّٰی ونصلہ جھنم وساءت مصیراً۔

یعنی جو شخص حضور علیہ السلام کی مخالفت کرے۔ ہدایت ظاہر ہونے

کے بعد اور مومنوں کے راہ کے علاوہ کسی اور راہ کی پیروی کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اُسے کو اُسی طرف چلائے جو اُس نے اختیار کی اور ڈالے اُسے کو جہنم میں جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ اب آپ بتائیے کہ پہلے تمام بادشاہانِ اسلام اور بزرگانِ دین متقدمین مومن تھے یا نہیں۔ اور اگر نعوذ باللہ من ذالک ان کے متعلق بھی یہی خیال ہو جو آج کل کے اہلِ سنت و جماعت کے مسلمانوں کے متعلق ہے۔ تو پھر کسی درویش سے علاج کروائیے۔ اور اگر ان کو مومن مانتے ہو اور یقیناً ماننا پڑے گا۔ تو پھر بتائیے اُن کے راہ کو چھوڑ کر کون جہنمی ہُوا کیونکہ مولا کریم نے کھلے الفاظ میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ میرے محبوب کی مخالفت کرنے والا اور مومنوں کے راہ کے سوا کسی اور راہ پہ چلنے والا جہنمی ہے۔ ہم بفضلِ تعالیٰ اس فعل کے صرف قائل ہی نہیں بلکہ صدق دل سے ایمان رکھنے والے ہیں۔ کہ ہمارے وہ متقدمین خواہ وہ درویش تھے یا بادشاہ جنہوں نے یہ مقبرے اور گنبد بنائے۔ وہ حقیقتاً اسلام کے پھیلانے والے پکے مسلمان اور غلامانِ رسول اللہ تھے۔ انسان کو قلم اُٹھانے سے پیشتر سوچ لینا چاہیئے۔ کہ میں جو کچھ لکھوں گا اس کی زد کہاں پڑے گی۔ اور میرے نامہ اعمال کا کیا حشر ہوگا ؎

چراغ را کہ ایزد بر فروزد ہر آں کو تف زند ریشش بسوزد

جب رب العزت جل و علا شانہ نے اپنی عزت کے ساتھ رسول علیہ السلام اور مومنوں کی عزت کا ارشاد فرمایا ہے۔

العزۃ اللہ ولرسولہ وللمومنین۔

تو آپ اُسے کو اس حسد کے ماتحت کس طرح مٹا سکتے ہیں۔

یہ ایمانداروں کا حق ہے۔ کہ اُن کی عزت قیامت تک ہوتی رہے گی۔ اور یہی وہ اللہ کا بڑا فضل ہے۔ جس سے حاسدوں کی چشم کور ہمیشہ ناواقف رہی ہے۔ اور رہے گی۔ یہ باتیں تمام جملے بطور تمہید عرض کرنے کے بعد فقیر گنبد و قبہ بنانے کے شرعی دلائل پیش کرتا ہے۔ تاکہ ہدایت کے پہنچانے میں اپنی طرف سے سبکدوش ہو جائے۔

وباللہ التوفیق۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔

ترجمہ۔ جو شخص شعائر اللہ کی تعظیم کرے۔ پس تحقیق وہ پرہیزگار دلوں سے ہے اور اولیاء اللہ بلاشبہ شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ اور قبہ جات بنانے سے عوام میں شعائر اللہ کی تعظیم مقصود ہے۔

خود نبی الانبیاء۔ سرکار کائنات۔ مختار شش جہات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ پر عالی شان گنبد کی بنا ہے اور یہ بھی مخفی نہیں کہ حجرہ شریفہ کی تعمیر امہات المومنین اور خلفائے راشدین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ جیسا کہ مولوی صاحب خود قائل ہیں۔ اور تمام متقدمین اس گنبد کے قیام کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اسلامی مؤرخین اور مصنف مواعظ المسلمین خود لکھتے ہیں کہ جب نبی اکرم تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آں حضور صلعم کو حضرت ام المومنین سیدہ طاہرہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں متابعت حدیث پاک دفن کیا گیا۔ مگر جب زائرین کی کثرت ہوئی تو ایک دیوار بنائی گئی ۱۴ھ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ خلیفہ اول مدفون ہوئے۔ ۱۷ھ میں حضرت سیدنا فاروق اعظم خلیفہ ثانی نے کچی اینٹوں کا حصیر بنوا دیا۔ دو دروازے رکھے گئے اور ایک دیوار میں ذرا سا سوراخ رکھا گیا۔ کہ قبر مبارک کی زیارت ہوتی رہے ۲۵ھ میں خلیفہ ثانی حضرت سیدنا فاروق اعظم بحسب وصیت با جازت حضرت سیدنا ام المومنین صدیقہ اس جگہ دفن ہوئے۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی خلیفہ سوم نے ۲۹-۳۰ھ میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی توسیع و تعمیر کی ۹۰ھ میں ولید بن عبدالملک خلیفہ بنو امیہ کے حکم سے حضرت عمر بن عبدالعزیز تکملہ عمرین گورنر مدینہ منورہ زادہ اللہ شرفاً تعظیماً نے اس حجرہ کو پکا بنوا دیا۔ اور اس کے چاروں طرف ایک دوسرا حجرہ بنوا دیا۔ مگر دروازہ دونوں میں سے کسی میں نہ رکھا اور اسی زمانے میں مسجد مبارک کی توسیع کرا دی جو ۸۸ھ سے ۹۰ھ تک ہوتی رہی۔ پھر ۱۷۰ھ میں ملکہ خیزران والدہ ماجدہ ہارون رشید خلیفہ عباسی نے روضہ مبارک پر غلاف چڑھایا۔ ۵۵۰ھ میں نورالدین زنگی شہید اتابک موصلی نے روضہ مبارک کے گرد اگرد صندل کی جالی لگوا دی ۵۵۵ھ میں محمود بن زنگی شہید والئے شام خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور سنا کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ اے محمود تو سوتا ہے۔ اور مجھ پر دو کتے مسلط ہیں۔ اس کو بہت حیرت ہوئی۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔ اور دوسری رات کو پھر یہی ماجرا پیش ہوا سلطان کو پریشانی بڑھی۔ اور حیص بیص میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کچھ رائے قائم نہ کر سکا۔ آخر کار تیسری رات کو جو سویا۔ تو وہی ماجرا پھر دیکھا مگر اس مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک

تھے اور فرما رہے تھے۔ دیکھ یہ دو کتے مجھ پر مسلط ہیں سلطان نے بغور ان دونوں آدمیوں کو دیکھا۔ اور بیدار ہو گیا۔ اُسی وقت مدینہ منورہ روانہ ہو گیا۔ اور وہاں پہنچ کر تمام اہل مدینہ کی دعوت کرا دی اور ہر آنے جانے والے کو بغور دیکھتا رہا مگر وہ دو آدمی جن کو خواب میں دیکھا تھا اور جن کو حضور پاک صلعم نے کتا فرمایا تھا نظر نہ آئے حکم دیا کہ ابھی مدینہ منورہ کے تمام آدمی دعوت میں نہیں آئے۔ تلاش بسیار کے بعد معلوم ہوا۔ کہ دو بڑے عابد و زاہد رہ گئے ہیں۔ جو اپنے حجرہ سے بالکل باہر نہیں نکلا کرتے۔ سلطانی حکم ہوا کہ ان دونوں کو بھی حاضر کرو۔ چنانچہ جب وہ پیش ہوئے تو سلطان سمجھ گیا کہ وہ کتے یہی مکار ہیں۔ فوراً ہی اُن کی جائے رہائش پر پہنچا۔ مگر وہاں سوائے مصلّے و لوٹے کے کچھ نظر نہ آیا۔ بعالم اضطراب مصلّے جو اٹھایا تو وہاں کی زمین نرم اور کھدی ہوئی تھی۔ مٹی ہٹوائی گئی تو سُرنگ نظر آئی۔ جو حضرت سیّدنا فاروق اعظم رض کی قبر مبارک تک پہنچ چکی تھی۔ آپ کے پَیر مبارک کا انگوٹھا نظر آتا تھا۔ سلطان انتہائی غضبناک ہوا۔ پوچھا کہ تم نے یہ ناپاک حرکت کیوں کی۔ جس پر انہوں نے بتلایا۔ کہ ہم دونوں عیسائی ہیں اور جسد مبارک نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے نکال کر لے جانے پر مامور ہیں۔ تاکہ اسلامی دنیا کو تڑپایا جا سکے۔ یہ سُن کر محمود بن زنگی نے اُن کے سر قلم کرا دیئے۔ اور حفظ ماتقدم کے لئے دوسرے حجرے کے گرد اگرد قد آدم خندق کھدوا کر اس میں رانگ پلوا دیا۔ جس کو خندق الرصاص کہا جاتا ہے۔ پھر ۶۵۴ء میں

رمضان المبارک بروز جمعہ خادم روضہ پاک قندیل روشن کر رہا تھا۔ کہ آگ لگ گئی جس سے اس کی چھت جل گئی ۶۵۵ھ میں خلیفہ معتصم باللہ نے مسجد نبوی کی از سر نو تعمیر کرائی۔ اور خلیفہ نورالدین کے عہد ۶۵۶ھ میں اختتام پذیر ہوئی۔ ۶۶۸ھ میں ملک الظاہر رکن الدین جبرس والئے مصر نے لکڑی کی جالی بنوائی۔ جس کی بلندی قد آدم تھی۔ ۶۷۸ھ میں ملک منصور متدونی صالحی نے قبہ بنوایا۔ اور ۶۹۴ھ میں زین الدین سلطان مصر نے حجرہ شریف کے باہر جالی لگوائی پھر ۸۸۰ھ میں ابوالنصر قایتبائی حاکم مصر و حجاز ملقب بہ قائدیبے نے چھت کی دیواریں نکلوا کر گنبد خضرا بنوایا۔ جو شمس بن تزین کی نگرانی میں ۸۸۱ھ بروز پنجشنبہ کو پایہ تکمیل کو پہنچا۔ مگر ۱۳ رمضان المبارک ۸۸۶ھ منارہ اذان پر بجلی گری۔ جس کی وجہ سے مسجد نبوی و گنبد خضرا پر گزند پہنچا۔ تو پھر اسی سلطان مصر قایتبائی نے از سرِ نو گنبد خضرا کی تعمیر کرائی اور گرداگرد تانبے کی جالی نصب کرا دی۔ جس کی تکمیل رمضان المبارک ۸۸۸ھ میں ہوئی۔

اب فقیر عرض پرداز ہے کہ اس مجمل تاریخی بحث سے یہ ثابت ہوا۔ کہ سید العالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گنبد خضرا کی تعمیر بغرض دشمنان اسلام کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لئے ہوئی۔ کہ اوپر سے بھی کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آسکے۔ تو جب گنبد خضرا کی تعمیر اس غرض سے ہوئی تو پھر کسی دوسرے کی قبر پر قبہ بنانا کیونکر جائز نہ ہوگا۔

جبکہ آج بھی مخالفین اسلام اسی مقصد اور نظریئے کے ماتحت

قبور صالحین کو روندنا جائز جانتے ہیں۔ اور گنبد خضرا جیسی مطوّت ملائکہ تعمیر کو نعوذ باللہ صنم اکبر کہتے ہیں۔ پھر یہ اور غور طلب مسئلہ ہے کہ اس وقت جبکہ گنبد خضرا کی تعمیر ہوئی۔ کسی صحابی یا تابعی سے انکار مروی نہیں۔ اور نہ ہی کسی نے منع بناء کی کوئی حدیث پیش کی پس معلوم ہوا کہ صلحاء کی قبور پر قبہ بنانا عملی اور اجماعی مسئلہ ہے۔ اگر منع اور حرام ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد کے اہل اسلام کبھی بھی نہ خود بناتے اور نہ بننے دیتے۔ دیکھو جذب القلوب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ اس اعتراض کی سلف صالحین سے قبہ بنانا بالکل ثابت نہیں۔ کس طرح تردید فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"عمر بن عبدالعزیز بحکم ولید ابن عبدالملک آنرا ہدم کردیچار منقوشہ برآورد و برظاہر آں خطیرہ دیگر بنا کرد۔

ترجمہ:۔ یعنی عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے ولید ابن عبدالملک کے حکم سے حجرہ شریفہ کو شہید کر کے عمدہ عمدہ منقش پتھروں سے روضہ اطہر تعمیر کرایا۔

بخاری شریف مطبوعہ مطبع مجتبائی جلد اوّل صـ۱۸۶ میں ہے ہشام ابن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔

لما سقط علیہم الحائط فی زمان الولید بن عبدالملک اخذ وافی بنائہ فبدت لہم قدم ففزعوا وظنوا انہا قدم نبی صلی اللہ علیہ وسلم فما وجدوا احد یعلم ذالک حتی قال لہم عروۃ لا واللہ ماھی قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماھی الا قدم عمر رضی

یعنی ولید ابن عبد الملک کے عہد میں جبکہ روضہ مطہرہ کی دیوار گر گئی اور اس کی تعمیر کرنے لگے۔ تو ایک قدم ظاہر ہوا (یعنی ننگا ہو گیا)، لوگ گھبرا گئے کہ یہ قدم مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔ کوئی پہچاننے والا نہ تھا حضرت عروہ نے کہا۔ کہ یہ قدم مبارک حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔ اس روایت سے بھی یہ ثابت ہوا۔ کہ روضہ مطہرہ دیوار گرنے کے بعد از سرِ نو بنا اور مرمت ہوا۔ اور یہی قبر پر بنا کرنے کا متقدمین سے عملی ثبوت ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ بنا بعد دفن ہوئی۔ اور اس کے ناظم حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ راشد تھے۔

بعض نا فہم لوگوں کو یہ شبہ بھی پیدا ہوا کرتا ہے کہ یہ گنبد شریف یا روضہ اطہر بنایا جانا صرف آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی خصوصیات سے ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ اگر صرف یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی خصوصیت ہوتی۔ تو سیدنا حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حجرۂ مطہرہ میں مدفون نہ ہوتے۔ اس سے اور بھی مسئلہ واضح ہو گیا۔ کہ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کی قبروں پر بھی بنا کرنا اور گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت جلد اوّل صفحہ ۴۸۵ باب دہم در انواع عبادات فرماتے ہیں:

"در مطالب المومنین گفتہ است کہ مباح داشتہ اند
سلف کہ بنا کردہ شود بر قبر مشائخ و علماء مشہور تا زیارت کنند

ایشاں را مردم واستراحت، یابند در آں و بنشینند در سایہ آں
نقل کردہ است۔ آنرا از مفاتیح شرح مصابیح وگفتہ است
کہ دیدم بہ بخارا قبور کہ عمارت کردہ شدہ است بخشت ہائے
تراشیدہ وتجویز کرد آنرا اسماعیل زاہد کہ از مشاہیر فقہا است
ورخصت کردہ اند بعضے از اہل علم کہ حسنؓ بصری از ایشان
است۔ در گلِ کردن قبور و شافعی رحمۃ اللہ علیہ نیز ہم بر این
است۔"

ترجمہ:۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوت
کے دسویں باب در انواع عبادات میں فرمایا ہے مطالب المومنین میں
لکھا ہے کہ متقدمین بزرگانِ دین نے قبور مشائخین و علماء کرام اور صلحاء
عظام پر گنبد و قبہ کا بناء کرنا مباح رکھا ہے۔ تاکہ لوگ ان کی زیارت
کریں اور آرام پکڑیں اور ان کے سایہ میں بیٹھیں۔ اور نقل کیا
اس کو مفاتیح شرح مصابیح سے اور کہا ہے کہ میں نے بخارا میں
اکثر قبروں کو دیکھا۔ جو تراشی ہوئی اینٹوں سے بنائی گئی ہیں اور اس
بناء کو حضرت اسمٰعیل زاہد نے جو مشہور فقہا سے ہیں۔ تجویز فرمایا ہے۔
اور بعض مشہور اہلِ علم حضرت حسن بصری کے مانند بھی اس کی اجازت
فرماتے ہیں۔ کہ قبر کو بنا کرنا بھی مباح ہے۔ اور امام شافعی رحمتہ
اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

حضرت علامہ ملاں علی قاری حنفی رحمتہ اللہ علیہ نے مرقات شرح
مشکواۃ جلد ۲ صفحہ ۳۷۲ میں لکھا ہے۔

قد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشہورین

لیزورھم الناس ویستریحو بالجلوس فیہ۔

(ترجمہ) علماء و مشائخ مشہورین کی قبور پر تعمیر کرنا اس لئے کہ لوگ زیارت کریں اور استراحت حاصل کریں۔ سلف صالحین اس کو مباح تحریر فرماتے آئے ہیں۔ یعنی اس کی اباحت کے قائل ہوئے ہیں۔

عینی شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۴۹ میں ہے۔ وضربہ محمد بن الحنفیہ علی قبر ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

یعنی محمد بن حنفیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر پر قبہ بنایا۔

پھر روح البیان جلد ۱ صفحہ ۸۷۹ میں ہے۔

فبناء القباب علی قبور العلماء و اولیاء و صلحاء امر جائز اذا قصد بذالک التعظیم فی عین العامۃ۔ حتی لا یحتقروا صاحب ھذا لقبر۔ (ترجمہ) یعنی قبوں کا بنانا اولیاء و صلحاء و علماء کی قبور پر امر جائز ہے۔ جبکہ اس میں عام لوگوں کی نظروں میں تعظیم کا مقصد ہو۔ تاکہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں۔

ہدایۃ المجتہد جلد اول صفحہ ۱۹۴ میں ہے۔ کرہ مالک والشافعی تجصیص القبور و جاز ابو حنیفہ رحمھم اللہ تعالیٰ یعنی حضرت امام مالک و امام شافعی رحمہما اللہ نے قبروں کا چونا و گچ کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔ اور حضرت امام الائمہ سراج الامت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے جائز فرمایا ہے۔ اور صاحب مجمع البحار نے بھی جلد ۲ صفحہ ۱۸۷ میں اور تکملہ صفحہ ۱۴۰ میں علماء سلف سے اس کی اباحت نقل فرمائی

ہے۔ ایسا ہی میزان شعرانی جلد اوّل صـ ۱۹۰ میں لکھا ہے۔

ومن ذالک قول الائمۃ الثلاثۃ ان القبر لا یبنی ولا یجصص مع قول ابی حنیفہ بجواز ذالک۔

یعنی بعض ان مسائل اختلافی سے قول آئمہ ثلاثہ کا ہے۔ کہ قبر پہ بناء نہ کی جائے اور نہ چونہ گچ کی جائے۔ اور قول ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس کے جواز میں ہے۔

مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مطبع مجتبائی باب دفن المیت صـ ۱۴۹ میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر ایک بڑا بھاری پتھر اُٹھا کر رکھا اور فرمایا۔

اعلم بہا قبر اخی وادفن الیہ من مات من اھلی

یعنی میں اس پتھر کے ساتھ اپنے بھائی کی قبر کا نشان کرتا ہوں اور جو میرے اہل سے فوت ہوگا۔ اس کے پاس اُس کو دفن کروں گا۔ اس سے قبر پر پتھر رکھ کر صرف پختگی قبر کی مراد نہ تھی۔ بلکہ قبر پہ نشان کا لگانا یا بنانا بھی مستحب ثابت کرنا تھا۔

بعض لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ صحیح مسلم میں آیا ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو ہیاج اسدی کو فرمایا تھا۔ کہ کیا میں تمہیں اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے بھیجا تھا۔ یعنی کوئی تصویر نہ چھوڑ مگر اس کو تو مٹا دے اور کوئی اونچی قبر نہ چھوڑ کہ اس کو برابر کر دے۔ لہذا اس قول علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بلند

قبر تہ ہونی چاہیئے۔ بلکہ ہو بھی تو اسے گرا دیا جائے۔ سو اس اعتراض کا جواب یوں ہے۔ کہ محدثین کے نزدیک اس حدیث کی سند میں ایک راوی حبیب بن ثابت کرتی ہے۔ جو مدلس معنعن روایت کرتا ہے دیکھو تہذیب التہذیب میں اس کو مدلس بیان کیا گیا ہے۔ اور مدلس کی معنعن حجت نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں اس حدیث کے متعلق علامہ ابن الترکمانی علیہ الرحمنہ نے جوہر النقی جلد اول صـ ۲۶۵ میں یوں فرمایا ہے۔

قلت! الظاھر ان المراد قبور المشرقین لقوینة عطف التمثال علیھا وکانوا یجعلون علیھا الانصاب والا بنیة فاراد علیه السلام! ازاله آثار الشرك

یعنی ظاہر یہ ہے کہ حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں مراد قبور مشرکین ہیں۔ اور اس پر قرینہ یہ ہے۔ کہ تمثال (تصویر) کا عطف قبر پر ڈالا گیا ہے۔ اور مشرکین ہی قبروں پر بت اور عمارتیں بنایا کرتے تھے تو حضور علیہ السلام نے ان آثار کو مٹانے کے لئے قبور مشرکین کے تسویہ یعنی برابر کر دینے کا حکم فرمایا۔ بعض کتابوں میں یوں بھی ذکر ہوا ہے۔ کہ مشرکین اپنے موتی کی قبور پر مرنے والے کی تصویر یا مجسمہ بنا دیا کرتے تھے۔ جن کو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستی کی خشت اول خیال فرماتے ہوئے مٹا دینے کا ارشاد فرمایا۔ جیسے اساف اور نائیلہ کے بتوں کا قصہ مشہور ہے۔ جنہوں نے کعبتہ اللہ میں زنا کاری کی تھی۔ اور عذاب الہی سے پتھر ہو گئے تھے۔ پھر لوگوں نے اس مغضوب جوڑے کو عبرت عوام کے لئے صفا مروہ

پہاڑیوں پر گاڑ دیا گیا تھا۔ مگر بعد کو صفا مروا کی تقدیس کا باعث سمجھ کر جہلائے عرب نے ان کو پوجنا شروع کر دیا۔

علامہ ابن الترکمانی علیہ الرحمۃ ہی کے قول سے ملتی جلتی حقیقت حافظ ابن حجر فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ میں لکھتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس ارشاد کو جو آپ نے ہیاج اسدی کو فرمایا تھا۔ مومنوں کی قبروں پر محمول کرنا ایک فاش غلطی کا ارتکاب کرنا ہے کیونکہ مومنوں کی قبریں بالارادہ گرا دینا تو درکنار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر پاؤں رکھنے یا بیٹھنے کو بھی منع فرما کر ایذاء اہل قبر سے تعبیر فرمایا ہے۔ جیسا کہ فقیر نے اسی کتاب کے کسی دوسرے باب میں بیان کر دیا ہے۔ حافظ ابن حجر کی عبارت فتح الباری جو کفار کی قبروں کے متعلق ہے یوں ہے یعنی کافروں کی قبریں اکھاڑ دینے اور ان کی توہین میں کوئی حرج نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مومن کی قبر اکھاڑنے اور گرانے میں حرج شرعی ہے۔ اور حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں صرف مشرکین کی قبریں ہی گرانے کا حکم تھا۔ نہ کہ اہل اسلام کی۔

ہاں اگر نجدیوں کی طرح روضۃ النبی علیہ السلام اور مقابر مشائخین عظام و اولیاء کرام سے کوئی قلبی عداوت ہے۔ تو اس کا مسلمانوں کے پاس کوئی علاج نہیں۔ مخالفین بناء مزارات و قبہ جات کو لازم ہے کہ وہ صرف یہ ثابت کر دیں۔ کہ مومنین متقدمین نے بزرگوں کے مزارات پر قبے نہیں بنائے۔ یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یا حضور کے بعد صحابہ میں سے کسی نے کسی دوسرے بزرگ کو

اہلِ ایمان کی قبریں گرانے کے لئے بھیجا ہو۔ یا حکم ہی صادر فرمایا ہو۔ یا خود گرا کر کوئی ثبوت مقابرِ مسلمین کے گرانے کا دیا ہو۔ ورنہ لایعنی من گھڑت اور بے بنیاد ڈھکوسلوں اور اُن روایات سے جو قبور مشرکین سے متعلق ہیں۔ استدلال کرنا حق پر مبنی نہیں۔ جبکہ اجماع اُمت قبور پر بناء کرنے کے حق میں ہو۔

وما علینا الا البلاغ۔

ہاں ہمارے لئے

اللہ عزوجل

کافی ہے!

علامہ شکیل احمد سبحانی

دُنیا جہان کا خالق و مالک رب عزوجل ہی ہے نفع و نقصان اُسی کے قبضہ و اختیار سے ہے۔ گردش لیل و نہار اُسی کی رضا و منشاء پر موقوف ہے۔ موت اور زندگی اُسی کے حکم اور مرضی پر منحصر ہے' وہی رنج دیتا ہے' وہی خوشی دیتا ہے' اُسی کی بارگاہ سے رزق ملتا ہے' اسی کے کرم سے بگڑی تقدیر سنورتی ہے۔ مصیبتوں سے وہی بچاتا ہے' آزمائشوں سے وہی گزارتا ہے۔ بنجر زمینوں کو سرسبز و شاداب کرنا اُسی کے اشارے سے ہے' ہی داتا ہے' وہی آقا ہے' وہی حافظ ہے' وہی ناصر ہے سب اسی کے محتاج ہیں وہ خود بے نیاز ہے۔ وہ کریم ہے' تو ایسا کریم ہے کہ اس نے اپنے محبوب بندوں کو بھی کریم بنا دیا ہے۔ وہ رحیم ہے تو ایسا رحیم ہے' کہ اس نے اپنے محبوب بندوں کو بھی رحیم بنا دیا ہے۔

وہ چاہتا تو ہر کسی کو خود ہی عطا کر دیتا لیکن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اس نے اعلان کروا دیا کہ "بے شک اللہ مجھے دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں"

وہ چاہتا تو خود ہی گناہوں کو بخش دیتا لیکن قرآن کے ذریعے اس نے اعلان فرما دیا قبول توبہ جو چاہے وہ میرے حبیب کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے۔

وہ چاہتا تو سارے جہان پر خود ہی رحمتیں نچھاور کرتا لیکن اس نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعلمین بنا دیا۔

وہ چاہتا تو اپنی قدرت سے لوگوں کو خود ہی بخش دیتا لیکن اس نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ساتھ تمام انبیاء کو مقام شفاعت عطا کر دیا۔

وہ چاہتا تو صرف نبیوں اور رسولوں کو حق شفاعت عطا کرتا لیکن اس نے اولیاء اور علماء کے ساتھ ساتھ شہیدوں اور کم سنی میں انتقال کر جانے والے ننھے منے بچوں کو بھی شافع بنا دیا۔

اُسے خبر ہے کون گناہوں میں ڈوبا ہے کون پرہیز گار ہے پھر بھی اس نے ہر انسان کے لیے نیکی اور بدی کے فرشتے مقرر کر دیے۔

اُسے معلوم ہے کون اس پر ایمان رکھنے والا ہے' کون اس کا انکار کرنے والا ہے پھر بھی اس نے قبر میں سوالات کیلئے فرشتوں کا تقرر فرما دیا۔

اُسے معلوم ہے کہ اس کے بندوں کے نامۂ اعمال میں کتنی نیکیاں برائیاں ہیں پھر بھی

اس نے حشر میں نیکی و بدی کے حساب کے لیے میزان بنا دیا ہے۔

غرض کہ اس کے قبضہ و اختیار میں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس نے اپنے محبوب بندوں کو محروم نہیں رکھا۔ پھر بھی اِسلام کے نام پر جینے والے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں اس سے کوئی غرض نہیں وہ خود بھی اللہ کے محبوب بندوں کے فضائل و کمالات کے منکر ہیں، اُمت میں بھی اسی فساد کو پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ایسی باتیں پھیلاتے ہیں جس سے دین کو کچھ نسبت ہی نہیں، ایسے خیالات کو دین قرار دیتے ہیں جنہیں قرآن و سنت سے کچھ تعلق ہی نہیں۔

”کیا ہمیں اللہ کافی نہیں“

کیا ہمیں اللہ کافی نہیں کے عنوان سے جو پمفلٹ تقلید کے منکروں کے ذریعے پھیلایا جا رہا ہے وہ بھی اسی طرح کی کوششوں کا ایک حصہ ہے۔ لیکن شعور والے مسلمان کبھی آنکھ بند کر کے کسی بھی ایسی بات کو قبول کر ہی نہیں سکتے جو ان کے ایمان و عقیدے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔

اس لیے کہ ان کی فطرت تحقیق کے بغیر کچھ ماننے کو کبھی تیار نہ ہوگی۔ ایسے افراد جب حق کی تلاش کے لیے قرآن مقدس کو اپنے ہاتھوں میں اٹھائیں گے تو یہ راز خود ہی فاش ہو جائے گا کہ مشرکوں اور کافروں کے لیے نازل ہوئی آیتوں کو کس بے دردی کیساتھ مسلمانوں پر فٹ کر کے رکھ دیا گیا ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ انہیں خود ہی یہ حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی کہ غیر مقلدوں نے قرآن کی جن آیتوں کو اپنے پمفلٹ میں درج کیا ہے اس میں کہیں بھی ربّ عزوجل نے یہ نہیں فرمایا کہ میری ان خوبیوں اور صفتوں کو میری عطا سے میرے مقرب و محبوب بندوں کے لیے ماننا شرک ہوگا۔

مخالفین کی کند ذہنی

اس کے باوجود غیر مقلد یہی رٹ لگائے ہوئے ہیں کہ جب قرآن نے ان خوبیوں کو ربّ عزوجل کے لیے بیان فرما دیا تو انبیاء و اولیاء کے لیے ان صفات کو ماننا شرک ہوگا۔

اہلسنّت کا عقیدہ

جب کہ اہلسنّت و جماعت کا مؤقف اس ضمن میں یہ ہے کہ اہل ایمان پر شرک کی تہمت

لگانے کے لیے شرک پسندوں کی طرف سے جو پیمانہ مقرر کیا گیا ہے اسے قرآن وسنت کی تائید خاص نہیں۔ بلکہ یہ پیمانہ قرآن وسنت کے احکامات وفرمودات کے پورے پورے طور پر خلاف ہے۔ اس لیے کہ ایک صفت اور خوبی جسے قرآن نے اللہ تعالیٰ کے لیے بیان فرمائی ہو وہی صفت قرآن ہی کے ذریعے محبوبانِ خدا کے لیے بھی ثابت ہوتو اسے شرک کے زمرے میں کیسے شامل کیا جا سکتا ہے؟ مذکورہ فریقین میں سے کس کا اعتقاد قرآن کے عین مطابق ہے' کس کی باتیں قرآن کے مخالف ہیں اسے معلوم کرنے کی غرض سے قرآن مجید کی آیتوں کو ملاحظہ فرماتے چلیں قرآن فرماتا ہے:

۱-اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: اللہ نے اسے نعمت بخشی اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی (سورۃ الاحزاب آیت ۳۷)

۲-وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔

ترجمہ: اور انہیں کیا برا لگا یہی نا کہ انہیں دولت مند کر دیا۔ اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے (سورۃ توبہ آیت ۷۴)

۳-وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ (سورۃ توبہ آیت ۵۹)

ترجمہ: اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے خدا اور رسول کے دیئے پر اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دے گا اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

تینوں آیتوں پر غور فکر فرمائیں

اسلامی ذہن رکھنے والے سنجیدہ افراد اگر مذکورہ تینوں آیتوں پر غور و فکر فرمائیں تو انہیں احساس ہوگا کہ ہر آیت پاک قرآن وسنت پر عمل کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے اہلسنت کے مخالفوں کے خود ساختہ اعتقاد پر کس طرح برق بن کر ٹوٹ رہی ہے۔ جنہیں یہی ضد ہے کہ کچھ عطا کرنے اور نوازنے کی صفت اللہ پاک نے اپنے فضل سے کسی نبی اور رسول کو نہیں دی۔ وہ اپنی خیر منائیں۔ اپنے باطل عقیدے سے باز آئیں۔ آخرت کی فکر کریں۔ آنکھیں کھولیں۔ تعصب کی عینکوں کو اتار پھینکیں۔ محبوبانِ خدا کے بغض وکینے سے اپنے سینے کو پاک کر کے دیکھیں مذکورہ تینوں آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کس شان سے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دولت عطا کرنے اور نعمت بخشنے کے وصف سے مزین فرمایا ہے۔ یہ

جگہ ہے کہ غیظ میں کٹ جائیں بیمار دِل۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

۴- لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا ایمان والوں پر جب کہ بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اللہ کی اور پاک کرتا ہے انہیں گناہوں سے اور علم دیتا ہے انہیں قرآن و حکمت کا اگرچہ تھے اس سے پہلے بے شک کھلی گمراہی میں۔ (پ۴ سورۃ آل عمران ۳/۱۶۴)

ذرا سوچیں تو سہی

شرک کے بخار میں گرفتار ذہن آزادانہ طور پر کچھ سوچیں تو سہی کہ ان کی بولی قرآن سے کہاں مطابقت کرتی ہے؟ ان کا اعتقاد قرآن سے کہاں موافقت کرتا ہے؟ گناہوں سے پاک کرنا صفتِ ربانی ہے۔ کسی کو علم عطا کرنا بھی ربِّ عزوجل کی قدرت ہے۔ مگر اس نے اپنے فضل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ اختیار عطا فرما دیا کہ وہ قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں علم عطا فرماتے ہیں۔

اتنے ہی پر ربّ کی نوازشیں نہیں تھم رہی ہیں بلکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کیلئے کیسے کیسے اختیارات کا اعلان قرآن کے ذریعے ہو رہا ہے۔ اس پر بھی نظر توجہ ہو' تا کہ غلط عقیدوں کی بنیاد پر دنیا و آخرت برباد نہ ہونے پائے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زبانی قرآن فرماتا ہے:

۵- اَنِّيْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ (اِلٰى قَوْلِهٖ) وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

(پ۳ سورۃ آل عمران ۳/۴۹/۵۰)

ترجمہ: ''میں بناتا ہوں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت پھر پھونکتا ہوں اس میں تو وہ ہو جاتی ہے پرند اللہ کی پروانگی سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو اور زِندہ کرتا ہوں مردے اللہ کی پروانگی سے اور میں تمہیں خبر دیتا جو تم کھاتے اور جو گھروں میں بھر رکھتے ہو' تا کہ میں حلال کردوں تمہارے لیے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔

سبحان اللہ! حضرت عیسٰی علیہ السلام جو کچھ فرما رہے ہیں کہ میں خلق کرتا ہوں' شفا دیتا ہوں'

مردے جلاتا ہوں' بعض حراموں کو حلال کیے دیتا ہوں' تم جو کھاتے اور گھروں میں بھر رکھتے ہو اسکی خبر دیتا ہوں۔ اس کی نسبت شرک کے غم میں ڈوب ڈوب جانے والوں کا کیا حکم ہوگا؟

اے مسلمانو! پڑھو بار بار قرآن کے اس فرمان کو پڑھو۔ جن کے ایمان کو بدعقیدگی کے دیمک نے چاٹ چٹ کر خراب کر کے نہ رکھدیا ہوگا تو وہ اہلسنّت کے اعتقاد پر دل و جان سے ایمان لے آئیں گے۔ قرآن کے اس فرمان پر جان و دِل نچھاور کر دیں گے۔

دیکھو دیکھو قرآن کتنے صاف طور پر اہل اسلام کے اس عقیدے پر اپنی مہر مقدس ثبت فرما رہا ہے کہ بلاشبہ رب قدیر نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو وہ اختیارات اور خوبیاں عطا فرمائی ہیں جس کا اظہار خود رب جل جلالہ نے قرآن میں اپنے لیے فرمایا ہے:

قرآن پر ایمان کا تقاضہ

اب بتایا جائے کہ اہلسنّت کے اس اعتقاد کو تسلیم کیے بغیر قرآن پر کیسے ایمان لایا جا سکتا ہے؟ ''کوئی گھر میں کیا کھا رہا ہے؟ کوئی گھر میں کیا بھر کر رکھ رہا ہے'' غیب کا یہ علم اللہ نے اپنے فضل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا یا نہیں؟ اللہ تبارک تعالیٰ نے مٹی سے پرند بنانے' مادر زاد اندھے کو اچھا کرنے' مردوں کو زندہ کرنے' بدن بگڑے کو شفا دینے کی قدرت حضرت عیسیٰ کو بخشی یا نہیں؟

قرآن فرماتا ہے:

۶۔ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔

ترجمہ: بے شک اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے مدد پر ہیں (پ ۲۸ سورۃ التحریم ۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ نیک مسلمان ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

قرآن کے اس فرمان سے واضح ہوا کہ نبی کا مددگار اللہ بھی ہے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں اور فرشتے بھی ہیں۔ مذکورہ آیت پاک میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگاروں کا ذکر خیر تھا اب مسلمانوں کی مددگاری رب کریم نے اپنے کرم سے کس کس کو عطا فرمائی اسے بھی ایمان کی نظروں سے دیکھتے چلیں۔

قرآن فرماتا ہے:

۷-اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ۔

ترجمہ: یعنی اے مسلمانو تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول وہ ایمان والے نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور رکوع کرنے والے ہیں۔

یہاں اللہ اور رسول اور صالحین یعنی اولیاء اللہ میں مدد کو منحصر فرما دیا گیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں (صالحین اور اولیاء اللہ) کے سوا دوسرے لوگ قادر نہیں ورنہ عام مددگار کا علاقہ تو ہر مسلمان کو ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔

وہابی صاحبو! تمہارے طور پر معاذ اللہ کیسا کھلا شرک ہوا کہ قرآن نے خدا کی خاص صفت امداد کو رسول و صلحا کے لیے ثابت کیا جسے قرآن ہی جا بجا فرما چکا تھا (اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں)۔

مَالَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ (پ۱۵ کہف ۱۸، ۲۶)

کہ یہ اللہ کے سوا دوسرے کی صفت نہیں مگر بحمد اللہ اہلسنّت دونوں آیتوں پر ایمان لاتے اور ذاتی و عطائی کا فرق سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بالذات مددگار ہے۔ یہ صفت دوسرے کی نہیں اور رسول و اولیاء اللہ اللہ کے قدرت دینے سے مددگار ہیں۔

اب اتنا اور سمجھ لیجئے کہ مدد کا ہے کہ لیے ہوتی ہے۔

دفع بلا کے واسطے تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کے مقبول بندے بنصِ قرآن (قرآن کی صراحت سے) مددگار ہیں تو قطعاً دافع البلا بھی ہیں اور فرق وہی ہے کہ اَللّٰہُ سُبحانَہٗ بالذات دفع البلا ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء بعطائے خدا والحمد للہ العلی الاعلیٰ (اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰى لِنَاعِتِي الْمُصْطَفٰى بِدَافِعِ الْبَلَاءِ)

(مصنف امام احمد رضا صفحہ ۱۱۴ مطبوعہ رضا اکیڈمی مالیگاؤں)

قرآن کی اس آیت نے واضح کر دیا کہ جو کوئی بھی اسلام کا دعویدار ہو اُسے ایمان لانا ہوگا کہ ربّ کی عطا سے اولیاء اللہ بھی مددگار ہیں۔

انصاف کا تقاضہ

اب بتایا جائے کہ جو مددگار ہوگا تو وہ غریب نواز ہوگا کہ نہیں؟ ضرور ضرور جو مددگار ہوگا

وہ مشکل کشا بھی ہوگا دستگیر بھی ہوگا اسے غوث بھی مانا جائے گا۔ ہاں ہاں مددگار بھی داتا بھی ہوگا، کبھی گنج بخش بھی ہوگا۔ اہل اسلام اگر اللہ کے محبوبوں کو ان صفاتی ناموں سے یاد کرتے رہے ہیں اور عرب وعجم کے علمائے دین محدثین، مجددین اور فقہائے کاملین نے گزری ہوئی کتنی صدیوں سے حضور سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضور خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ علیہ اور دوسرے معزز ومقرب محبوب اولیاء اللہ کے لیے ان صفاتی ناموں کو مقبول ومحبوب رکھا تو اس کا سبب یہی ہے کہ یہ اعتقاد قرآن وسنت سے نسبت رکھتا ہے جس پر نظرِ انصاف کے بعد کوئی بھی کلمہ گو انکار کی جرأت نہیں کرسکتا۔

مسلمانوں کے خلاف سازش

اُمت کو انبیاء واولیاء کے دامنِ کرم سے دور کرنے کی سازش کے تحت کیا ''ہمارے لیے اللہ کافی نہیں'' کا شور مچانے والوں کو قرآن نے خود ہی جواب دے دیا ابھی آیت پاک گزری جس میں فرمایا گیا کہ کیا خوب اگر وہ اللہ رسول کے دیے راضی ہوتے اور پھر کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب ایک آیت پاک اور دِل میں نقش کرتے چلیں۔

قرآن فرماتا ہے:

۸- يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ انفال ۸/۶۴)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی ہیں تجھے اللہ اور جو مسلمان تیرے پیرو ہوئے۔

فائدہ

مسلمانو! غور تو کرو۔ ربّ پاک خود اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفایت کرنے والا بتا رہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نام کے ساتھ صحابہ کرام کو ملا کر فرماتا ہے: ''اے نبی! اب جب کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِسلام لے آئے تجھے اللہ اور یہ چالیس مسلمان کفایت کرتے ہیں''۔

کون سا ایسا مسلمان روئے زمین پر ہوگا جسے اقرار نہیں کہ ہمیں اللہ کافی ہے لیکن یہی بات اگر محبوبانِ خدا سے اُمت کے دِلوں کو پھیرنے کے ناپاک جذبے سے کہی جائے تو وہ کبھی راہ ہدایت نہیں ہوسکتی۔ اس گمراہ کن اندازِ فکر کی تردید قرآن کے ذریعہ کھلے طور پر ہورہی ہے قرآن فرماتا ہے:

۹- وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں تو بے شک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (سورۃ النساء ۶۴)

انصاف کیجئے

کیا اللہ تعالیٰ خود توبہ قبول نہیں فرما سکتا تھا جو حکم دے رہا کہ میرے گناہ گار بندوں سے جب کوئی خطا یا گناہ سرزد ہو جائے تو وہ رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی مانگیں اور جب رسول ان کی سفارش فرمائیں تو پھر اس میں شک ہی نہیں کہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان نہ پائیں۔ بیشک اللہ تبارک تعالیٰ ہر چاہے پر قادر ہے لیکن اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کے لیے یہ حکم نازل کیا جا رہا ہے۔ اندازِ بندگی سکھائی جا رہی ہے کہ محبوبِ خدا سے منہ موڑ کر ہرگز حقِ توحید ادا نہیں ہو سکتا۔

اہلسنّت و جماعت کے سوا توحید کے نام پر جتنے بھی مکاتب فکر ہیں ہر کسی کے عقائد کو کھنگال ڈالیے۔ چاہے وہ نماز والے ہوں کہ جہاد والے ہوں' حدیث والے ہوں کہ غیروں میں اسلام کی تبلیغ کا دعویٰ کرنے والے ہوں کوئی بھی درِ رسول پر رُکنے کو تیار نہیں۔ قرآن فرماتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر گناہوں کی معافی مانگو۔ یہ کہتے ہیں ہمیں اللہ کافی ہے قرآن کہتا ہے جب رسول تمہاری سفارش فرما دیں گے تو یہ تمہارے حق میں پروانہ نجات ہو گا۔ یہ کہتے ہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہمیں بس اللہ ہی کافی ہے۔

شرک پسندوں میں صف ماتم

غمِ توحید میں اللہ کے محبوبوں سے منہ موڑ کر بندگی کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے قرآن نے بڑی خطرناک مصیبت کھڑی کر کے رکھ دی ہے۔

قرآن نے شرک کے سارے تیر زنگ آلود کر کر رکھ دیے۔ ہاں ہاں یہ قرآن ہے لیکن یہاں تو معاملہ ہی دیگر ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دولتیں عطا فرما رہے ہیں۔ علم دے رہے ہیں' لوگوں کو گناہوں سے پاک کر رہے ہیں' نعمت بخش رہے ہیں' گناہوں کی سفارش فرما رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر رہے ہیں' بعض حرام کاموں کو حلال فرما رہے ہیں۔ گھروں میں کوئی کیا کچھ کھا رہا ہے غیب کی یہ سب خبریں دے رہے ہیں' بدن بگڑے کو شفا اور مادرزاد اندھے کو بینائی عطا کر رہے ہیں۔

ربِّ پاک اپنے محبوبوں پر نوازش و کرم کی ایسی برسات فرما رہا ہے کہ شرک پسندوں میں صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے اللہ بھی مددگار رسول اللہ بھی مددگار صالحین بھی مددگار یہاں تو عجیب مشکل ہے کوئی حدیث بھی تو نہیں کے بے لگام زبان سے ضعیف کہہ کر آگے کا راستہ لیا جائے۔ قرآنی آیتیں توحید کے نام پر بنائے گئے پُر فریب دین پر کوندتی بجلیوں کی مانند ٹوٹ کر خود ساختہ اور من گھڑت عقائد کی عمارتوں کو زمین دوز کرتی جا رہی ہیں۔ کوئی پوچھے تو ان سے فتاویٰ عالمگیری تو تم نے اپنے مدارس اور دفتروں سے نکال دی دُرِ مُختَار رَدُّالمُحتَار جیسی رہنما کتابوں کا تو تمہیں اعتبار نہیں؟ حدیثوں کا انکار کر کے تم نے ایک فرقہ ہی اہلِ قرآن کے نام سے گمراہیت کا بنا دیا۔ اب کیا قرآن کی باری ہے؟ اٹھاؤ اپنا قلم اور دکھاؤ اپنا ہنر۔

بچ نکلنے کے دو راستے

تمہارے باطل دین کے مطابق کیسا کیسا شرک خود قرآن میں موجود ہے۔ اب صرف دو ہی صورتوں میں جان چھوٹے گی یا تو تسلیم کر لیا جائے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل سے انبیاء اولیاء علیہم السلام کو بھی اختیار و قدرت عطا فرمائی ہے یا پھر یہ اعلان کر دیا جائے کہ جیسی توحید ہمیں درکار ہے ویسی توحید تو قرآن میں بھی نہیں جسے ہم شرک قرار دے رہے ہیں وہی سب تو قرآن میں ایمان بن کر موجود ہے۔

اس سے فائدہ تو وہ اٹھائیں جن کے دِل خوفِ خدا سے ڈرتے ہیں اور آیاتِ قرآنی پر ایمان و یقین رکھتے ہیں۔ باقی رہے وہ لوگ جن کا دین و مذہب ہی ضد اور ہٹ دھرمی ہے تو ان کے لیے قرآن نے بہت پہلے اعلان کر دیا کہ

۱۰۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ علیھم ءَ اَنۡذَرۡتَھُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡھُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِھِمۡ وَعَلٰی سَمۡعِھِمۡ وَعَلٰۤی اَبۡصَارِھِمۡ غِشَاوَۃٌ وَّلَھُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ۔

ترجمہ: بے شک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کہ نہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

قابلِ مطالعہ کتابیں

